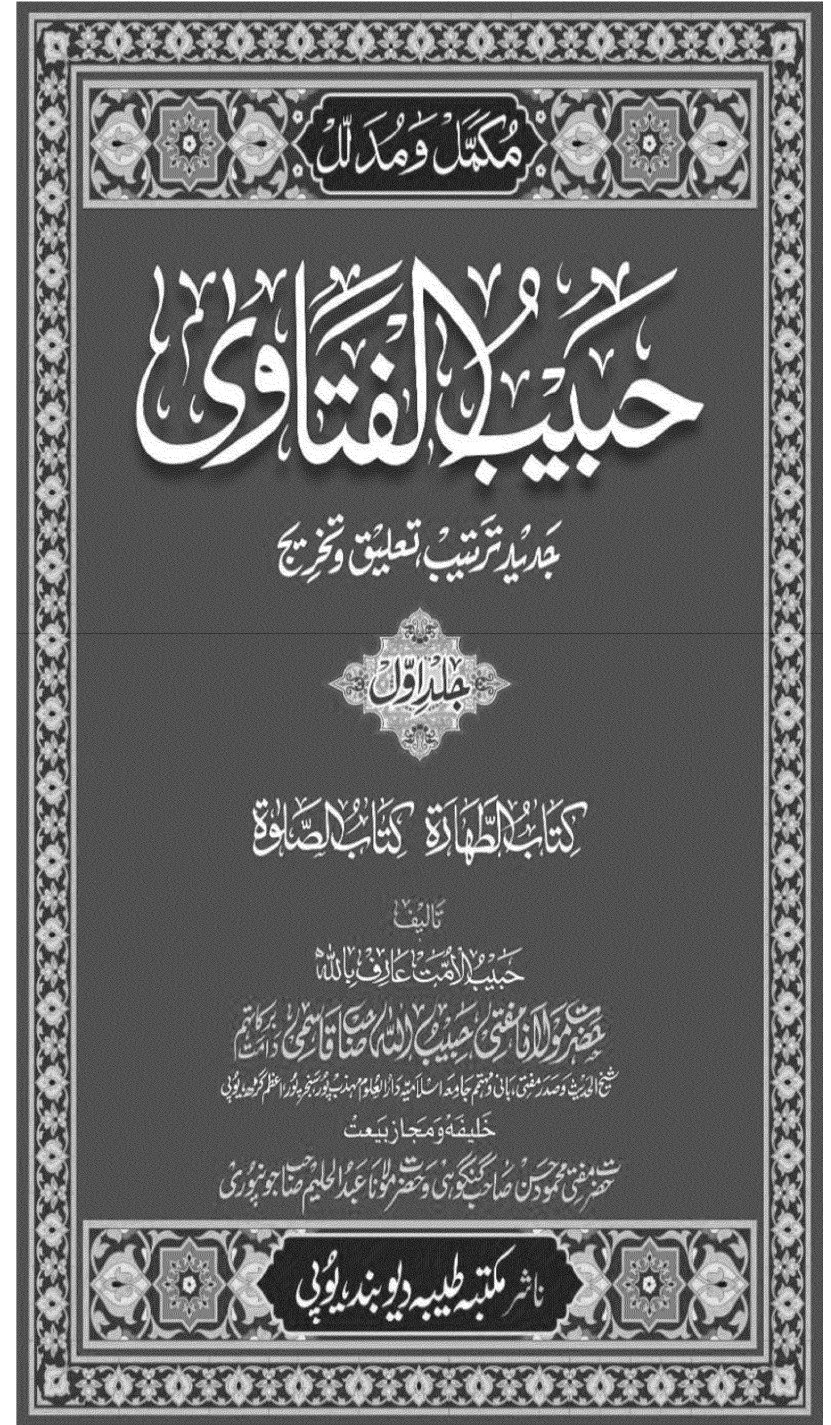


تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل ومدلل حبیب الفتاویٰ (جلد اوّل)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفرنگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبدالعلیم ـ 7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیوبند ـ 9412558230

ملنے کے پتے

مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی
موبائل 9412558230

نیر بکڈپو دیوبند یوپی
موبائل 9897352213

whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک **کتب خانہ مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

21/ اگست 2020

مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴
موبائل 9412558230



JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM MUHAZZABPUR, P.O. SANJARPUR
DISTT. AZAMGARH Pin: 223227 (U.P.) INDIA
Mob: 0091 9450546400 Email: muftihabibullahqasmi@yahoo.com

محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم!
مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

والسلام

[illegible] محرم الحرام ۱۴۴۲ھ



من کبار فضلاء دار العلوم دیوبند الهند، شیخ الحدیث و صدر مفتی المؤسس ورئیس الجامعة الاسلامیة مهذب فور اعظم جراه اتر ابرادیش الهند، ورئیس دار الافتا والقضاء والبحوث الاسلامیه، و صاحب الفتاویٰ المسمی "بحبیب الفتاویٰ" والمقالات العلمیه والفقهیه والتصانیف المتداوله، وعضو المجمع الفقه الاسلامی الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من کبار مشائخ الهندیه

اجمالی فہرست

2

✪✪✪

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کئے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے، میرے ایک دوست نے انہیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے ''حبیب الفتاویٰ'' کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

اب دیوبند کے ایک باوقار کتبخانہ کے مالک جناب مولانا محمد طیب صاحب، اپنے کتب خانہ ''مکتبہ طیبہ'' سے شائع کر رہے ہیں۔ مجھے مسرت ہے، میں بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی نہ صرف اجازت دیتا ہوں، بلکہ اس اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو ہوں۔

اللہ رب العزت ہر طرح کی سہولت سے نوازے، آمین۔

مفتی حبیب اللہ قاسمیؔ
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ

تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ قاری، مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی سہروردی، دار العلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کر دی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں فیض یافتہ تلامذہ ہندو بیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد درجنوں ہے جن سے دنیا استفادہ کر رہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرجل، نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ، احب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، علماء و قائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت، والدین کا پیغام زوجین کے نام، احکام یوم الشک، مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں، تحفۃ السالکین، حضرات صوفیاء اور ان کے نظام باطن، تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، قدقوۃ السالکین، التوضیح الضروری شرح القدوری، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل، حبیب الفتاویٰ، رسائل حبیب جلد اول و دوم تحقیقات فقہیہ جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں خاص طور سے حبیب الفتاویٰ کی چھ جلدیں اہل افتاء و دار الافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے مدعو خصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے صدر ہیں، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ یوپی، انڈیا کے موسس ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ جامعہ کے دار الافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کو

آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ و حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ و حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض و برکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔ اور الحمد للہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔ اور الحمد للہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔ روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہندو بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے، آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہند و بیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔ اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں، جن سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔

(Go YouTube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں، اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے اللہ پاک ہم سب کو حضرت والا کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

از خادم دار الافتاء
مفتی عبد النور قاسمی حبیبی

مُقَدَّمَہ

اظہارِ حقیقت

دار العلوم سے دار العلوم تک

جب دار العلوم دیوبند سے دورہ حدیث سے فارغ ہوا تو فراغت کے بعد رجحان درس و تدریس کا تھا۔ لیکن رمضان کا پورا مہینہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تھا۔ مدرسہ مظاہر العلوم دار جدید سہارنپور جب پہونچا تو رمضان کے آخری عشرہ میں میرے بعض بڑوں نے مجھ کو یہ فیصلہ سنایا کہ تم کو عید کے بعد دار العلوم دیوبند میں افتاء پڑھنا ہے، اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں سال بھر رہنا ہے۔ میں ذہنی طور پر افتاء کے لئے تیار نہیں تھا، چونکہ افتاء کی ذمہ داریوں سے اور اس کی اہمیت و تقدس سے بخوبی واقف تھا۔ لیکن بڑوں کے مسلسل اصرار و فیصلے کی وجہ سے بادل ناخواستہ تیار ہونا پڑا، میرے ان بڑوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں موجود حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند سے ملاقات کرائی۔ اور ان حضرات نے اپنی خواہش کا میرے لئے اظہار کیا۔

ان کے مشورے سے خانقاہ ہی میں موجود ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب جونپوری سے ملاقات کروائی۔

اور ان سے بھی میرے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے ایک مکتوب حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کے نام لکھ کر عنایت فرمایا۔

رمضان مکمل ہونے کے بعد راقم السطور دیوبند گیا، اور حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب جونپوری کا مکتوب گرامی حضرت قاری طیب صاحب کے ساتھ ملاقات کر کے ان کے سپرد

کیا۔اس کے بعد وطن مالوف کے لئے روانہ ہوگیا چند ہفتوں کے بعد پھر دارالعلوم دیوبند میں واپسی ہوئی،اور حسب ضابطہ داخلہ فارم بھر کر دفتر تعلیمات کے سپرد کردیا،اور اس کے بعد دعاء میں مصروف ہوگیا کہ اللہ کرے میرا داخلہ نہ ہوتا کہ ان بڑوں کو جواب دینے کے لئے مجھے موقع مل جائے،اور میں اپنی خواہش کے مطابق درس وتدریس میں مصروف ہو جاؤں۔

مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی اور اپنی دعاء کی قبولیت کی امید بڑھ گئی،جب میں نے اپنے ہم وطن کئی ساتھیوں کے داخلہ فارم کے ساتھ منسلک درجنوں اکابرین وقت کی ان کے افتاء کے لئے داخلہ کی سفارش دیکھا،لیکن جب افتاء کے طلبہ کی نشست دارالعلوم دیوبند کے دفتر اہتمام میں منعقد ہوئی اور اس کے اختتام کے بعد ناظم دارالافتاء حضرت مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہونچ کر ملاقات کی تو راقم کو دیکھتے ہی فوراً مسکرائے اور فرمایا کہ انتخاب میں تمہارا نام آگیا ہے۔

میں نے فوراً زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔اور حضرت سے میں نے پوچھا کہ ایسا کیسے ہوگیا؟ جبکہ میرے بہت سے ہم وطن اور رفقاء درس لمبی لمبی سفارشات لئے ہوئے تھے،اس کے جواب میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ نشست شروع ہوئی تو حضرت قاری طیب صاحب نے فرمایا کہ آج انتخاب کا معیار یہ رکھا جائے کہ جس ضلع کی جتنی درخواستیں ہیں ان طلبہ کے دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان کے نمبرات دیکھے جائیں۔اور جس کا نمبر زیادہ ہو اس کا انتخاب کرلیا جائے۔یہ سلسلہ جب شروع ہوا تو ہم وطنوں میں سب سے زیادہ نمبر تمہارا نکلا اس لئے تمہارا انتخاب ہوگیا،اور سفارش والی درخواستیں مسترد ہوگئیں،اس طرح دارالافتاء کی شمولیت کی راہ ہموار ہوگئی،اور ہمارے بڑوں کی خواہش پوری ہوگئی۔

اس وقت دارالافتاء میں تیس طلبہ تھے،دس دس کی جماعت بنا کر تین مفتیان کرام کے درمیان سب کی تقسیم عمل میں آئی،ایک جماعت حضرت مفتی نظام الدین صاحب کے سپرد ہوئی،اور دوسری جماعت حضرت مفتی احمد علی سعید صاحب کے سپرد ہوئی اور تیسری جماعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے سپرد ہوئی۔

چونکہ اس وقت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی دنوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی تھی،جس کی وجہ سے ان کے فتاویٰ نویسی کے لئے راقم کا انتخاب عمل میں آیا۔

اس طرح پورے سال حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے املاء کے ساتھ درس گاہ اور قیام گاہ پر ساتھ رہنے اور خدمت کرنے اور فتاویٰ نویسی کا خوب موقع ملا،دسیوں ہزار سے زیادہ پورے سال میں فتاویٰ نویسی کی سعادت نصیب ہوئی،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتاویٰ نویسی کے نوک و پلک اور مسائل کے استنباط واستخراج اور تطبیق کے ساتھ حوادث الفتاویٰ کی تطبیق اور مسائل کی تفہیم وتشریح اور انداز تعبیر اور تطویل واختصار کا خوب تجربہ حاصل ہوگیا،جس سے ہمارے دوسرے رفقاء محروم رہے۔

جب سالانہ امتحان مکمل ہوگیا تو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو رمضان میں اعتکاف کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی رفاقت میں فیصل آباد، پاکستان جانا تھا،حضرت نے راقم سے فرمایا میں تو فیصل آباد میں رمضان گذارنے جارہا ہوں، تمہارا ارادہ کیا ہے؟

راقم نے عرض کیا کہ حضرت میری خواہش ہے کہ کچھ دنوں اور رہ کر آپکے فتاویٰ کی ترتیب وتبویب کرکے اس کی اشاعت کراؤں،حضرت مفتی صاحب نے فرمایا میرے فتاویٰ اس کے لائق کہاں ہیں کہ انہیں شائع کیا جائے۔

میری رائے یہ ہے کہ آئندہ سال تم کہیں درس وتدریس میں لگ جاؤ میں نے کہا آپ کی جیسی رائے ہو،آپ نے فرمایا میری عدم موجودگی میں اس سال کا رمضان حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی کے یہاں گذارلو،اور عید کے بعد کلکتہ چلے جاؤ،وہاں ایک مدرسہ ہے،جہاں صدر مدرس کی ضرورت ہے،وہاں سات سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے،اور وہ مدرسہ حاجی جمیل صاحب کی آفس کے بغل میں ہے،ان سے تم کو مدد ملتی رہے گی،اور میں بھی کلکتہ آتا جاتا رہتا ہوں،اور مجھ سے بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔

لیکن کل ہو کر تہجد کے وقت مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ میں تشریف لائے تھے، اورانہوں نے مجھے سے حکماً فرمایا تھا، کہ آپکا
یہ شاگرد جب فارغ ہوجائے تو مجھ کو دے دیں، اس لئے کہ ان کی مجھکو ضرورت ہے، میرے
مدرسہ میں دارالافتاء نہیں ہے، ان کے ذریعہ دارالافتاء قائم کرنا ہے، اس لئے میری رائے یہ
ہے کہ عید کے بعد تدریس وافتاء کے کام کے لئے ریاض العلوم گورینی جونپور چلے جاؤ، میں نے
اس کے جواب میں کہا حضرت آپ کی جیسی رائے ہو۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب فیصل آباد کے لئے روانہ ہو گئے اور حضرت مولانا
صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مجھ کو ایک خط لکھ کر دے کر چلے گئے، وہ خط
لے کر میں باندہ ہتھورہ پہونچا، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی کے ادارے میں راقم
السطور کی پہلی بار حاضری ہوئی، حضرت سے ملاقات کر کے حضرت مفتی صاحب کا مکتوب گرامی
پیش کیا حضرت قاری صاحب دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور بہت ہی اہتمام کے ساتھ مکتوب
گرامی کو بار بار پڑھا، چونکہ یہ خط پہلی بار حضرت مفتی صاحب نے حضرت قاری صاحب کو کسی کے
لئے لکھا تھا اس لئے بہت عزت و احترام کے ساتھ جامعہ عربیہ ہتھورہ کے مہمان خانہ میں میرا
قیام تجویز فرمایا، اور جب تک میرا قیام رہا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی کی
برکت سے بہت زیادہ محبت کرتے رہے اور بہت زیادہ عنایت سے سرفراز کرتے رہے۔
تقریباً چار مہینہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا۔

جب رمضان قریب آیا تو پہلے عشرہ کا اعتکاف حضرت قاری صاحب نے جامع مسجد باندہ
میں چند رفقاء کے ساتھ کیا جس میں یہ راقم بھی شریک رہا، اور وہاں کے معمولات سے ہٹ کر
راقم السطور کا معمول ظہر کے بعد ذکر جہری کا تھا ذکر سننے کے لئے سارے حاضرین میرے ارد
گرد جمع ہو جاتے تھے، اس کے ساتھ میری تراویح حضرت نے ایک مسجد میں طے کر دی تھی
اس لئے تراویح بھی میں پڑھاتا تھا، اور باقی اوقات میں میرا قیام جامع مسجد ہی میں رہا کرتا
تھا۔

دوسرے عشرہ میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختلف مقامات کا سفر ہوا کرتا تھا

اس سے فارغ ہو کر اہتمام کے ساتھ جس دن میرے قرآن کا ختم تھا، اس دن تشریف لائے
اور ختم میں شرکت فرمائی، اور ختم پر دعاء فرمایا۔

اخری عشرہ کا اعتکاف جامعہ عربیہ ہتھورہ میں حضرت نے کیا، اس اعتکاف میں راقم
السطور بھی شریک رہا۔

پہلے ہی دن حضرت نے اعلان فرمایا ہمارے یہاں ذکر کی مجلس آج تک نہیں ہوئی
لیکن اس سال کل سے ظہر کے بعد اجتماعی ذکر کی مجلس ہوا کریگی، لہٰذا سبھی حضرات ذکر کی مجلس
میں شرکت کریں اور جن حضرات کو ذکر کا طریقہ معلوم کرنا ہو وہ ہمارے مفتی حبیب اللہ صاحب
سے معلوم کرلیں، اس طرح دیگر معمولات کے ساتھ ذکر کی مجلس کا بھی آغاز ہو گیا، اور معتکفین
بہت شوق کے ساتھ ذکر میں شریک ہوتے رہے۔

اخری عشرہ کا اعتکاف بہت عافیت کے ساتھ پورا ہوا اور عید کی نماز پڑھنے کے لئے
حضرت کے ساتھ باندہ جانا ہوا۔ باندہ شہر کی ایک مسجد میں عید کی نماز ادا کی، حضرت قاری
صاحب کے حکم پر راقم السطور نے عید کی نماز پڑھائی۔

تقریباً چار مہینہ کے قیام کے درمیان حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت محبت و
شفقت سے پیش آتے رہے، قیام وطعام کا بہت اہتمام کرتے رہے، بار بار خود بھی کھانے،
پینے کے متعلق دریافت کرتے تھے، اور خرچ واخراجات کے لئے بھی کچھ پیسہ دیتے رہتے
تھے، چونکہ میں پان کا عادی تھا میرا پان دان بھی میرے ساتھ رہتا تھا، اس لئے جب باندہ شہر
جاتے تو مہوبہ کا پان جو اس علاقہ کا بہت مشہور تھا سو، پچاس لے کر آتے اور مہمان خانے خود
تشریف لاکر اپنے دست مبارک سے مجھ کو دیتے، اور یہ فرماتے مفتی صاحب میں باندہ گیا تھا،
وہاں سے میں آپ کے لئے یہ پان کا پتہ لایا ہوں جو اس علاقہ کا بہت مشہور پتہ ہے، اس
طرح جب رمضان قریب آیا تو مہمان خانے میں تشریف لائے اور مجھ کو کچھ نقد پیسے دیئے،
اور فرمایا مفتی صاحب رمضان میں اپنے لئے دودھ کا انتظام کرلیجئے گا، الغرض ہر طرح کی توجہ
اور عنایت مسلسل دوران قیام حضرت کی طرف سے حاصل رہی۔

کئی سالوں سے راقم السطور کے ذہن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں مدینہ یونیورسٹی میں جا کر تعلیم حاصل کروں، لیکن اس کے لئے جن ضروری کاغذات کی فراہمی کا مرحلہ تھا وہ بہت مشکل تھا، لیکن عید کے چند روز کے بعد راقم نے ہمت کر کے، حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت میرا ارادہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کا ہے، اور اس کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب کا توصیہ ضروری ہے لہٰذا آپ اگر کوئی سفارشی خط لکھ دیں تو میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کو دیکر ان سے توصیہ حاصل کرلوں، چونکہ یہ مجھے معلوم تھا کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت گہرا تعلق حضرت مولانا علی میاں صاحب سے ہے، حضرت تیار ہو گئے اور انہوں نے خط لکھ کر اور باضابطہ پورے راستے کی نشان دہی کی، اور یہ فرمایا کہ رائے بریلی چلے جائیں وہاں حضرت کا قیام ہے اور حضرت کو یہ خط دیکر ملاقات کرلیں جب میں ہتھورہ باندہ سے حضرت کا خط لے کر نکلا تو دوران سفر ویسے ہی خیال پیدا ہوا کہ میں دیکھوں حضرت نے کیا لکھا ہے؟ تو حضرت نے حضرت مولانا علی میاں صاحب سے جو کچھ فرمایا اس میں اہم جزء یہ تھا کہ حضرت میرا اور آپ کا تعلق صرف اللہ کے لئے اور آخرت کے لئے ہے، اللہ جانتا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی غرض اس میں شامل نہیں ہے، لیکن حامل عریضہ عزیز مفتی حبیب اللہ صاحب سے اور ان کے خاندان سے میرا اتنا گہرا تعلق ہے کہ میں مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں اس کے بعد حضرت نے توصیہ سے متعلق جو بات لکھنی تھی وہ لکھی۔

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے ارادہ بدل دیا اور حضرت مولانا علی میاں صاحب کے یہاں پہونچ کر ملاقات کر کے وہ خط پیش کرنے کے بجائے میں رائے بریلی سے الہ باد چلا گیا اور الہ باد سے پھول پور چلا گیا جہاں ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا فیاض احمد صاحب دامت برکاتہم قیام پذیر تھے اور ایک بڑا ادارہ چلا رہے تھے ان کے یہاں میں نے پوری بات پہونچ کر کے رکھی، اور اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا جو حکم تھا ریاض العلوم گورینی جونپور کے متعلق وہ بھی

بتا دیا تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ جونپور تو یہاں سے بہت قریب ہے اگر جانا ہو تو بس کے ذریعے وہاں تک پہونچنا مشکل نہیں۔

چنانچہ کل ہو کر بس کے ذریعہ جونپور اور جونپور سے گورینی پہونچا، عشاء کے وقت وہاں حاضری ہوئی تو حضرت مولانا سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ کل ہو کر حضرت کا حج کا سفر ہے، ہمارے طالب علمی کے زمانہ کے ایک بزرگ حضرت، مولانا منیر احمد صاحب بستوی جو کالینہ ممبئی کی جامع مسجد میں ایک زمانہ تک امام وخطیب رہے، وہ بھی وہاں موجود تھے، چونکہ ان سے آشنائی مظاہر العلوم سے تھی، ان کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے حضرت مفتی صاحب کی پوری بات ان سے ذکر کیا، وہ فوراً مجھ کو لے کر حضرت کے پاس گئے اور حضرت کو پوری بات بتائی حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سننے کے بعد بہت خوش ہوئے اور اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے جد و جزر میں آج تک میں فرق نہیں کر پایا فیصل آباد کے قیام کے دوران انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ حضرت آپ کی امانت رکھی ہوئی ہے اس کو وصول کر کے استعمال شروع کر دیں کہیں ضائع نہ ہو جائے، لیکن میں نہیں سمجھ سکا کہ ان کا اشارہ کس بات کی طرف ہے، آج سمجھ میں آیا کہ آپ کے بارے میں ہی وہ یہ جملہ فرما رہے تھے، بہر حال میں ملاقات کر کے چلا آیا، تھوڑی دیر کے بعد مدرسہ کے اہم ذمہ داران کی میٹنگ ہوئی اس کے بعد مجھ کو بلا کر حضرت نے یہ فرمایا کہ آپ دفتر میں جا کر کے مولانا وکیل صاحب سے مل لیں پھر دفتر پہونچا، مولانا وکیل صاحب سے ملا انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کی تقرری بحیثیت مفتی اور مدرس یہاں کر لی گئی ہے، ۲۴۵ روپیہ آپ کی تنخواہ طے پائی ہے، آپکے ذمہ کتابیں ہونگی اور افتاء کا کام ہوگا، ۴۵ روپئے خوراکی کٹنگی، اور باقی دو سو روپئے آپ کو ملینگے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے الوداعی ملاقات کر کے یہاں سے باندہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

باندہ پہونچ کر پوری تفصیل میں نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بتائی، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ میں گورینی جا کر آیا ہوں اور گورینی کی پوری بات

سنائی حضرت قاری صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ چلئے میں بھی آپ کے ساتھ دیوبند چلتا ہوں حضرت مفتی صاحب دیوبند تشریف لا چکے ہیں ملاقات بھی ہوجائے گی اور آپ کے سلسلہ میں بات بھی ہوجائے گی، چنانچہ مجھ کو لے کر حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لائے، اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی سے آدھے گھنٹے تک تخلیہ میں کچھ بات کی پھر باہر آکر مجھ سے فرمایا کہ حضرت کے ساتھ آپ کے بارے میں بات ہوگئی ہے آپ کا گورینی جانا طے ہوگیا ہے لہٰذا آپ اطمینان کے ساتھ حضرت کے ساتھ رہیں میں جارہا ہوں، چند گھنٹوں میں حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی مجھے دیوبند پہونچا کر دیوبند سے واپس آگئے۔

اس کے بعد میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے پاس رہا کل ہوکر حضرت نے فرمایا کہ بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ مدرسہ بھی دیکھ کر آگئے ، اور حضرت قاری صاحب باندوی تشریف لائے تھے، انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ آپ کا جانا وہاں مناسب ہے، اب آپ اس کے لئے تیاری کرلیں۔

رات کے وقت میں نے پوری بات گورینی کے سفر کی حضرت کو سنائی، اور اس کے ساتھ یہ جملہ بھی کہا کہ حضرت وہاں مدرسہ کے ذمہ داروں نے مجھ کو یہ بتایا کہ دوسو پینتالیس روپیہ تنخواہ ہوگی پینتالیس روپیہ ماہانہ خوراکی کٹنگی مطبخ سے جو کھانا ملے گا اس کے عوض اور دوسو روپیہ تنخواہ ملے گی میں نے عرض کیا حضرت میں بیوی بال بچے والا ہوں، شادی شدہ ہوں ایک بچی بھی ہے اور اس کے ساتھ میرے والدین بھی ہیں، بھائی بہن بھی ہیں، تو حضرت یہ سننے کے بعد بیٹھ گئے، اور مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا جس زمانے میں میں کانپور میں تھا، اس وقت میرے ایک دوست آئے اور انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب میں کئی روز سے آپکے یہاں مقیم ہوں، اور آپ کی ڈاک بھی دیکھ رہا ہوں، اور منی آرڈر بھی دیکھ رہا ہوں، اور آپ کا خرچ بھی دیکھ رہا ہوں، اور آپ کے اخراجات پر بھی نظر ہے آپ کی تنخواہ کتنی ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے کہا میں نے بہت اصرار کیا کہ مت پوچھو یہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے، لیکن انہوں نے جب بہت

اصرار کیا تو میں نے بتایا میری تنخواہ ساٹھ روپیہ ہے پچاس روپیہ مہینہ بیوی بچوں کے خرچ کے لئے گھر بھیج دیتا ہوں اور دس روپیہ ایک صاحب کو دیتا ہوں، تو وہ ایک وقت کے کھانے کا انتظام کردیتے ہیں، ایک وقت کا کھانا آتا ہے اس کو کھالیتا ہوں، اور باقی کچھ بچتا ہے تو میں ناشتے کا انتظام کرلیتا ہوں، اور کچھ بچتا ہے تو کچھ کتابیں خریدلیتا ہوں، اور کچھ بچتا ہے تو کپڑا بنوالیتا ہوں، اور کچھ بچتا ہے تو کچھ غریب بچوں کی مدد کردیتا ہوں اور کچھ بچتا ہے تو حج عمرہ کرلیتا ہوں، یہ جواب سننے کے بعد وہ شخص حیران ہوگیا اور کہنے لگا آمد وخرچ میں تو کوئی جوڑ نظر نہیں آرہا ہے یہ تو بہت بے جوڑ بات ہے، تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا یہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے آپ مت پوچھیں لیکن آپ مانے نہیں پھر سوچا کہ آپ کو بتادیتا ہوں، پھر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ پیارے جاؤ اللہ کی رضا سامنے رکھ کر کام کرنا، اور اس کے بعد شعبان میں آکر مجھ کو بتانا کہ تنخواہ کتنی تھی اور خرچ کتنا تھا، آگے پھر میں نے کچھ نہیں کہا۔

اس کے بعد کل ہوکر حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہے کہ میرے یہاں تو آنا جانا لگارہے گا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدینہ سے فیصل آباد میں اعتکاف کر کے تشریف لائے ہوئے ہیں، اور چند روز کا قیام ہے، اس کے بعد پھر وہیں چلے جائیں گے، چونکہ ہجرت کرچکے ہیں لمبا قیام یہاں کا نہیں ہے، اس لئے میری رائے ہے کہ تم جاکر وہاں ایک چلہ یعنی چالیس دن ٹھہر جاؤ اس کے بعد وہاں سے ریاض العلوم گورینی چلے جانا چنانچہ حضرت کے حکم پر میں وہاں سے سہارنپور کے لئے روانہ ہوگیا اور حضرت نے باضابطہ یعنی اہتمام کے ساتھ ایک رقعہ یعنی ایک خط حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھ کردیا، میں جب سہارنپور پہونچا تو کتب خانہ یحیوی کے پاس بھائی طلحہ موجود تھے، میں نے ان کو خط دیا کہ حضرت مفتی صاحب نے یہ خط دیا ہے وہ دوڑتے ہوئے ننگے پاؤں لے جاکر حضرت شیخ کو پیش کیا اور کہنے لگے کہ مفتی جی تو کبھی خط لکھتے نہیں ہیں کیا بات ہے؟ کوئی خاص بات ہے حضرت مفتی صاحب نے اس میں مجھ سے متعلق کچھ باتیں لکھی تھیں۔

بہرحال جب حضرت کے یہاں پہونچ گیا تو اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو بلایا، اور بلانے کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ پیارے یہ اپنی جگہ ہے تم یہاں رہ چکے ہو، کوئی دقت نہیں ہے، مہمان خانے میں قیام کرلو پھر مجھ سے حضرت شیخ نے معمولات پوچھے میں نے اپنے معمولات بتائے، اس کے بعد فرمایا ٹھیک ہے صبح کے ساتھ شام کو بھی ذکر کی مجلس ہوتی ہے اس میں آجایا کرو چنانچہ چالیس دن میرا قیام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا، بہت قریب سے حضرت کی مجلسوں کو، اور حضرت کی ذکر کی محفلوں میں شرکت کرنے کا موقع ملا اور حضرت کے یہاں جو اکابرین آتے تھے، ان سے ملاقات اور ان کو دیکھنے کا موقع ملا۔

چالیس دن جب مکمل ہو گئے تو وہاں سے بقرہ عید کے بعد میں ریاض العلوم گورینی کے لئے روانہ ہوا۔ شاہ گنج جب میں پہونچا تو وہاں ایک طالب علم مجھ کو ملا میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام مظفر ہے، میں نے کہا کہاں سے آرہے ہیں، کہا تھانہ بھون سے کہاں جانا ہے کہا ریاض العلوم گورینی بہرحال وہ ساتھ ہوئے اور میرا سامان لیا، اس طرح میں ریاض العلوم گورینی پہنچ گیا، ریاض العلوم گورینی پہونچنے کے بعد، میں نے بہت اہتمام کے ساتھ امور مفوضہ کی انجام دہی شروع کی، اور اللہ نے جو موقع دیا، اس کو غنیمت سمجھا، پہلا کام تو یہ کیا کہ پہونچنے کے بعد میں نے تین بزرگوں کو خط لکھا ایک تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو، اور ایک حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کو، اور ایک حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی کو، اور تینوں حضرات سے دعا کی درخواست کی، تینوں حضرات نے جو جواب لکھا، اس جواب کا حاصل یہ تھا کہ عزیزم (۱) مدرسہ کے کام کو اپنا کام سمجھکر کرنا۔ (۲) مدرسہ کے انتظامی امور میں کوئی دخل اندازی نہ کرنا۔ (۳) ڈیوٹی سمجھ کر کام مت کرنا بلکہ ہر کام کو اپنا کام سمجھ کر کرنا۔

چنانچہ الحمدللہ اپنے اکابرین کی نصیحت کے مطابق میں نے کام شروع کیا، اور ایک لمبے وقفہ تک کام کرتا رہا، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ جب حج سے تشریف لائے۔ تو

انہوں نے اپنے برخوردار نائب ناظم کو بلا کر پوچھا کہ بھائی ہمارے مفتی صاحب کیسے ملے؟ اور کیسے رہے؟ تو انہوں نے یہ جملہ کہا جس کو حضرت نے بلا کر مجھ سے خود ہی نقل فرمایا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس سے جب پوچھا تو اس نے کہا کہ حضرت اس کے اندر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں تسویف نہیں ہے یعنی کسی کام کے لئے ٹال مٹول نہیں ہے۔ بلکہ کل کے کام کو وہ آج کرتے ہیں۔ بہرحال جانے کے بعد افتاء کی ذمہ داری میرے سپرد ہوئی، اس کے ساتھ تدریس کے لئے۔ قطبی، میبذی اور شرح تہذیب، گلستاں وغیرہ اور اس کے ساتھ دوسری فنی کتابیں مجھے دی گئیں، الحمدللہ میں نے پوری صلاحیت اس پر صرف کی، اور پوری محنت اور کدو کاوش کے ساتھ، پورے اخلاص کے ساتھ کام شروع کیا، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے درجنوں مرتبہ وہاں کے صدر المدرسین کو مخاطب کر کے فرمایا بھائی آپ اتنے دنوں سے افتاء کا کام کرتے رہے۔ لیکن کوئی سوال نہیں آتا تھا۔ لیکن جب سے ہمارے مفتی صاحب آئے ہیں۔ جب سے ماشاء اللہ سوالات کی بھرمار رہتی ہے۔

جب تک میں ریاض العلوم گورینی میں رہا میں نے اس کا پابند اپنے کو بنا کر رکھا، کہ ہر استفتاء کا جواب حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کو دکھاتا تھا اور ان سے تائیدی دستخط کے بعد ہی مستفتی کے حوالہ کرتا تھا۔

الحمدللہ چند ہی سال میں پھر وہاں دورۂ حدیث اور اس کے ساتھ افتاء کا باضابطہ نظام بنا کر حضرت مولانا کے مشورے سے دورۂ حدیث اور افتاء کی تعلیم بھی شروع کرایا۔ اور الحمدللہ بتدریج اس میں اضافہ ہوا دارالعلوم دیوبند تک اس وقت یہ شور تھا کہ دارالعلوم دیوبند سے اچھی تمرین افتاء کی ریاض العلوم گورینی میں ہو رہی ہے، اور الحمدللہ بڑی محنت کے ساتھ طلبہ بھی کتابوں کے ساتھ تمرین پر محنت کرتے تھے، اللہ کا شکر ہے تقریباً پندرہ سال کا وقت حضرت مولانا عبدالحلیمؒ صاحب کی سرپرستی میں گذرا اور حضرت مولانا شفقت کا معاملہ فرماتے رہے۔ بالآخر اللہ کی تقدیر اور اللہ کے فیصلہ کے تحت ۱۹۹۳ء میں مجھے مستعفی ہونا پڑا۔ اور وہ استعفاء بھی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کی اجازت کے بعد میں نے دفتر اہتمام کے سپرد کیا۔ پہلے حضرت

کے برخوردار حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندوی نے حضرت سے میری ترک ملازمت کے اسباب کے سلسلے میں بات کی اور اس کے بعد حضرت کی اجازت کے بعد پھر مدرسہ سے حساب کتاب ہوا، اور وہاں سے میں پھر روانہ ہو کر دار العلوم مہذب پور پہونچا، یہاں آنے کے بعد میں نے جو کام شروع کیا۔ انشاء اللہ اس کو بعد میں عرض کرونگا۔

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور ضلع اعظم گڑھ یوپی میں جب راقم السطور یہاں کے احباب کے اصرار پر حاضر ہوا تو یہاں آنے کے بعد سوائے ناہموار زمین کے اور کوئی چیز نہیں تھی، ساتھ، آٹھ، بیگھہ کا ایک پرانا باغ تھا جس میں اس علاقے کے دیندار حضرات بالخصوص ہمارے محسن وکرم فرما حاجی اقبال احمد صاحب قاصد مہذب پوری کی دیرینہ خواہش کی بنا پر یہاں دار العلوم کے قیام کی ضرورت جو اس علاقے کے لوگ محسوس کر رہے تھے، اس کے لئے راقم کو روکا گیا، اور خواہش کا اظہار کیا گیا۔

چنانچہ ۱۹۹۳ء کے اخیر سے بلکہ یوں کہا جائے ۱۹۹۴ء کے شروع سے جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور کی راقم نے بنیاد ڈالی۔ اور کام شروع کیا ۱۹۹۴ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک بہت مشکل حالات رہے، معاونین کا تعاون بھی بہت کم تھا لیکن ۲۰۰۰ء سے اللہ نے اس طویل مجاہدہ کو قبول فرما کر غیبی مدد فرمائی، اور نصرت خداوندی کے تحت غیبی دروازے کھلے اور غیبی مدد شامل حال ہوئی۔ اور اس کے بعد تعمیری کام بھی سلیقے سے شروع ہوا جو دو ہزار سے لے کر ۲۰۰۷ء تک مکمل ہو گیا۔

اب تو الحمد للہ چھوٹے بڑے پچاسی کمرے ہیں اور طویل وعریض کشادہ ایک بڑی مسجد ہے، اور اس کے ساتھ کتب خانہ دار الحدیث، دار الافتاء، دار التصنیف و التالیف، دار المعلومات، دار التحفیظ، یہ ساری چیزیں تعمیر ہو چکی ہیں، مطبخ اور اس کے ساتھ متصل طویل و عریض دار الطعام یعنی ڈائننگ ہال اور اس کے علاوہ، بہت سے غسل خانے استنجاء خانے ۳۲ر بیت الخلاء حوض اور بنیادی ضرورت کی ساری چیزیں مہیا ہو چکی ہیں، چھ کمپیوٹر پر مشتمل کمپیوٹر ہاؤس بھی موجود ہے۔

کئی سالوں سے جامعہ میں دار الافتاء کا قیام عمل میں آنے کے بعد افتاء کی تعلیم مستقل ہوتی رہی، فقہی اجتماع اور اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے رکن کی حیثیت سے وہاں سے آنے والے سوالات کے جوابات بشکل مقالہ یہ راقم بھیجتا رہا، اور ان سیمیناروں اور اجتماعات میں بھی شرکت کرتا رہا، تعلیم الحمد للہ پرائمری شعبہ حفظ اور عربی فارسی دورۂ حدیث تک ہوئی، اور باضابطہ دورہ حدیث کی تعلیم بھی ہوئی اور اس راقم نے بخاری شریف، ترمذی شریف پڑھایا، افتاء باضابطہ منظم انداز میں شروع ہوا اور مسلسل کئی سال تک افتاء کی تعلیم ہوتی رہی ماضی میں ایسا بھی وقت آیا کہ پچاس طلبہ یہاں کے شعبہ افتاء میں موجود رہے، جو ریکارڈ ہے اتنی بڑی تعداد ہندوستان کے کسی ادارہ میں کبھی نہیں ہوئی لیکن طلبہ کی خواہش اور چاہت اور اصرار کی بنیاد پر یہ تعلیمی نظام بھی شروع رہا، ماضی میں کئی سال تخصص فی الحدیث کی بھی تعلیم ہوتی رہی، اور ماشاء اللہ بیس طلبہ تخصص فی الحدیث میں موجود رہے اور فیض یاب ہوئے۔

کئی سال کی بات ہے، یہاں کے اساتذہ میں ایک استاذ تھے جو نئے فاضل تھے دار العلوم دیوبند سے یہاں آئے تھے، ان کی یہ خواہش ہوئی کہ میرے مکتوب فتاویٰ کی اشاعت ہو میں نے بہت معذرت کی لیکن ان کے بہت اصرار کے بعد میں نے اجازت دے دی، اور تقریباً بیس سال پہلے انہوں نے اس کی پہلی جلد مرتب کر کے مجھے دکھایا اور دلی سے حبیب الفتاویٰ کی پہلی جلد شائع ہوئی، یکے بعد دیگرے اس طرح سے تصنیف کا کام چلتا رہا۔ بعض میرے مخلص تلامذہ اور رفقاء کی کاوش کا نتیجہ ہے کہ چھ جلدیں حبیب الفتاویٰ کی وجود میں آگئیں، اور چھپنے کے بعد اکابرین امت کے ہاتھ میں پہونچ گئیں جن اکابرین نے دیکھا پسند کیا ان کے تاثرات بھی آپ حبیب الفتاویٰ مبوب مرتب محقق اور جدید ترتیب میں پڑھینگے، ہمارے اکابرین نے بھی ان فتاویٰ کو پسند کیا، اور ان کی تحریرات بھی یہاں موجود ہیں۔

لیکن بہت دنوں سے یہ خواہش تھی کہ اس کی ترتیب جدید عمل میں آئے، اور اس کے ساتھ اس پر تحقیق وتعلیق کا کام بھی ہو اللہ پاک جزاء خیر دے، میں بے حد ممنون ہوں اپنے ان تمام تلامذہ کا جو ۱۴۴۰ھ ۱۴۴۱ھ میں افتاء میں یہاں زیر درس رہے ان میں سے بالخصوص

عزیزم ''مفتی عبد النور قاسمی جیبی سلّمہٗ'' اور ان کے تمام رفقاء مفتی شہادت حسین قاسمی، مفتی کبیر الاسلام قاسمیؔ، اور دوسرے ان کے تمام وہ رفقاء جنہوں نے بہت محنت وکدو کاوش کے بعد اس کو نئی شکل دی، اور اس کی تحقیق وتعلیق کا کام کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام عزیزوں کی محنت کو قبول فرمائیں، ان کو جزا خیر عطا فرمائے۔

اور پھر اس کے بعد مکتبہ طیبہ کے مالک مولانا طیب صاحب قاسمی جن کا مکتبہ طیبہ کے نام سے دیوبند میں ایک کتب خانہ بھی ہے ان کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کی خواہش ظاہر کی کہ ترتیب جدید اور تعلیق وتحقیق کے ساتھ حبیب الفتاویٰ کی میں اشاعت کروں، چنانچہ میں نے ان کو اس بات کی اجازت دے دی۔

الحمدللہ نئی تحقیق تعلیق کے ساتھ حبیب الفتاوی، اب آپ کے ہاتھ میں موجود ہے، دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو قائم و دائم رکھے، اور باقی جلدیں پایۂ تکمیل کو پہونچ جائیں اور ہم سب کے لئے نجات اخروی کا ذریعہ بنائے امین۔

فقط والسلام

مفتی حبیب اللہ قاسمیؔ

رئیس دار الافتاء والارشاد

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

۲۲/۱۱/۱۴۴۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضراتِ فقہاء کرام کو حکماءِ اسلام کہا کرتے تھے۔ علم فقہ، قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہے۔ یہ فقہاء اسلام اور ان کی شبانہ روز کی انتھک جد وجہد کا یہ عظیم سلسلہ نہ ہوتا اور قرآن وحدیث سے استخراج کردہ مسائل واحکام، فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں مدوّن نہ ہوتے تو دین وشریعتِ حقہ پر صحیح عمل غیر ممکن ہوتا، بلاشبہ یہ احسان ہے ان فقہاء کرام کا۔ چنانچہ ہر دور اور دائرے میں اسلام کے اس اہم ترین موضوع سے متعلق معتبر مجموعہَ فتاویٰ کی اشاعت کا زرّین اور عظیم سلسلہ رہا ہے۔

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے، یہاں کتب خانے ہمیشہ سے ایسی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔ انہیں کتب خانوں میں ایک کتب خانہ ''مکتبہ طیبہ'' بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات، تفسیر، حدیث اور فقہاء وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ بنائی ہے، ایک زرّین ریکارڈ قائم کیا ہے۔

مکتبہ طیبہ، آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے، کہ وہ وقت کا نہایت عمدہ ایک مجموعہَ فتاویٰ، بنام ''حبیب الفتاویٰ'' شائع کرنے جارہا ہے۔ یہ مجموعہَ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن صاحب کے شاگرد ہیں اور آپ کے معتمد بھی ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہَ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا، اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے بیش از بیش قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

جا بجا دیکھا جہاں دیکھا صحیح پایا

تقریظ: حضرت الحاج مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عزیز محترم زادت مکارمکم ومعالیکم .... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنعزیز سلّمہٗ تو ثقہ ہیں اور صاحب عقل سلیم وصاحب فہم صحیح ہیں ''حبیب الفتاویٰ'' جا بجا دیکھا جہاں دیکھا صحیح پایا، اس لئے امید ہے کہ جوابات صحیح ہی ہوں گے۔ جماعت اسلامی کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے حکم سے آنعزیز کے فہم ونباہ پر بیحد مسرت ہوئی۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں اور فلاح دارین کی اعلیٰ دولت سے نوازیں، آمین۔

والسلام
(مفتی) نظام الدین
مفتی دارالعلوم دیوبند

مفتی صاحب کافی عرصہ سے افتاء وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ
سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ

باسمہٖ تعالیٰ

عزیز مکرم مفتی حبیب اللہ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند ماشاء اللہ جید الاستعداد عالم ہیں، کافی عرصہ سے افتاء وتدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، موصوف نے مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور میں حضرت مولانا الحاج عبد الحلیم صاحبؒ کی زیر نگرانی کافی عرصہ تک افتاء کی خدمت انجام دی ہے اسی زمانہ میں جو فتاویٰ آپ نے لکھے ہیں بغرض نفع حبیب الفتاویٰ کے نام سے مجموعہ مرتب کیا ہے جو انشاء اللہ اشاعت کے مراحل سے گزر کر جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے، عزیز مکرم نے اپنے حسن ظن کی بنا پر یہ مجموعہ احقر کے پاس بھی بغرض تقریظ بھیجا مگر اپنی علالت اور مصروفیت کی بنا پر صرف سرسری طور پر دیکھ سکا، اس لئے بھی ضرورت نہ سمجھی کہ حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ کی نگرانی صحت کے لئے بڑی ضمانت ہے، امید قوی ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ عام وخاص کے لئے مفید ہوگا، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل واخلاص میں مزید برکت عطا فرمائے اور ظاہری وباطنی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

(حضرت مولانا مفتی) مظفر حسین (صاحب)
ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ماشاءاللہ مفتی صاحب نے سارے مسائل کا جواب تحقیقی طور پر لکھا ہے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ
مفتی دارالعلوم دیوبند (انڈیا)
وخلیفہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس دور میں مسلمانوں میں مذہبی بیداری نے نئی کروٹ لی ہے کہ وہ مسائل شرعیہ معلوم کئے بغیر کوئی کام نہیں کرتے، اسی طرح علمائے اسلام میں بھی بیداری آئی ہے کہ ان کی انگلی ملت کی نبض پر ہے اور وہ برابر مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ فراہم کر رہے ہیں تاکہ عوام وخواص بغیر کسی محنت کے احکام دینی کو باضابطہ معلوم کرلیں اور ان پر عمل پیرا رہیں۔

ابھی یہ معلوم ہوکر دلی مسرت ہوئی کہ ملک کے مشہور ومقبول مفتی حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب قاسمی زید مجدہ نے اپنے فتاویٰ کی پہلی جلد مرتب کرلی ہے۔ بلکہ اس کی کتابت بھی ہو چکی ہے خاکسار نے جستہ جستہ اسے دیکھا بھی، ماشاء اللہ مفتی صاحب موصوف نے سارے مسائل کا جواب تحقیقی طور پر لکھا ہے، زبان سلیس اور عام فہم ہے، تقریباً تمام جواب کا حوالہ بھی درج ہے جس پر اعتماد ہر موافق ومخالف کے لئے آسان ہوگیا ہے۔

مفتی صاحب موصوف شروع جوانی سے درس وتدریس کے ساتھ یہ خدمت بھی انجام دیتے آرہے ہیں۔ ماشاء اللہ وہ اس باب میں کسی تحریر کے محتاج نہیں ہیں، ان کو کار افتاء پر پورا عبور حاصل ہے اور جو کچھ لکھتے ہیں پورے تیقن کے ساتھ لکھتے ہیں کہیں تذبذب نہیں پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ موصوف کے فتاویٰ کی یہ جلد ملت کے ذخیرہ کتب میں ایک قیمتی اضافہ ہے

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس گراں قدر خدمت کو قبول فرمائے اور خواص وعوام کو اس سے استفادہ کا موقع عنایت فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ○

طالب دعا
مفتی ظفیر الدین
مفتی دارالعلوم دیوبند (انڈیا)
۲۵/رجب ۱۴۲۰ھ

مفتی صاحب موصوف علم وافتاء کا ستھرا ذوق اور نظر عمیق رکھتے ہیں کتاب لائق عمل اور فتاویٰ لائق وثوق ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب مدظلہ
صدر مفتی وشیخ الحدیث مدرسہ بیت العلوم، سرائے میر اعظم گڑھ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی اٰلہٖ واصحابہ الطیبین الطاہرین

یہ ناکارہ محمد حنیف غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ جناب مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زادمجدہ اور یہ ناکارہ دونوں ہی عرصہ دراز تک مدرسہ ریاض العلوم گورینی ’’جونپور‘‘ میں خدمت افتاء کے لئے ماموراور مقرر تھے اس ناکارہ کی مدت اقامت مکمل ۲۸ سال ہے الا قلیل اور مفتی صاحب موصوف بھی کم وبیش دس بارہ سال اس خدمت کا حق ادا فرماتے رہے۔ میں یہ بات بصمیم قلب عرض کرتا ہوں کہ مفتی صاحب موصوف علم وافتاء کا ستھرا ذوق اور نظر عمیق رکھتے ہیں تحریر وتقریر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں چنانچہ ریاض العلوم میں قیام کے زمانہ میں اس ناکارہ نے خود اور مفتی صاحب زادمجدہ نے کتنے فتاوے لکھے اس کا صحیح عدد تو بس خدا ہی کو معلوم ہے اس ناکارہ نے جو کچھ لکھا تھا اس پر اکثر پر حضرت الاستاذ مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ کے توثیقات وتصدیقات ثبت ہیں اسی طرح مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب مدظلہ نے بھی اپنے زمانہ قیام میں نوازا ہے وعلیٰ ہذا ان کے فتاویٰ جس طرح مرشد امت کی تصدیقات سے مصدق ہیں اس ناکارہ کی نظر سے بھی گذرے ہیں اور خون لگا کر شہیدوں میں نام میرا بھی ہے یعنی امضاءات اس ناکارہ کے بھی ہیں ’’خدا کرے کہ میرا قلم اور اس کا نقش دھبہ نہ بنے‘‘ باقی چونکہ یہ سارے فتاوے الا ماشاء اللہ اس ناکارہ کی نظر سے بھی گذرے ہیں اور مرشد امت نوراللہ

مرقدہ کے بھی نظرنواز ہیں۔ اس لئے میں بے بضاعتی کے باوجود یہ کہنے کی جرأت کررہا ہوں کہ کتاب لائق عمل اور فتاوے لائق وثوق ہیں یہ اور بات ہے کہ کتاب اللہ کے سوا کسی کتاب کے لئے صدق وصواب کا سوفی صدی دعویٰ بے جا جسارت ہے۔ اللہ رب العزت موصوف کی سعی کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے، آمین ثم آمین۔

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی ہندوستان کے ممتاز اصحابِ افتاء میں سے ہیں

تقریظ: مجاہدِ ملت مفکرِ اسلام حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ
قاضی القضاۃ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ ونائب امیر شریعت بہار واڑیسہ
وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ انڈیا وجنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

QAZI MUJAHIDUL ISLAM QASMI	قاضی مجاہد الاسلام القاسمی
Chief Qazi Imarat-e-Shariah, patna	رئیس هيئة القضاء للامارة الشرعية
Secretary General IFA (India)	الأمين العام لمجمع الفقه الاسلامي (الهند)
Secretary General AIMC	الأمين العام للمجلس الملي الاسلامي الهند

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ ہندوستان کے ممتاز اصحابِ افتاء میں سے ہیں، مجھے یہ جان کرخوشی ہوئی کہ حضرت موصوف کے فتاویٰ کا مجموعہ مرتب ہوکر شائع ہونے جارہا ہے، جستہ جستہ بعض فتاویٰ میں نے دیکھے، خواہش تھی کہ حرفاً حرفاً پڑھ کران فتاویٰ سے استفادہ کروں لیکن خرابیٔ صحت کی وجہ سے محروم رہا۔

تحقیقاتِ علمیہ میں دورائے ہونا اورحق کواپنی رائے میں محدود نہیں ماننا،علماءحق کا شیوہ رہاہے۔اس طرح افادہ اوراستفادہ کی راہ کھلتی رہتی ہے اورشریعت کی وسعت اوررحمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب کے اس مجموعہ فتاویٰ سے عوام وخواص کو فائدہ ہوگا۔اوردعاہے کہ مفتی صاحب کے اس عمل کواللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین! فقط

دعاگو

(قاضی) مجاہد الاسلام قاسمی — قاضی مجاہد

مفتی حبیب اللہ صاحب کو اللہ نے ہمہ جہت صلاحیت سے نوازا ہے

تقریظ: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت اوراس کی راحت وسکون کے لئے یہ خوبصورت اور وسیع کائنات سجائی ہے،لیکن انسان کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ہر چیز کو اپنی خواہش اور چاہت کے مطابق استعمال کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو حلال قرار دیا اور کچھ چیزوں کوحرام فرمایا،حلال وحرام کے اس قانون میں بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، جن چیزوں کوحرام قرار دیا گیا ہے، ان میں انسان کے لئے مادی یا اخلاقی مضرت ہے،گوانسان اپنی کوتاہ علمی اورقصورفہمی کی وجہ سے اس کوسمجھنے سے عاجز ہے،لیکن بہرحال اس میں انسان ہی کا مفاد ہے،اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں ایک اصولی بات فرمائی ہے کہ''طیبات'' یعنی پاکیزہ ومفید چیزیں انسان کے لئے حلال کی گئی ہیں، اور''خبائث'' یعنی ناپاک ونقصان دہ چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف:۵)

طیبات اورخبائث میں بہت سی ایسی اشیاء اورافعال ہیں جن کاادراک محض عقل سے نہیں کیا جاسکتا اورفطرت کی آواز پر انہیں سمجھا جاسکتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کومبعوث فرمایااورانہیں ایسی شریعت عطافرمائی گئی جس میں زندگی کےتمام گوشوں سے متعلق احکام موجود ہیں، اور یہ سلسلہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، نیز آپ کو یہ فریضہ سونپا گیا،کہ انسانیت کواحکام خداوندی کی تعلیم دیں اورشریعت الٰہی کے سانچے میں ان کی زندگی کو ڈھالیں۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ:۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرسلسلۂ نبوت کے ختم ہوجانے کالازمی تقاضایہ ہے کہ آپؐ کے

بعد وہ لوگ احکام شریعت کی رہنمائی کریں جو اہل علم ہوں، اس لئے آپؐ نے علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا: **إنما العلماء ورثة الأنبياء** اور عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ احکام شرعیہ میں علماء سے استفادہ کریں: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ اسی لئے عہد صحابہ سے آج تک ہر دور میں علماء فتاویٰ کے ذریعہ امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ برصغیر ہند میں فتاویٰ کا ایک مؤثر نظام سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے قائم ہے، اور دینی مدارس نے جہاں مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا ہے اور اسلام کی حفاظت گاہیں بنا کر امت کو فکری وتہذیبی ارتداد سے بچایا ہے، وہیں ان کے لئے دینی رہنمائی کی بھی مختلف صورتیں پیدا کی ہیں، جن میں سب سے اہم فتاویٰ کا نظام ہے، ہندوستان میں فقہ اسلامی کی خدمات کے سلسلے میں جو بھی تاریخ لکھی جائے گی، فتاویٰ کی یہ خدمات اس تاریخ کا ایک جلی عنوان ہوگا، اردو زبان میں فتاویٰ کے کئی مفید مجموعے مرتب ہو چکے ہیں، اور وہ احکام شریعت کے سلسلہ میں امت کی رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں، اس سلسلے کی ایک کڑی محب گرامی حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زیدت حسناتہ، کے فتاویٰ کا مجموعہ ''حبیب الفتاویٰ'' ہے، جس کی دو جلدیں پہلے طبع ہو چکی ہیں اور تیسری جلد میرے سامنے ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ہمہ جہت صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ دار العلوم دیوبند کے ممتاز فضلا میں ہیں طویل عرصہ تک ''مدرسہ ریاض العلوم گورینی'' میں حدیث اور دوسری فقہی کتابوں کا درس دے چکے ہیں، اور ایک مقبول مدرس کی حیثیت سے ان کی شناخت رہی ہے، تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، اور بیس سے زیادہ آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات ہیں، عرصہ تک ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' کی ادارت سے منسلک رہے ہیں، اور تقریر وخطابت کے میدان کے گویا شہسوار ہیں، اور گھنٹوں لوگ ان کے مواعظ نہایت دل چسپی اور عبرت پذیری کے ساتھ سنتے ہیں، فقہ وفتاویٰ میں استاذ گرامی حضرت مولانا

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ جیسے فقیہ النفس عالم سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا ہے اور عرصہ تک ان کی خدمت کی سعادت حاصل کی ہے، انہیں طویل عرصہ تک فتاویٰ نویسی کا بھی موقع ملا ہے، چنانچہ ان کے مجموعہ فتاویٰ میں فہم سلیم، اور کتابوں سے مسائل کے استخراج کی بھرپور صلاحیت کی شہادت موجود ہے۔

تدریس وتصنیف اور افتاء وخطابت کے ساتھ ساتھ کوچۂ عشق ومعرفت کا بھی سفر کیا ہے، اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوریؒ جیسے بزرگوں کی صحبت سے فیض اٹھایا ہے، اور ان کی اجازت واعتماد سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔

اس حقیر کو ''حبیب الفتاویٰ'' کی تینوں جلدوں سے جستہ جستہ استفادہ کا شرف حاصل ہوا، ما شاء اللہ جوابات واضح، اور عام فہم ہیں، اور ہر مسئلہ میں حوالہ لکھنے اور حوالہ کی عبارت درج کرنے کا اہتمام ہے، اس طرح یہ مجموعہ عوام کے لئے تو مفید ہے ہی، خواص کے لئے بھی قابل استفادہ ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور لوگوں کو اس سے نفع پہنچائے ''**وبالله التوفيق، وهو المستعان**''۔

خالد سیف اللہ رحمانی

خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

نزیل دار العلوم مہذب پور

۵ رصفر ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴ رفروری ۲۰۰۷

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی کہنہ مشق مفتی ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبیداللہ اسعدی صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

یہ دین، دین محمد، آخری وابدی دین ہے، جو ہر اعتبار سے کامل ومکمل ہے (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا) ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا رسل'' اور قیامت تک ساری انسانیت کا رہبر ورہنما ومشکل کشا ہے۔ اوراس کے مشکل کشائی کی ذمہ داری علماء دین کی ہے۔ اس واسطے کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ووارث ہیں (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) اور (علماء امتی مصابیح ھذہ الامۃ) اور ان کے کارنبوت کی حفاظت وبقاء اورنشر واشاعت کے ذمہ دار ہیں، اورتاریخ شاہد ہے کہ ملت کاکسی قسم کا پر پیچ مسئلہ، عقیدہ کا ہو یا عمل کا، ایسا نہیں رہا کہ جس کوعلماء امت نے کتاب وسنت کی روشنی میں حل اورواضح نہ کیا ہو۔

اور یہ سلسلہ الحمدللہ ماضی سے تاحال جاری ہے اورانشاءاللہ تاقیامت جاری رہے گا۔

ان آخری صدیوں کی پر پیچ گھاٹیوں اوردقت طلب نت نئے مسائل میں بھی علماء امت اورفقہاء ملت اس کام کو برابر انجام دے رہے ہیں، سوسال سے زائد عرصے سے برصغیر میں یہ قیادت علماء دیوبند کو حاصل ہے اوراس سلسلہ کے اکابر اوران کی تربیت کی برکت سے اصاغر اس کام کوبحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

چنانچہ اس کی برکت سے آج ہمارے پاس جہاں ماضی کے فقہاء کے فتاویٰ اور کاوشوں کاایک ذخیرہ ہے اس عہد کے ممتاز اہل افتاء کے فتاویٰ کا بھی قیمتی مجموعہ دستیاب ہے فتاویٰ رشیدیہ، امداد الفتاویٰ، کفایت المفتی وغیرہ اس سلسلہ کے شاہکار ہیں۔

اور اب عہد درعہد تلامذہ درتلامذہ کی کاوشیں نئے حالات اور نئے مسائل پر مشتمل سامنے آرہی ہیں اورامت کو بصیرت وہدایت فراہم کررہی ہیں۔

ہم لوگوں کے احباب میں جن حضرات کو اس کام کی سعادت حاصل ہے اوران کی فقہی کاوشیں بھی منظر عام پر آکر ہدایت کا کام کررہی ہیں، ان میں ہمارے رفیق وصدیق حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زیدمجدہ، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ یوپی، انڈیا کا بھی اسم گرامی کافی روشن ہے جو ایک کہنہ مشق مفتی کے ساتھ بے بدل خطیب بھی ہیں اور کامیاب وتجربہ کار مدرس کے ساتھ صاحب قلم بھی ہیں، جن کو فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شرف تلمذ حاصل ہے اورحضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب وحضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کی دعاؤں اور شفقتوں کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کی نگرانی وتربیت ایک زمانۂ دراز تک حاصل رہی ہے، ان حضرات کی حیات ہی میں ان کے قلم کی بہت سی نگارشات نظرنواز ہوکر قبولیت عامہ حاصل کرچکی ہیں۔ مختلف عناوین کے ساتھ فقہ وفتاویٰ خصوصیت کے ساتھ موصوف کا محور قلم رہا ہے، اور دقیق النظری کے ساتھ ہر فتوے کا جواب لکھنا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ موصوف کے اکثر فتاویٰ اکثر اکابر فقہاء ومفتیان کرام کی نظروں سے گذرے ہیں اوران کی تصدیق وتائید سے وہ مؤید ہیں، درجنوں کتابوں کے ساتھ ان کے فقہی رسائل کا مجموعہ بھی ''تحقیقات فقہیہ'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے اوران کے قلم سے لکھے ہوئے فتاویٰ کا سلسلہ اب بفضلہ تعالیٰ چوتھی اور پانچویں جلد تک پہنچ رہا ہے۔

احقر حضرت مفتی صاحب کوان کے اس عظیم کارنامے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

اور دعاء گو ہے کہ اللہ پاک ان کی علمی کاوشوں کو قبول فرمائے اوراس کی برکت سے صاحب فتاویٰ کا فیض عام وتام فرمائے۔

راقم! عبیداللہ الاسعدی

استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ ۱/۱/۱۴۲۹ھ- 11 01 2008

فتاویٰ کا یہ مجموعہ معتمد اور قابل استفادہ اور رہنمائے راہ ہے

تقریظ: حضرت مولانا عبد الرشید صاحب دامت برکاتہم
ناظم تعلیمات مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم، سرائے میر، اعظم گڑھ (یو، پی)

حامدا و مصلیا و مسلما امابعد

حبیب مکرم جناب مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی زاد فضلہ بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ کے فتاویٰ کی کاپیاں نظرنواز ہوئیں مفتی صاحب موصوف الموقر کے فتاویٰ کے سلسلہ میں یہ نسبت کافی ہے کہ آنمحترم نے ایک مدت تک حضرت مرشد امت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ بانی مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور یو پی کی نگرانی اور فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم حال شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ کی نگرانی اور معیت ورفاقت میں مشرقی یو پی کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور میں فتویٰ نویسی کا قابل اعتماد کارنامہ انجام دیا ہے۔

مفتی صاحب کے فتاویٰ کے تعارف کے لئے میرا تعارف نامہ سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے تاہم تعمیل ارشاد میں یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ معتمد اور قابل استفادہ اور رہنمائے راہ ہے۔ اللہ پاک قبولیت سے نوازیں اور افادہ واستفاضہ عام فرمائیں البتہ عوام الناس کے لئے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پیش آمدہ حالات میں کتاب سے مسئلہ دیکھ کر ہر باب میں عمل درآمد نہ شروع کردیں بلکہ کسی ماہر فن سے مراجعت کرلیں کیونکہ شکلوں کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں فتویٰ نویسی نہایت مشکل امر ہے ہر شخص میں اس کی صلاحیت نہیں کہ خود مسائل کو حالات پر منطبق کرسکے۔ انما شفاء العی السوال.

حبیب الفتاویٰ کے مسائل مدلل اور صحیح نظر آئے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا ومصلیًا فتاویٰ نویسی انتہائی مشکل اور اہم ترین کام ہے، جزئیات کے فرق سے حالات اور عرف کے بدلنے سے مسائل اور احکام بھی بدل جاتے ہیں جولوگ کتب فتاویٰ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور فقہ کے اصول وفروع سے پوری واقفیت رکھتے ہیں، اور مستند تجربہ کار مفتی کے پاس رہ کر فتاویٰ نویسی سیکھ چکے ہیں، وہی اس خدمت کو کماحقہ انجام دے سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ جو ان صفات کے حامل ہیں اور کافی دنوں تک مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دے چکے ہیں، موصوف کے فتاوے کو حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری اور حضرت مولانا محمد حنیف صاحب کی تصدیقات بھی حاصل ہیں، یہ ان ہی کے فتاوے کا مجموعہ ہے، اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے میں نے بالاستیعاب تو نہیں دیکھا، البتہ کہیں کہیں سے دیکھا مسائل صحیح اور مدلل نظر آئے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قبولیت سے نوازے اور مفتی صاحب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کے مرتب کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

متعدد فتاویٰ کو بغور دیکھا بحمد اللہ درست وقابل اطمینان پایا

تقریظ: حضرات مفتیان دارالافتاء مظاہر علوم، سہارنپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد

علم الفتاویٰ کی اہمیت اور از حد ضرورت اور ہر امتی کی اس کی طرف احتیاج محتاج بیان نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اور دین اسلام سے دور کردینے والے بے شمار اسباب کے پائے جانے کے باوجود آج بھی ملت اسلامیہ کا ہر فرد علماء دین ومفتیان عظام کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور بوقت ضرورت رجوع کرتا بھی ہے اسی ضرورت اور طلب کا احساس ہر زمانہ کے علماء نے کیا اور اس کو پورا کرنے کی سعی بلیغ اور جدوجہد بھی کی ہے۔ اسی کو پورا کرنے کے لئے عربی واردو وغیرہ زبانوں میں فتاویٰ شائع کئے جاتے رہے ہیں اور بڑی حد تک ان کا فائدہ بھی امت کو پہونچتا رہا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی حبیب الفتاویٰ بھی ہے جو ملک کے مشہور اور لائق مفتی محترمی جناب مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زید احترامہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ بندہ نے فتاویٰ کی فہرست اور متعدد فتاویٰ کو بغور دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ درست اور قابل اطمینان پایا۔ زبان انتہائی سلیس اور عام فہم استعمال کی گئی ہے۔ انداز بیان بھی جاذب اور مؤثر ہے۔ بعض فتاویٰ طویل بھی ہوگئے ہیں مگر اس کے باوجود رطب ویابس سے پاک ہیں اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہیں۔ اللہ پاک مفتی صاحب موصوف کی عمر میں برکت فرمائے اور ان سے ان کے فتاویٰ سے امت کو دیر تک مستفید ہونے کی توفیق دے، (آمین)۔

مفتی محمد مقصود احمد صاحب	مفتی محمد اسرار صاحب	مفتی محمد طاہر صاحب
مفتی مظاہر علوم سہارنپور	مفتی مظاہر علوم سہارنپور	مفتی مظاہر علوم سہارنپور

حبیب الفتاویٰ کے مختلف مقامات کو دیکھا اور فائدہ اٹھایا

تقریظ: حضرت مولانا قاضی عبد الجلیل صاحب مدظلہ

قاضی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (انڈیا)

مکرمی حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو

سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس لائق سمجھا کہ آپ کی کتاب دیکھوں اور اس پر اپنی رائے دوں۔

سچ ہے المرء یقیس علی نفسہ۔ آپ چونکہ خود صاحب علم وفضل ہیں اس لئے مجھے بھی آپ نے ایسا ہی سمجھا۔

مجھے آپ کی کتاب ''حبیب الفتاویٰ'' جلد اول عصر سے کچھ پہلے ملی اور عصر کے بعد سے عشاء کے وقت تک مختلف مقامات کو دیکھا، اور فائدہ اٹھایا۔

جیسا کہ حضرت قاضی صاحب نے لکھا ہے علمی تحقیقات میں اختلافِ رائے ناگزیر ہے اس لئے آپ کے بعض فتاویٰ سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے جو بھی رخ اختیار کیا ہے اس کو دلائل سے مزین کیا ہے، جس ذات پر ہمارے اکابر نے اعتماد وبھروسہ کیا ہے ان کے بارے میں مجھے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

بس دعاء ہے کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کتاب کو قبول فرمائے، پڑھنے والوں کے لئے مفید اور خود کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

عبد الجلیل

خادم دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

دو بڑے مسلّم بزرگوں کی شاگردی واجازتی نسبت کی خوشبو فتاویٰ میں ہے

تقریظ: حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندویؔ مظاہری

صاحبزادہ وخلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب ؒ گورینی جونپور

قرآن وحدیث کے بعد فقہ وفتاویٰ کی بات سب سے زیادہ وسیع اور وقیع ہے، قرن اول سے لے کر آج تک ہر دور میں جادۂ حق کی رہنمائی اور روشنی اسی فقہ وفتاویٰ کی مرہونِ منت رہی، نیز انسانی ضروریات وحوادث کے موقعہ پر علمی گرہ کشائی اسی سے وابستہ رہی۔

فقہاء کاملین وعلماء راسخین جن کو اس بات میں درک اور توفیق ایزدی شامل حال رہی محض رضاء الٰہی اور امت کی اصلاح وسہولت کی خاطر اپنی خدادادعلمی صلاحیت کے ذریعہ امت کو فائدہ پہونچاتے رہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک محبوب کڑی ’’حبیب الفتاویٰ‘‘ کے نام سے آپ کے سامنے جلوہ افروز ہے، جس کے مرتب مشہور عالم دین ومحقق جناب مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ مدظلہ بانی ومہتمم وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور اعظم گڑھ ہیں جو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ، مفتی اعظم ہند کے تلمیذ رشید ومحبوبِ نظر تھے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت اور حضرت گنگوہی ؒ کی زیرنگرانی فقہ وفتاویٰ کی تمرین کے بعد مرتب موصوف مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور میں درسِ حدیث وفتویٰ نویسی کی خدمات کے لئے منتخب ہوئے، اور الحمد للہ موصوف نے اس شعبہ کا حق ادا کیا حقیقت یہ ہے کہ یہاں کے شعبۂ افتاء کے باقاعدہ وجود اور ظہور کا سہرا مرتب موصوف ہی کے سر ہے۔

ماشاء اللہ آپ کے فتاوے کی دھوم مچی، ہر ایک نے تعریف کی اور سب سے بڑھ کر

آپ کے شیخ مخدومِ زمانہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ نے آپ کے فتاوے اور علمی درک کی پرزور انداز میں تائید فرمائی، مفتی صاحب موصوف کے بیشتر فتاوے والد ماجد نوراللہ مرقدہ کی غائرانہ تمحیص ودستخط کے بعد ہی مستفتی کے حوالہ ہوتے تھے، اس لئے اہلِ علم حضرات سے توقع ہے کہ دو بڑے مسلم بزرگوں کی شاگردی واجازتی نسبت کی خوشبو اس مرقع میں ضرور محسوس کریں گے، نیز حضرت مفتی صاحب موصوف کو اس دقیع خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ اور دونوں بزرگوں کی روح کے لئے سامانِ تسکین وفرحت بنائے۔

فقط والسلام

عبدالعظیم ندوی مظاہری

مفتی حبیب اللہ صاحب کی فقہی مسائل پر اچھی نظر ہے

تقریظ: حضرت مولانا بدر الحسن صاحب قاسمی مدظلہ

سابق اڈیٹر ماہنامہ الداعی دار العلوم دیوبند (مقیم حال کویت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”فتویٰ نویسی“ بڑی ذمہ داری کا کام ہے، خاص طور پر موجودہ زمانہ میں زندگی کے مسائل نے جتنی وسعت اختیار کرلی ہے اور حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے بقول ”دنیا میں فجور میں جتنا اضافہ ہوگا مسائل بھی اتنے ہی زیادہ پیدا ہوتے رہیں گے“۔ مفتی کے لئے فقہی مسائل میں بصیرت کے ساتھ زمانہ کے حالات سے باخبر بھی ہونا ضروری ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے بقول: ”من لم یعرف احوال زمانہ لم یجز لہٗ الفتیا“ اس وقت جب کہ عرب اور عجم ہر جگہ خود رو مفتیوں کی ایک کھیپ تیار ہوگئی ہے، جسے ہر شرعی مسئلہ میں رائے زنی کا شوق ہے اس کے پاس نہ تو شرعی علم ہے اور نہ پہلے جیسے ارباب افتاء کا احتیاط اور تقویٰ، جس سے طرح طرح کے فتنے جنم لے رہے ہیں، ایسے وقت میں یہ بات خوشی کی ہے کہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی جو بیک وقت عالم بھی ہیں صاحب نسبت بھی اور ضلع اعظم گڈھ کے موضع مہذب پور میں ایک دینی مدرسہ کے بانی و مہتمم بھی، انہوں نے اپنے فتاویٰ کی دو جلدیں شائع کی ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کی فقہی مسائل پر نظر بھی ہے اور فتویٰ نویسی میں ان کے یہاں احتیاط کا پہلو بھی ملحوظ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بارآور کرے اور ان کے فتاویٰ اور دوسری تحریروں کو قبولیت سے نوازے۔ آمین

بدر الحسن القاسمی (مقیم حال کویت) ۷ر صفر ۱۴۲۲ھ

ایک متبحر تجربہ کار مفتی کے فتاویٰ کی جلد ہمارے سامنے ہے

تقریظ: جناب مولانا مفتی محمد احسان صاحب مفتی دار العلوم (وقف) دیوبند (انڈیا)

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

فتاویٰ کے باب کو اسلامی اور عملی تاریخ و تشکیل میں ابتداءِ اسلام ہی سے ایک انتہائی اہم درجہ حاصل رہا ہے اور فتاویٰ کا رول مسلمانوں کی زندگی میں بہت بلند رہا ہے، فتویٰ ایک ایسا ہمہ گیر لفظ ہے جس کے معانی انسان کی پوری زندگی پر محیط ہیں، اور اس پندرہویں صدی میں بھی بحمد اللہ اس میدان میں بہت بلکہ نسبتاً پہلے سے زیادہ کام ہو رہا ہے۔

بڑی مسرت کا موقع ہے کہ ایک متبحر و تجربہ کار مفتی جناب محترم مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب کے فتاویٰ کی ایک اہم جلد طبع ہو کر ہمارے لئے اکتسابِ فیض کی راہوں کو مزید سہل بنانے کے لئے ہمارے سامنے ہے، امید ہے کہ اس کے ذریعہ امت کو بڑا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کی باقی جلدوں کے منظر عام پر آنے کے اسباب پیدا فرمائیں۔

وما توفیقنا الا باللہ ھو الولی المستعان

مفتی محمد احسان

مفتی دار العلوم (وقف) دیوبند (انڈیا)

باطل کے مقابلہ میں حق کی صف میں جوخلاء پیدا ہورہا ہے
انشاء اللہ یہ باقی نہ رہے گا

تقریظ: جناب مولانا مفتی انوارالحق صاحب استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند (انڈیا)

محترمی قبلہ مفتی حبیب اللہ صاحب زیدت معالیکم   سلام مسنون!

آپ کی امانت اور غیر معمولی محنت ومشقت کا ثمرہ اس ظلوم وجہول کی آنکھوں سے گذرا، اس کو دیکھ کر افسردہ دل میں امید کی لہر اٹھنے لگی، حق تعالیٰ کا شکر بجالایا کہ مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کے لئے انشاء اللہ آپ جیسے باصلاحیت اربابِ فتاویٰ کو قدرت کھڑا کرتی رہے گی، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغافلین وانتحال المنتحلین وتأویل الجاھلین. اس علم کو ہر سابق حامل علم سے بعد کے ثقہ افراد لیتے رہیں گے، وہ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور غلط گوئی کے ساتھ بے اصل باتوں اور جاہلوں کی تاویلات کو مٹاتے رہیں گے، کا بحمد اللہ مصداق ہر دور میں بنتے رہے اور آج تک بنے ہوئے ہیں، بڑی مسرت اس کی ہوئی کہ جانے والوں کے بعد حق سبحانہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کام کرنے والے انشاء اللہ ان کی جگہ پر آجائیں گے باطل کے مقابلہ میں حق کی صف میں جوخلاء پیدا ہورہا ہے یہ خلا انشاء اللہ باقی نہ رہے گا۔

''حبیب الفتاویٰ'' کی حسن ترتیب کو دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی، ممکن ہے کہ آپ کی نظر میں ابھی اس کی چنداں قیمت نہ ہو لیکن جو لوگ علم کا تجربہ رکھتے ہیں وہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس آغاز کے پیچھے کتنا شاندار انجام جھانک رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کو مقبولیتِ عامہ عطا فرمائے امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام بالاحترام   انوارالحق

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند (انڈیا)

موصوف بحیثیت مفتی اور صاحب علم وفضل
ایک بلند مقام رکھتے ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نذیری مدظلہ

مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یو، پی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فقہ وفتاویٰ مسلمانوں کا عظیم اثاثہ ہے، اس نے اسلام کی ابدیت اور آفاقیت کو پورے طور پر اجاگر کر دیا ہے اس سے اسلام کے ہر دور کا مذہب ہونے کا بین ثبوت ملتا ہے۔

فقہائے عظام اور علماء امت کی ایک قابل قدر اور بڑی تعداد نے ہمیشہ اس سے ممارست رکھی اور جویان علم وحکمت ومتلاشیان حق وصواب کے لئے آب حیات فراہم کرتے رہے۔

فقہ وفتاویٰ کی بہت سی تحریریں کتابی شکل میں مرتب ہوئیں تاکہ مستفتی حضرات کے علاوہ دوسرے لوگ بھی استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ عربی وفارسی کے علاوہ اردو زبان میں بھی مختلف مجموعہ ہائے فتاویٰ مرتب ہوکر شائع ہو چکے ہیں فتاویٰ کی افادیت عام کرنے کی یہ بہترین شکل ہے۔

میرے پیش نظر اس وقت اسی قسم کا ایک مجموعۂ فتاویٰ ''حبیب الفتاویٰ'' کے نام سے موجود ہے جو حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور (ضلع اعظم گڑھ) کے بیش قیمت فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

موصوف بحیثیت مفتی اور صاحب علم وفضل ایک بلند مقام رکھتے ہیں افتاء سے ان کا فطری لگاؤ اور ذہنی ہم آہنگی وتعلق اس مجموعۂ فتاویٰ سے صاف ظاہر ہے زندگی کے مختلف مراحل اور

مختلف حالات سے متعلق فتاویٰ موجود ہیں ۔موصوف چونکہ مختلف فقہی اجتماعات وسمیناروں میں بھی شریک ہوتے رہتے ہیں اس لئے موصوف کا یہ علم مزید پختگی اختیار کر چکا ہے ۔

خوشی کی بات ہے کہ یہ فتاوے منظر عام پر آرہے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ انہیں عوام وخواص سب کے لئے نافع بنائے، حضرت مفتی صاحب زید مجدہ کے سرمایہ علم سے مزید استفادہ کی توفیق بخشے اور اپنے خزانہ عامرہ سے حضرت مفتی صاحب کو ان کی اس دینی وعلمی خدمت کا اجر جزیل عنایت فرمائے، آمین ۔

حضرت مفتی صاحب کے فتاوے مغتنم ہیں

تقریظ: حضرت مولانا نذیر احمد صاحب

دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ کشمیر

بگرامی خدمت فیض وحرمت حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی دامت برکاتہم

بندہ نے آنجناب کی کتب قیمہ سے استفادہ کیا، ماشاء اللہ بندہ کو ترمذی شریف سے درسی تعلق ہے اس لئے آنجناب کے ترمذی سے متعلق تفصیلی تعارف سے اور اس کے متعلقہ ابحاث جو بطور مقدمہ کے بیان ہوئی ہیں، خوب استفادہ کیا۔ اسی طرح مصافحہ بالیدین کے متعلق آنجناب کی تحقیق خوب اور ایک صالح مزاج وسلیم الطبع شخص کے لئے باعث اطمینان کلی ہے ۔بندہ نے اس سے علمی فائدہ اٹھایا۔

فتاویٰ میں اپنے اکابر کی رائے اور مسلک حنفی کی کتب معتبرہ کے حوالوں کے اہتمام اور اس سے سرمو انحراف نہ کرنے کی روش بھی قدم قدم پر محسوس ہوئی، اور اس لئے یہ فتاویٰ مغتنم ہیں، زبان سادہ اور اخلاص ومحبت کی چاشنی سے شیریں ہے ۔

اللہ تعالیٰ قبولیت، نافعیت اور مرجعیت عطا فرمائے ۔

والسلام

العبد نذیر احمد کشمیری عفی عنہ

حبیب الفتاویٰ کے جوابات سے محرر کی قابلیت اور ماہریت کا پتہ چلتا ہے

تقریظ: حضرت مولانا شیر علی صاحب سورتی شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر گجرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

بندہ نے حبیب الفتاویٰ کے متعدد جواباتِ استفتاء کا مطالعہ کیا، مختصر جوابات بھی اور طویل جوابات بھی جو اپنے خیال میں بہت ہی عمدہ جوابات تھے اور بندہ کو بہت ہی زیادہ پسند آئے، ''خصوصا الجمعۃ فی القریٰ'' کا جواب جو بہت ہی عمدہ اور بہت ہی مفصل ہے، مجھے بے حد پسند آیا جو محرر کی قابلیت اور ماہریت پر دلیل قوی ہے۔

اللہ سے دعاء ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا سایہ امت پر قائم ودائم رکھے تاکہ امت مسلمہ ان سے ہمیشہ مستفید ہوتی رہے۔

فقط والسلام

العبد شیر علی غفرلہ گجرات

علمی وتحقیقی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ

تقریظ: مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی استاذ دار العلوم دیوبند (انڈیا)

باسمہٖ تعالیٰ

محترم المقام حضرت اقدس مولانا ومفتی حبیب اللہ صاحب زید مجدکم

عافیت خواہ بعافیت ہے، حبیب الفتاویٰ جلد اول موصول ہوئی جزاکم اللہ احسن الجزاء، آپ کے جامع اور قیمتی فتاویٰ مرتب ہوکر اہل علم کے سامنے آگئے، جو علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہے، اللہ تعالیٰ ان فتاویٰ کے ذریعہ اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید ومحظوظ فرمائیں، آمین۔ یہاں جن بزرگوں نے آپ کے فتاوے کو دیکھا تحسین وتائید فرمائی۔

والسلام

محمد راشد اعظمی

دار العلوم دیوبند

”حبیب الفتاویٰ“ مصنف کی مہارت اور پختگی پر روشن دلیل ہے

تقریظ: مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی

استاذ جامعہ عربیہ تعلیم الدین مئو

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی زید مجدکم

الحمد للہ کتابوں کے مطالعہ سے علمی فائدہ ہوا۔ مصافحہ، اور انشورنس پر جو تحریر آئی بہت مدلل ہیں اور فتاویٰ میں آپ کی مہارت اور پختگی پر روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور زور قلم اور زیادہ کردے۔

والسلام
خورشید احمد اعظمی

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی کے محاسن کا اعتراف ضروری ہے

تقریظ: مفتی محمد عبد الرحیم صاحب قاسمی ناظم جامعہ خیر العلوم نور محل روڈ بھوپال ایم پی

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ یوپی کے بانی و مہتمم حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی مدظلہ کی کتابیں حبیب الفتاویٰ، تحقیقات فقہیہ، رسائل حبیب، اشرف التقاریر نظر نواز ہوئیں۔ ان کی زبان آسان اور عام فہم ہے اور علمی بھی، ایجاز و اختصار ہے اور تفصیل و توضیح بھی، راجح کی ترجیح ہے اور رخصت کی رعایت بھی، حالات حاضرہ پر احکام کی تطبیق ہے اور عرف و عادات کا لحاظ بھی، فقہی نقطۂ نظر سے اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن ان کے محاسن کا ضروری ہے اعتراف بھی، عوام و خواص سبھی کے لئے یہ مفید ہیں۔ احقر دست بہ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبولیت و مقبولیت عطا فرمائے، اور افادہ عام و تام فرمائے۔ آمین۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی امیر مرکز دعوت و ارشاد و افتاء، و ناظم جامعہ خیر العلوم بھوپال

مصنف کے فتاوے گہرے تجربات، وسیع خیالات، محققانہ اصول اور مومنانہ فراست کا آئینہ دار ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب القاسمی

صدر مفتی واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد

مکرمی ومحترمی جناب مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی! زید فضلہ

آپ کے فتاوی کی تینوں جلدیں اور تحقیقات فقہیہ کے مطالعہ سے وسعت مطالعہ، مصادر وماٰخذ سے آگہی مسائل کا تجزیہ، حالات سے واقفیت مستفتی کے مزاج ومذاق کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش، موثر طرز تحریر، حوالات کا اہتمام، تفصیل طلب مسائل میں درازنفسی سے عدم گریز، سائل کو مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش، ہر ہر سطر سے تبحر علمی کا ثبوت اور ان سب سے بڑھ کر خدائی نصرت ومدد نمایاں طور سے محسوس ہوئیں۔

فکر ونظر کی دنیا میں ممکن ہے کہ آپ کی بعض تحقیقات سے بعض علماء کو اختلاف ہو، لیکن آپ کی محنت وخلوص اور نئے مسائل پر غور وخوض کی راہ جو آپ نے کھولی ہے اس کی افادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے سارے فتاوے گہرے تجربات، وسیع خیالات، محققانہ اصول اور مومنانہ فراست کا آئنہ دار ہیں۔ اس کے ساتھ انتہائی سہل اور شستہ الفاظ نے اس کی قدر وقیمت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فقہ وفتاویٰ کے میدان میں آپ کے قلم کو ہمیشہ رواں دواں رکھے۔ آمین

مفتی جمال الدین قاسمیؔ

ماشاء اللہ سارے فتاوے محقق اور مدلل ہیں

تقریظ: مولانا نثار احمد صاحب مظاہری جامعہ عربیہ مطلع العلوم بنارس

مکرم ومحترم حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمیؔ دامت برکاتہم

ماشاء اللہ آپ کے مدلل ومحقق فتاوے کے مطالعے سے روح باغ باغ ہوگئی۔ آپ نے بہت سے مختلف فیہ مسائل میں متفق علیہ شکل کو ترجیح دی ہے اور بہت سے مسائل میں احوط طریقے پر فتویٰ دیا ہے۔ قدم قدم پر محتاط طریقے پر چلے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تعریف وتوصیف کے کلمات جتنے بھی لکھے جائیں وہ آپ کی ذات وصفات اور فقید المثال کارہائے نمایاں انجام دہی کی کماحقہ عکاسی نہیں کرسکتے۔

نثار احمد مظاہری بنارس

مفتی صاحب کی یہ کتابیں فقہ وتحقیق کے ذخیرہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے

تقریظ: مولانا نعیم اختر صاحب القاسمی مدرسہ عربیہ امداد العلوم کوپا گنج مئو

یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ تقریباً سارے مسائل کے جوابات مستند فقہی حوالوں کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور رسائل میں تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے موصوف کی یہ کتابیں فقہ وتحقیق کے ذخیرۂ کتب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ خدا کرے مولانا کا یہ تحقیقی سفر ہر طرح کے تعب ومشقت سے ناآشنا رہ کر اپنی منزل کی جانب جاری وساری رہے۔

فقط والسلام

نعیم اختر قاسمی مئو

مصنف ایک بلند پایہ قلم کار، صاحب الرائے اور ٹھوس فقہی صلاحیت کے مالک ہیں

تقریظ: مولانا جنید احمد القاسمی صاحب

استاذ جامع العلوم کوپا گنج مئو

مکرم محترم جناب حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ دامت برکاتہم

آنجناب کا والا نامہ ملا، پڑھ کر فرحت ومسرت ہوئی کہ مجھ ہیچ مداں کو آنحضور والا نے اپنی مطبوعات ومؤلفات ومصنّفات پر تاثر ارقام فرمانے کا اہل سمجھا۔ درحقیقت بندہ کو خط میں مذکور کتب میں سے صرف ایک کتاب ’’رسائل حبیب اول‘‘ دستیاب ہوئی تھی، اور محترم کی تذکاری ضیافت سے لطف اندوز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

رسائل حبیب کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوا کہ مصنف ایک بلند پایہ قلم کار، صاحب الرائے، ٹھوس فقہی صلاحیت کے مالک اور فقہ اکیڈمی کے زبردست حامی ہیں۔

والسلام

جنید احمد القاسمی کوپا گنج ،مئو

”حبیب الفتاویٰ“ حوصلہ، جرأت مندی، صاف گوئی، واضح جواب لکھنے کا کمال پیدا کرنے میں مفید ومعاون ہے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب القاسمی

دارالعلوم امدادیہ میمن مارگ ممبئی

رسائل حبیب، فتاوے، خطبات، رسائل وغیرہ جو مہذب پور حاضری کے موقع پر ہمارے لئے باعث شرف وعزت ہوئے تھے، بلا شبہ ایک یادگار، علمی تحفہ ہے۔ اللھم زد فزد۔ کماحقہ اس سے تو علمی استفادہ نہیں کیا جاسکا، تاہم جس قدر اور جس عنوان پر کچھ دیکھنے کی سعادت ملی وہ قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔

حبیب الفتاویٰ حوصلہ، جرأت مندی، صاف گوئی، واضح جواب لکھنے کا کمال پیدا کرنے میں مفید ومعاون ہے۔ تو خطبات سے بیباکی فصاحت، طرز بیان طرز تفہیم، حسن استدلال کا سبق ملتا ہے، اسی طرح دیگر تالیفات وتحقیقات کا حال ہے۔

والسلام

سعید الرحمٰن بمبئی فاروقی، قاسمی

تمام ہی کتابیں بے حد اہم اور مضامین ومقالات بے حد قیمتی اور علمی ہیں

تقریظ: مولانا ذکاء اللہ شبلی صاحب

جامعہ ہدایت الاسلام، اندور (ایم، پی)

حضرت مفتی صاحب قبلہ! دامت برکاتہم

حضرت والا کے گراں قدر علمی تحائف کا سمینار سے روانگی کے وقت ہی احباب میں چرچہ تھا کہ دارالعلوم کے اہتمام کے ساتھ اس قدر تصانیف یہ تو حضرت والا کی کرامت ہے کہ اللہ نے اسے قبول فرمایا۔ الحمد للہ تمام ہی کتابیں بے حد اہم اور مضامین ومقالات بے حد قیمتی اور علمی ذخیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت کو ان تصانیف سے نفع اٹھانے کی توفیق دے اور آپ کی خدمات عظیمہ کو شرف قبولیت بخشے۔

فقط السلام

محمد ذکاء اللہ شبلی اندور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

بقلم: مفتی حبیب اللہ القاسمی
جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور
اعظم گڑھ یوپی

اس میں کوئی شک نہیں کہ امت محمدیہ اگلی تمام امتوں سے افضل اور برتر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ ختم فرما کر ان کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی ذمہ داری اس امت کے کاندھے پر ڈالی ہے۔ ارشاد ہے کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (آل عمران: ۱۱۰)
(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو کہ معروف کا حکم کرو اور منکر سے روکو)۔

امر بالمعروف سے مراد بھلائی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے مراد برائی سے روکنا ہے۔ ہر وہ بات جس کا قرآن حدیث میں مطالبہ کیا گیا ہو یا جائز ٹھہرایا گیا ہو یا کتاب وسنت میں اس کا ذکر نہ آیا ہو لیکن طبیعت سلیمہ اس کو قبول کرتی ہو وہ معروف ہے، اسی طرح شریعت نے جن باتوں سے صراحۃً منع کیا ہو یا شریعت نے جو اصول وقواعد مقرر کئے ہیں ان کی روشنی میں وہ ممنوع قرار پاتا ہو وہ منکر ہے۔ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت کا بنیادی فریضہ ہے، جو ہر شخص کو اپنی صلاحیت ولیاقت کے اعتبار سے انجام دینا ہے۔

”افتاء“ بھی امر بالمعروف کی ایک صورت ہے، کیوں کہ فتوی کی حقیقت یہی ہے کہ کسی واقعہ کے بارے میں حکم شرعی سے آگاہ کیا جائے کہ وہ حلال ہے یا حرام؟ جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ ہے یا مستحب؟ علامہ ابن القیم کے الفاظ ہیں ”المفتی هو المخبر بحکم اللہ تعالی غیر منفذ“ (اعلام الموقعین ج ۴ ص ۲۲۴)

افتاء کی اہمیت وعظمت

افتاء کا کام علمی سلسلوں میں انتہائی نازک، سب سے زیادہ مشکل، دقیق اور اہم ترین سمجھا گیا ہے، فقہ کی لاکھوں متماثل جزئیات اور ان کے متعلقہ احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ تفاوت محسوس کرنا اور غیر منصوص علیہ واقعہ کے بارے میں شریعت کے متعین کردہ اصول وقواعد کی روشنی میں حکم لگانا وسیع وعمیق علم کا تقاضہ کرتا ہے جو ہر عالم کے بس کی بات نہیں ہے۔ جب تک دیگر علوم وفنون میں مہارت تامہ کے ساتھ فقہ سے کامل مناسبت، صحیح سوچ وفکر، اجتہاد واستنباط کی قوت، ذہن وذکاء میں خاص قسم کی صلاحیت اور مادۂ تفقہ نہ ہو، امام نووی نے لکھا ہے کہ ”مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل، بالغ، مسلمان، معتمد، اسباب فسق اور خلاف مروت باتوں سے دور، متورع، فقیہ النفس، سلیم الفکر، قوت استنباط کا حامل اور بیدار مغز ہو“۔ (شرح مہذب ج ۱ ص ۴۱)

اسی لئے حضرات سلف فتویٰ دینے سے گھبراتے تھے اور جب تک کوئی شدید ضرورت متقاضی نہ ہو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ قاسم بن محمد (جو فقہاء سبعہ میں ہیں) سے ایک صاحب نے ایک سوال کیا، انہوں نے جواب دینے سے معذرت کی، جب مستفتی نے جواب کے لئے اصرار کیا تو فرمایا کہ ”میری زبان تراش لی جائے مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں بغیر علم کے کسی مسئلہ میں اظہار خیال کروں“۔ (اعلام الموقعین ج ۴ ص ۲۱۹)

قاضی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ میں نے بیس صحابہ کو پایا ہے ان میں سے ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ چاہتے کہ ان کا کوئی بھائی جواب دے۔
ما منهم رجل يسئل عن شيئ الا ودان اخاه كفاه (اعلام الموقعين ج ۱ ص ۳۴)

افتاء کے لئے علم وفہم

کوئی مسئلہ بتانے کے لئے اس کا اچھی طرح جاننا ضروری ہے، کیونکہ بغیر علم کے

احکامات شرعیہ میں رائے زنی کرنے سے سوائے گمراہی اور بربادی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، اسی لئے احادیث میں بلاسوچے سمجھے اور کامل علم وتحقیق کے بغیر فتویٰ دینے والوں کے متعلق سخت وعید آئی ہے، ابن القیم نے ابوالفرج کے حوالہ سے ایک اثر مرفوع نقل کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من افتی الناس بغیر علم فلعنتہ ملائکۃ السماء وملائکۃ الارض** (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۶) جو شخص بغیر علمی بصیرت کے کار افتاء انجام دیتا ہے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت برساتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص پوچھنے والے کے ہر سوال کا جواب بے سمجھے بوجھے دینے لگے وہ پاگل ہے، الفاظ یہ ہیں ''**أمن افتی الناس فی کل ما یسألون عنہ المجنون**'' (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲) جو شخص لوگوں کے ہر سوال کا جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا ہے وہ پاگل ہے۔

امام احمد بن حنبل نے منصب افتاء پر بیٹھنے والوں کے لئے لزوم علم وفہم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے ''مسند افتاء پر وہی بیٹھنے کی جرأت کرے جو وجوہ قرآن، اسانید صحیحہ اور سنن نبوی سے پورے طور پر واقف ہو''۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا ''**لا یجوز الفتیا الا لرجل عالم بالکتاب والسنۃ**'' فتویٰ دینا جائز نہیں مگر اس شخص کے لئے جو کتاب وسنت کا عالم ہو۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۲)

افتاء کے لئے اجتہاد کی شرط:

افتاء کی اہمیت وعظمت کے پیش نظر متقدمین مفتی کے لئے بھی اجتہاد کو ضروری قرار دیتے تھے، علامہ صنعانی افتاء کی اہلیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''**ھو من استکمل فیہ ثلثۃ شروط، الاجتھاد والعدالۃ والکف عن الترفیض والتساھل**'' (تہذیب الفروق ج ۲ ص ۱۶) مفتی وہ ہے جو تین شرطوں کا جامع ہو، اجتہاد، عدالت، تساہل اور سہولت پسندی سے اجتناب۔ بعد میں چل کر علمی انحطاط پیدا ہوا، نہ ایسے لوگ

رہے جو اجتہاد کے اہل ہوں اور نہ اتنی دیانت باقی رہی کہ لوگوں کی شخصی رائے پر اعتماد کیا جاسکے تو اہل علم نے یہ فیصلہ کیا کہ ان حالات میں نقل فتاویٰ ہی کافی ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے امام کی آراء، ان کے قواعد واسالیب اجتہاد پر نظر رکھتا ہو۔ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں: ''**ویشترط ان یحفظ مسائل امامہ ویعرف قواعدہ واسالیبہ**'' مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد رکھے اور اس کے قواعد واسالیب سے واقف ہو۔ (طحطاوی علی الدر: ج ۳ ص ۱۷۵)

زمانہ کے عرف وعادت سے واقفیت

زمانہ کے حالات یکساں نہیں رہتے، ہر دور میں نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، عرف وعادت میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، اسی لئے مفتی کے لئے ضروری ہے کہ عرف وعادت پر گہری نظر رکھتا ہو، علامہ شامی نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور عرف وعادت سے آگہی مفتی کے لئے ضروری قرار دیا ہے ''**وکذا لا بد لہ من معرفۃ عرف زمانہ واحوال اھلہ**'' اور ایسا ہی مفتی کے لئے زمانہ کے عرف اور اپنے دور کے احوال سے واقفیت ضروری ہے۔

دور اندیشی اور بیدار مغزی

فطری طور پر جس کا ذہن ودماغ مضمحل اور پژمردہ ہوتا ہے عموماً واقعات وحوادث کے تمام گوشوں تک اس کی نظر نہیں پہنچ پاتی ہے اور نہ ہی وہ مسائل کی تہ کو پا سکتا ہے، اس لئے کہ تھوڑے تھوڑے فرق کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں، اسی بنا پر مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاملہ فہم، دور اندیش، اور روشن دماغ ہو۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''**قلت وھذا الشرط لازم فی زماننا والحاصل ان من غفلۃ المفتی یلزم ضرر عظیم**'' (شامی ج ۲ ص ۴۱۸) میں کہتا ہوں کہ بیدار مغز ہونے کی شرط ہمارے اس

زمانہ میں لازم ہے، کیونکہ مفتی کی غفلت اور لاپرواہی سے اس دور میں بڑا نقصان لازم آئے گا۔

افتاء کی ضرورت ہر دور میں

ایک طرف افتاء کی ذمہ داری بہت نازک ہے، دوسری طرف امت مسلمہ کی یہ ایسی ضرورت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اسی لئے علماء نے افتاء کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، اور اگر کسی علاقہ میں ایک ہی شخص مسائل شرعیہ سے واقفیت رکھتا ہو، اس کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ دینے کا اہل نہ ہو تو اس وقت فتوی دینا فرض عین ہے؛ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: **فان لم یکن غیرہ تعین علیہ وان کان غیرہ فھو فرض کفایۃ** (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۹۰) اگر اس کے علاوہ کوئی اور فتویٰ دینے کا اہل نہ ہو تو فریضہ اس پر متعین ہوجائے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا موجود ہو تو افتاء فرض کفایہ ہے۔ اور امام نوویؒ کا بیان ہے ”**الافتاء فرض کفایۃ فاذا استفتی ولیس فی الناحیۃ غیرہ تعین علیہ الجواب**“ (مقدمہ شرح مہذب ج ۱ ص ۴۵)

افتاء فرض کفایہ ہے اگر کسی نے کوئی فتوی پوچھا اور اس علاقہ میں اور کوئی جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتا ہے تو مفتی پر فتویٰ دینا لازم ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ عربی فارسی اردو ہر زبان میں عہد قدیم سے فتاوی کی خدمت انجام دی جارہی ہے اور ہر دور میں مفتیوں کی ایسی جماعت پائی گئی جن کو فقہ وفتاوی سے کامل مناسبت تھی، عوام وخواص ہر طبقہ کا اس جماعت کی طرف رجوع عام رہا، ان کے فتاوی کتب ورسائل کی شکل میں آج بھی موجود ہیں جن سے آنے والی نسلیں استفادہ کررہی ہیں: جیسے فتاویٰ خانیہ، فتاوی بزازیہ، رسائل ابن نجیم، رسائل ابن عابدین، اردو زبان میں فتاوی عبدالحی، فتاوی رشیدیہ، امداد الفتاوی، کفایت المفتی، فتاوی محمودیہ، احسن الفتاوی وغیرہ۔

عرض حبیب

اس خادم کے لئے یہ بے پناہ سعادت کی بات ہے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے با فیض صحبت کا یہ ثمرہ ہے کہ ”حبیب الفتاویٰ“ کے نام سے تیس سالہ قلمی وتحریری فتاویٰ کا مجموعہ حضرات قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

دعاء ہے اللہ پاک اس قلمی کاوش کو قبول فرمائے، اور اپنے عظیم رضا کا ذریعہ بنائے۔

فقط

مفتی حبیب اللہ القاسمی

صدر شعبۂ افتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یو پی

کتاب الطہارۃ

باب الوضو

وضوء کے فرائض وسنن

سوال (۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وضو میں کتنے فرائض اور کتنی سنتیں ہیں تشریح فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضو کے فرائض چار ہیں: (۱) چہرہ کا دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا کذا فی نور الایضاح ص ۳۲ (مکتبہ بلال دیوبند) وفی القرآن المجید: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (سورۃ المائدۃ: الآیۃ:۶) (۱) اور وضو کی سنتیں اٹھارہ ہیں جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے بیان فرمایا ہے:

(۱) دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا۔ (۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) تین مرتبہ کلی کرنا۔ (۵) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔ (۶) مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔ (۷) گھنی داڑھی میں خلال کرنا۔ (۸) انگلیوں میں خلال کرنا۔ (۹) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔ (۱۰) ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا۔ (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۲) ہر عضو کو رگڑ کر دھونا۔ (۱۳) ہر دوسرے عضو کو پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے

دھونا۔ (۱۴) نیت کرنا۔ (۱۵) ہر عضو کی جو ترتیب قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اسی ترتیب سے دھونا۔ (۱۶) جس عضو کی تعداد دو ہے اس میں داہنے کو پہلے دھونا۔ (۱۷) ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کی جانب سے دھونا۔ (۱۸) گردن کا مسح کرنا۔ (۱) کذا فی نور الایضاح ص ۳۴۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ المائدۃ رقم الآیۃ: ۶۔

(۲) نور الایضاح صفحہ: ۳۲ مکتبہ بلال۔

وہکذا فی: الفتاویٰ التاتارخانیۃ، صفحہ: ۵۵۔ ۵۳ رج: ۱، زکریا۔

بدائع الصنائع: ص: ۷۲۔ ۶۶ رج: ۱، زکریا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۶۔ دار الکتاب۔

الفتاویٰ الہندیۃ، ص: ۵۳ رج: ۱، زکریا۔

وضوء کے بعد تولیہ کا استعمال

سوال (۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ وضو کے بعد ہاتھ منہ کے پانی کو کپڑے سے پوچھنا کیسا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وضو کے بعد پانی نہ پوچھنا سنت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضو کے بعد اعضاء وضو کو کسی تولیہ یا رومال سے پوچھنا مستحب اور آداب میں سے ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے تصریح کی ہے مگر علامہ شامی نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ تولیہ سے اعضاء وضو کو اس طرح پوچھے کہ اعضاء پر وضو کا کچھ اثر باقی رہے بالکل خشک نہ کرے

ومن الآداب تعاهد موقيه و كعبيه وعرقوبيه واخمصيه إلى ان قال

والتمسح بمنديل قوله والتمسح بمنديل ذكره صاحب المنية فى
الغسل وقال فى الحلية ولم أرمن ذكره غيره وانما وقع الخلاف فى
الكراهية ففى الخانية ولا بأس به للمتوضى والمغتسل روى عن رسول
الله ﷺ أنه كان يفعله ومنهم من كره ذالك ومنهم من كره
للمتوضى دون المغتسل والصحيح ما قلنا إلا انه ينبغى أن لا يبالغ
ولا يستقصى فيبقى أثر الوضوء على أعضائه الخ شامى ج ا ص ۱۲۱۔(۱)

فقط والله تعالىٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۱۳۱ر ج: ۱، أشرفیۃ دیوبند۔

ہکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۲۲۹ر ج: ۱، زکریا۔

فتاویٰ قاضی خان ص: ۱۲ر ج: ۷ زکریا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۷۹ دارالکتاب۔

أحسن الفتاویٰ ص: ۲۵ر ج: ۲، زکریا۔

وضو کا پانی تولیہ سے پوچھنا کیسا ہے؟

سوال (۳): بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وضو کرنے کے بعد پانی نہیں پوچھنا چاہئے
ایسا کرنا سنت ہے براہ کرم بتائیں کہ ایسا کرنا کیسا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) وضوء کے بعد تولیہ سے پانی صاف کرنا ادب ومستحب ہے کذا فی الشامی وفی
الطحطاوی علی المراقی فی آثار محمد أخبرنا أبوحنيفة عن حماد عن
إبراهيم فى الرجل يتوضاء فيمسح وجهه بالثوب قال لا بأس به قال

محمد ونأخذ ولا نرى بذالك بأسًا وهو قول ابى حنيفةؒ وفى الخانية لا بأس
للمتوضى والمغتسل أن يتمسح بالمناديل روى عن رسول الله ﷺ
انه كان يفعل ذالك وهو الصحيح ص ۴۴۔(۱)

فقط: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۷۹ دارالکتاب۔

ہکذا فی: ولا بأس للمتوفی والمغتسل أنه يتمسح بالمنديل۔

(فتاویٰ قاضی خان ص: ۱۲ر ج: ۷، زکریا)۔

شامی ص: ۱۳۱ر ج: ۱، أشرفیۃ۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۲۲۹ر ج: ۱، زکریا۔

وفى حاشية الطحطاوى على المراقى فى آثار محمد أخبرنا أبو حنيفة عن حمارٍ عن
إبراهيم فى الرجل يتوضأ فيمسح وجهه بالثوب۔(طحطاوی علی المراقی ص: ۷۹ دارالکتاب)۔

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں؟

سوال (۴): پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے۔ ويجوز الاستعمال الاوانى من
الصفر لما روى عن عبد الله بن يزيد قال أتانا رسول الله ﷺ فأخرجنا له
ماء تور من صفر فتوضأ (رواه البخارى) البحر الرائق ج ا ص ۲۱۱۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (البحر الرائق، ص:۱۸۶ رج:۸، سعید)

الحدیث المذکور، رواہ الإمام البخاری فی باب: الغسل والوضوء فی المنخضب والقدح والخشب والحجارۃ۔ (ص:۳۲ رج:۱، رقم الحدیث: ۱۹۵)۔

رواہ الإمام أبوداؤد فی سننہ: فی باب الوضوء فی آنیۃ الصفر: (ص:۱۳ رج:۱، رقم الحدیث:۱۰۰)

وأما الآنیۃ من غیر الذہب والفضۃ فلا بأس بالأکل والشرب فیہا والا نتفاع بہا کالحدید، والصفر، والنحاس، والرصاص، والخشب والطین. (الدر المختار مع الشامی ص:۳۴۳ رج:۶ کراچی)

تبین الحقائق ص:۱۱ رج:۶، امدادیۃ۔ (ملتان)۔
فتح القدیر ص:۴۴ رج:۸، دار إحیاء التراث۔ (العربی)۔
مجمع الأنہر ص:۱۸۴ رج:۴ ۔فقیہ الامت۔

مسواک کتنی موٹی اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

سوال (۵): مسواک کتنی موٹی اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسواک ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے بقدر موٹی ہونی چاہئے اور ایک بالشت لمبی ہونی چاہئے۔ وأن یکون طول شبر فی غلظ الخنصر. (۱) کبیری ص ۳۲ وینبغی ان یکون السواک من أشجار مرۃ لانہ یطیب نکہۃ الفم ویشد الأسنان ویقوی المعدۃ ولیکن رطبا فی غلظ الخنصر وطول الشبر ولا یقوم الاصباع مقام الخشبۃ. عالمگیری ج ۱ ص ۷ (۲) ھکذا فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۱ (۳) وھکذا فی الطحطاوی علی المراقی ص ۴۴ ۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حلبی کبیری ص: ۳۳، دار الکتاب۔
(۲) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۷، ج:۱، رشیدیہ۔
(۳) البحر الرائق ص: ۲۱ رج:۱، سعید۔
(۴) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۶۷، دار الکتاب۔
الفتاوی التاتارخانیۃ ص: ۲۲۱ رج:۱، زکریا۔
الدر المختار مع الشامی: ص: ۲۵۱ رج:۱، أشرفیۃ۔

وضو میں کتنا پانی استعمال کرنا چاہئے؟

سوال (۶): وضو کے اندر کتنا پانی اسراف کے اندر داخل ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور اکرم ﷺ ایک مد پانی سے وضو کیا کرتے تھے۔ کذا فی المشکوٰۃ (۱) باب الغسل ص ۴۸ اور ایک مد ۶۸ تولہ تین ماشہ کا ہوتا ہے کذا فی جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۲۸

ضرورت شرعیہ سے زیادہ پانی کا استعمال اسراف میں داخل ہے (قولہ الاسراف أی بأن یستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ الخ شامی ج ۱ ص ۱۳۴۔ (۲)

اور ایک عضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا بھی اسراف میں داخل ہے۔ ومن الاسراف ومن زیادۃ علی الثلاث. الدر المختار ص ۱۳۴۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنس رضی اللہ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ بالمد و یغتسل بالفتاع والصاع إلی خمسة أمداد۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص:۴۸)

(۲) الإسراف أي: بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية۔ (شامی:۱/ ۲۸۲،زکریا)

(۳) الدر المختار الإسراف أي ومنه: الزيادة على الثلاث۔(الدرالمختار ص:۲۴/ج:۱،أشرفية) تن۔

ہکذا فی: التاتارخانیہ ومن الآداب أن لا يسرف ولا يقصر۔(الفتاویٰ التاتارخانية :ص:۲۲۷/ج:۱،زکریا)

البحرالرائق ص:۲۹/ج:۱،سعید۔

بدائع الصنائع :ص:۱۴۴/ج:۱،زکریا۔

حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ

سوال (۷): حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اہل ہند کے لئے پانی کے ساتھ ساتھ ڈھیلا سے بھی استنجاء کرنا ضروری ہے اور دلیل یوں بیان کی ہے کہ یہاں فضا ٹھیک نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص منکر ہے تو اس کو ایک سفید پائجامہ پہنا کر ایک گھوڑے پر بٹھا کر دوڑایا جائے اگر ٹپک جائے تو ڈھیلے کا استعمال کرے اور نہ ٹپکے تو ترک کردے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے فتویٰ دیا ہے تو پھر آپ کو اس پر عمل کرنے میں کیا اشکال ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) استعمال الماء سنة في زماننا، قال الحسن البصري: فقيل له: إن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يز كون، فقال إنهم كانوا يبعرون بعراً وأنتم يثلطون ثلطاً۔ (فتح القدیر:ص:۱۸۹ج:۱،دار إحیاء التراث)

العرف الشذی مع الترمذی ص:۱۱،ج:۱،بلال۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص:۲۱۱/ج:۱،زکریا۔

الفتاویٰ الہندیۃ ص:۱۰۵/ج:۱،زکریا۔

نماز کی تیاری کے لئے غسل خانہ میں بیٹھ کر وضو بنانا کیسا ہے؟

سوال (۸): غسل کے وقت جو وضو غسل خانہ میں کیا جاتا ہے کیا اس سے نکلتے ہوئے پیر کا باہر آکر دھونا ضروری ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ضروری نہیں اس زمانہ میں چونکہ غسل خانہ پختہ فرش کے بنے ہوئے ہیں اس لئے ماء مستعمل فوراً بہہ جاتا ہے بخلاف پہلے زمانہ کے اس وقت غسل خانے کچے ہوا کرتے تھے جس کی وجہ سے بعد میں پاؤں دھونے کا حکم تھا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ويؤخر غسل الرجلين إن كان يقف حال الاغتسال في محل يجتمع فيه الماء لاحتياجه لغسلها ثانياً من الغسالة۔ (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۱۰۵، دار الكتاب)۔

يؤخر قدميه إن كان في مستفتح الماء أي في مجتمعه۔ (البحرالرائق:ص:۵۰،ج:۱،سعید)

بدائع الصنائع ص:۱۴۳/ج:۱،زکریا۔

فتح القدیر ص:۲۶۱/ج:۱،دارالفکر۔(ص:۵۲،ج:۱،دار إحیاء التراث)۔

البنایۃ ص:۲۶۱/ج:۱،دارالفکر۔

وضو کے وقت لوٹا پکڑنے اور رکھنے کا طریقہ

سوال (۹): وضو کرتے وقت لوٹا داہنی طرف رکھنا چاہئے یا بائیں طرف نیز لوٹے کو پکڑنے کا انداز کیا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضو کرتے وقت لوٹا بائیں طرف رکھنا چاہئے البتہ اگر برتن ایسا ہے کہ چلّو بھر کر وضو کرنا پڑے تو اس صورت میں برتن کو داہنی طرف رکھنا چاہئے۔ نیز لوٹا اگر دستہ والا ہے تو دستہ پکڑ لے اگر لوٹا ایسا نہیں تو لوٹے کے کنارہ پر ہاتھ رکھے اوپر ہاتھ نہ رکھے۔

"ومن الآداب أن يكون جلوسه على مكان مرتفع وأن يغسل عرق الإبريق ثلاثًا وأن يضعه على يساره وإن كان إناء يغترف منه فعن يمينه وان يضع يده حالة الغسل على عروقه لا على رأسه. كذا ذكره الشيخ كمال الدين بن الهمام" (كبيری: ۳۰)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) حلبی کبیری: ص:۲۸، دار الکتاب۔

أن يغسل عرق الابريق ثلاثاً ووضعه على يساره وإن كان إناءً يغترف منه نعن يمينه وضع يده حالة الغسل على عروقه لا رأسه. (البحر الرائق: ص:۲۸/ج:۱ سعيد)

والجلوس في مكان مرتفعٍ وجعل الإناء الصغير على يساره. والكبير الذي يغترف منه على يمينه. (تبيين الحقائق: ص:۷/ج:۱، إمدادية)

ملتقى الأبحر ص:۱۵/ج:۱، مؤسسة الرسالة۔

حاشية الطحطاوي على المراقي: ص:۷۵ دار الكتاب۔

وضو میں پانی کی مقدار

سوال (۱۰): وضو کے اندر کتنا پانی اسراف کے اندر داخل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور اکرم ﷺ ایک مُد پانی سے وضو کیا کرتے تھے کذا فی المشکوۃ باب

الغسل: ۴۸۔ (۱)

اور ایک مُد ۶۸ تولہ ۳ ماشہ کا ہوتا ہے کذا فی جواھر الفقہ: ۱/۴۲۸۔ ضرورت شرعیہ سے زیادہ پانی کا استعمال اسراف میں داخل ہے (قوله الاسراف) ای بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية الخ (شامی: ۱/۱۳۴)۔(۲) اور ایک عضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا بھی اسراف ہے والاسراف ومنه الزيادة على الثلث (الدر المختار: ۱/۱۳۴)۔(۳)

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنسٍ رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع والصاع إلى خمسة امدادٍ. (مشكاة المصابيح: ۴۸)

(۲) قوله: الإسراف بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية. (شامي ص:۲۸۱/ج:۱، زكريا)۔

(۳) الإسراف… أي منه الزيادة على الثلاث. (الدر المختار ص:۲۴/ج:۱، أشرفيه، متن)

ومن الآداب أن لا يسرف ولا يقتر. (الفتاوى التاتارخانية، ص:۲۲۷/ج:۱، زكريا)

البحر الرائق: ص:۲۹/ج:۱، سعید۔

بدائع الصنائع: ص:۱۴۴/ج:۱، زکریا۔

پیر دھونے کا مسئلہ

سوال (۱۱): نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا فرض ہے اور وضو میں چار فرض ہے منہ دھونا، کہنیوں تک ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پیر دھونا، لیکن ہم لوگ وضو کرتے وقت سر کا مسح کرتے ہیں۔ مگر پیر کو بھی ٹخنوں تک دھوتے ہیں جب کہ چھٹے پارے سورہ مائدہ کے پہلے رکوع میں خدا نے وضو کا طریقہ لکھے ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ نماز کے لئے جاؤ تو

منہ اور ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو، سر اور پیر کو ٹخنوں تک مل لو۔ تو بتلائیے کہ دھونے اور ملنے میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ اگر فرق نہیں ہے تو سر کو بھی کیوں نہیں دھویا جاتا ہے کیا ہمارا وضو صحیح ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

”وارجلکم کا عطف رؤسکم“ پر نہیں ہے۔ بلکہ ایدیکم پر ہے لہٰذا جس طرح چہرہ اور ہاتھ دھویا جاتا ہے اسی طرح پیر بھی دھویا جائے گا بخلاف سر کے اس کا حکم صرف مسح ہے۔ اس آیت کی تشریح حضور اکرم ﷺ سے اس طرح مروی ہے اور ہمارا وضو درست ہے، جس میں تین اعضاء دھوئے جاتے ہیں اور سر کا مسح کیا جاتا ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قراءة النصب محكمة في الدلالة على كون الأرجل معطوفة على المغسولات. وقراءة الخفض محتملة فكان العمل بقراءة النصب أولى. (بدائع الصنائع: ص:۲۷ر ج:۱، زکریا)

قال في البحر لا طائل تحته بعد انعقاد الإجماع على ذلك. (الجوهرة النيرة ص:۵ر ج:۱، کراچی).

حلبی کبیری: ص:۱۴ دار الکتاب۔

البحر الرائق ص:۲۲۱ر ج:۱، سعید۔

ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہوں تو وضو کس طرح کرے؟

سوال (۱۲): ایک شخص ہے جس کے ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہیں وہ وضو پر قادر نہیں، وہ نماز کس طرح سے ادا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بلا وضو نماز ادا کرے، البتہ اگر مرفقین یا کعبین میں سے کوئی حصہ باقی ہے تو مقدار فرض کا دھونا واجب ہے۔

”ولو قطعت يده او رجله فلم يبق من المرفق والكعب شيء سقط الغسل ولو بقي وجب“ (کمافی الشامی:۱/۶۹)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (شامی ص:۲۲۹ر ج:۱) اشرفیہ

وفی التاتارخانیہ ص:۲۰۵ر ج:۱ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص:۱۳ر ج:۱ سعید۔

وفی الہندیہ ص:۵۴ر ج:۱، زکریا جدید۔

الفقہ الاسلامی وأدلتہ ص:۳۷۱ر ج:۱، دار الفکر المعاصر۔

غیبت کے بعد وضو کا حکم

سوال (۱۳): بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیبت کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد وضو کرنا ضروری ہے، کیا ان لوگوں کی بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو غیبت کی وجہ سے وضو واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو مستحب ہے ”ویستحب الوضوء بعد کلام غیبة“ (کمافی نور الایضاح:۱/۴۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مندوب فی نیف و ثلاثین موضعاً.... منها بعد كذب وغيبة وقهقهة.

(شامی: ص:۲۰۶ رج:۱، أشرفية)

وفی البحر الرائق: ص:۶۱/۱، سعید۔

(۳) وفی الهندیة ص:۶۰ رج:۱، زکریا جدید۔

(۴) حلبی کبیری ص: ۱۵ سہیل اکیڈمی لاہور۔

(۵) طحطاوی علی المراقی: ص ۸۳ دار الکتاب دیوبند۔

شراب کی قئے ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال (۱۴): ایک شخص نے شراب پی اور فوراً اس شراب کے علاوہ کوئی دوسری شیء نہیں تو یہ قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ناقض وضوء ہے۔ ”ناقض للوضوء وقئ خمر ان كان قليلا لانه نجس بالاصالة دون قئ الطعام والماء“ (کمافی الشامی: ۱/۹۳)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۱۴۰ رج: ۱۔ کراچی۔

قہقہہ کی کتنی مقدار ناقض وضو ہے؟

سوال (۱۵): قہقہہ جو ناقض وضو ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟ یعنی آواز اس کی کتنی بلند ہو کہ اس پر قہقہہ کا اطلاق کیا جائے گا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قہقہہ کا اطلاق اس آواز پر ہوگا جس کو وہ خود سنے اور اس کے پڑوسی سن لیں۔

”وهی ما یکون مسموعا له ولجیرانه سواء“ (کمافی مجمع الانہر: ۱/۲۰)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

القهقهة ما يكون مسموعاً له ولجيرانه بهت أسنانه أولا۔ (شامی ص: ۱۰۳ رج: ۱، اشرفیہ)

(۱) مجمع الانہر: ص: ۳۴ رج: ۱، مکتبہ فقیہ الامت۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص: ۹۲، دار الکتاب۔

ہندیہ ص: ۶۴ ج: ۱، زکریا جدید۔

البحر الرائق ص: ۴۰ ج: ۱ ایچ ایم سعید۔

وضو میں بسم اللہ بھول جانے کا حکم

سوال (۱۶): ایک شخص وضو کر رہا تھا تسمیہ بھول گیا درمیان وضو یاد آیا اس نے پڑھ لیا اس کو تسمیہ پڑھ کر وضو کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نہیں۔ ”نسی التسمیة فذکرها فی خلال الوضوء فسمی لا یحصل السنة بخلاف نحوه فی الأكل لأن الوضوء عمل واحد بخلاف الأكل لأن كل لقمة عمل مستأنف“ (کمافی فتح القدیر: ۱/۴۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (فتح القدیر: ص۲۱ رج:۱، دار إحیاء التراث العربی.

وفی الشامی ص:۲۴۲ رج:۱ اشرفیہ۔

البحر الرائق ص:۲۰ رج:۱، سعید۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۶۶۔ دار الکتاب۔

ہندیہ ص:۵۶ رج:۱، زکریا جدید۔

لمبی مونچھ والے کے لئے وضو کا حکم

سوال (۱۷): ایک شخص کی مونچھ لمبی ہے اس حال میں وضو کرتا ہے لیکن بال کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو ہوگیا۔

”وإذا كان شارب المتوضی طویلا ولا یصل الماء تحته عند الوضوء جاز وعلیه الفتوی“ (کمافی الفتاویٰ الهندیہ: ۱؍۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (ہندیہ ص۵۳ رج:۱) زکریا۔

ولا یجب إیصال الماء إلی ما تحت شعر الحاجبین والشارب ما باتفاق الروایات.

(تاتارخانیہ ص۱۹۸ رج:۱)

البحر الرائق ص:۱۱ رج:۱ سعید۔

النہر الفائق ص:۲۷ رج:۱، زکریا۔ شامی ص:۲۲۰ رج:۱ أشرفیہ۔

ہاتھ پیر میں تیل لگا یا اس کا وضو ہوا یا نہیں؟

سوال (۱۸): ایک شخص نے ہاتھ پیر میں تیل لگا یا اس کا وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو ہو جائے گا۔

”وإذا أدهن رجلیه ثم توضأ وأمر الماء علی رجلیه فلم یقبل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء“۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إذا دهن رجلیه أو ذراعیه، ثمّ توضّأ فتنقطع الماء ولم یقبله العضو لمكان الدسوته جاز الوضوء. (ہندیہ ص ۵۴ رج:۱) زکریا جدید.

فتح القدیر ص:۱۷ رج:۱، دار إحیائی التراث العربی۔

تاتارخانیہ ص ۲۰۵ رج:۱ زکریا۔

الفقہ علی المذاہب الأربعہ ص:۴۹ رج:۱ اسلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

چہرہ اور ہاتھ سے وضو کے ٹپکنے والے پانی کا حکم

سوال (۱۹): اگر کوئی بھی نمازی مسجد کے صحن یا کہیں بھی وضو کرتا ہے، وضو کا پانی زمین پر گرتا ہے یا سمنٹ کے پلاسٹر کئے ہوئے نالی پر گرتا ہے تو وہ گرا ہوا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ مکمل ومدلل جواب دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو یا غسل میں استعمال کئے ہوئے پانی کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف

ہے کہ یہ پانی کب مستعمل ہوتا ہے؟ ایا اعضاء پر ڈالتے ہی یا ان سے جدا ہونے کے بعد، تو صحیح قول اعضاء سے جدا ہونے کے بعد ہی مستعمل ہونے کا ہے، خواہ کسی جگہ ٹھہرے یا نہ ٹھہرے کما فی الهدایه ومتی یصیر الماء مستعملا الصحیح انه کما زال عن العضو صار مستعملا لان سقوط حکم الاستعمال قبل الانفصال للضرورة ولا ضرورة بعده (ہدایہ ج ا ص ۳۹)(۱) مشہور اور مفتی بہ روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو اور غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، البتہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ اس پانی سے درست ہے۔ کما فی الشامی قوله وهو طاهر، رواه محمد عن الامام وهذه الرواية هی المشهورة عنه واختارها المحققون قالوا علیها الفتوی لا فرق فی ذلك بین الجنب والمحدث واستثنى الجنب فی التجنیس إلا أن الاطلاق أولى وعنه التخفيف والتغليظ ومشائخ العراق نفوا الخلاف وقالوا انه طاهر عند الكل وقد قال فی المجتبى صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غیر طهور وحكمه أنه ليس بطهور لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد. قوله ليس بطهور، ای لیس بمطهر. قوله على الراجح، مرتبط بقوله "بل لخبث" ای نجاسة حقيقة فانه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد (۲) (درمع الشامی ج ا ص ۱۳۴) الحاصل جس پانی سے وضو کیا گیا ہے وہ پاک ہے یعنی اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا لیکن اس سے کوئی شخص اگر وضو کرنا چاہے تو وضو نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کما فی الهداية ومتى يصير الماء مستعملاً الخ۔ (ہدایہ ص:۳۹/ج:۱) مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

وفی هامش الهداية۔ (الماء المستعمل طاهر غير طهور۔ (ص:۳۸/ج:۳)

(۲) کما فی الشامی قوله وهو طاهر الخ۔ (ص:۳۹۰/ج:۱) المکتبة الاشرفیة دیوبند۔

طاهر فی نفسه غیر مطهر للحدث بخلاف الخبث وهو ما استعمل فی الجسد أولاً قاه بغير قصد لرفع حدث أو قصد استعماله القربة۔ (حاشیۃ الطحطاوی) ص:۲۲ دار الکتاب۔

البحر الرائق ص:۴۸/ج:۱، ایچ ایم سعید پاکستان۔

الفتاویٰ الهندية۔ ص:۷۵/ج:۱) زکریا بک ڈپو دیوبند۔

الفقه الاسلامی وادلته۔ ص:۲۷۰/ج:۱۔ دار الفکر۔

آداب الخلاء

بیت الخلاء میں ننگے پاؤں ننگے سر جانا کیسا ہے؟

سوال (۲۰): بیت الخلاء میں ننگے پاؤں ننگے سر جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

خلافِ ادب ہے، ولا يدخل الخلاء الا مستور الرأس نفع المفتي والسائل ص ۵۵۔(۱)

وفي الشامي ج ۱ ص ۲۳۰ إذا أراد أن يدخل الخلاء إلى أن قال ولا حاسر الرأس۔(۲)

وفي البحر ج ۱ ص ۲۵۲ ومن ادابها اي آداب الخلاء ان لا يدخل في الخلاء مكشوف الرأس ولا حافيًا روئ ذالك مرسلًا ومسندًا۔(۳)

فقط والله تعالى اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) (نفع المفتی والسائل ص: ۱۶۷/ج: دار ابن حزم)

(۲) (شامی ص: ۲۳۰/ج: ۱، نعمانیہ)

وستحب أن يدخل مستور الرأس۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۱۵/ج: ۱، رشیدیۃ)

ويدخل الخلاء ستور الرأس استحباباً۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۱، دار الکتاب)

(۳) البحر الرائق ص: ۲۴۳/ج: ۱، سعید۔

دھوپ میں گرم کئے ہوئے پانی سے استنجاء کا حکم

سوال (۲۱): ایسا پانی جو دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے گرم ہوگیا ہو اس سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا پانی جو دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے گرم ہوگیا ہو اس سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ چونکہ گرم پانی سے برص کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔

”وقال في معراج الدراية وفي القنية وتكره الطهارة بالمشمش إلى أن قال والظاهر أنها تنزيهية عندنا الخ“ (شامی: ۱/۱۲۱)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار ص: ۱۲۱/ج: ۱ نعمانیہ۔

فقد علمت أن الكراهة عند نالصحة الأثر وأن عدمها روايه والظاهر أنها تنزيهية عندنا أي هنا بدليلٍ عده في المندوبات۔ شامی، ص: ۳۲۴ ج: ۱۔ زکریا۔

(۳) ويجوز الوضوء والغسل بماء البحر والعين والبئر والمطر والثلج الذائب وبماءٍ قصد تشميسه۔ (درر الحکام شرح غرر الأحکام ص: ۲۱/ج: ۱)

کیا استنجاء میں پانی کے ساتھ ڈھیلے کا استعمال ضروری ہے؟

سوال (۲۲): حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اہلِ ہند کے لئے پانی کے ساتھ ساتھ ڈھیلے سے بھی استنجاء کرنا ضروری ہے اور دلیل یوں بیان کی ہے کہ یہاں کی فضا ٹھیک نہیں ہے انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص منکر ہے تو اس کو ایک سفید پاجامہ پہنا کر ایک

گھوڑے پر بیٹھا کر دوڑایا جائے اگر ٹپک جائے تو ڈھیلے کا استعمال کرے اگر نہ ٹپکے تو ترک کردے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے فتویٰ دیا ہے تو پھر آپ کو اس پر عمل کرنے میں کیا اشکال ہے؟ (۱)

التعلیق والتخریج

(۱) استعمال الماء سنة في زماننا. قال الحسن البصري. فقيل له إن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يتركونه. فقال: إنهم كانوا يبعرون بعراً وأنتم تثلطون ثلطاً. (فتح القدير ص:۱۸۹/ج:۱، دار إحياء التراث)

فتاویٰ رشیدیہ ص:

العرف الشذي مع الترمذي ص:۱۱/ج:۱، بلال۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ص:۲۱۱/ج:۱، زکریا۔

الفتاویٰ الہندیۃ: ص:۱۰۵/ج:۱، زکریا۔

قبرستان میں استنجاء کرنے کا حکم

سوال ۲۳: قبرستان میں استنجاء، پائخانہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قبرستان میں استنجاء، پائخانہ کرنا سخت گناہ کی بات ہے اس سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

باب الحیض

دم حیض کا رنگ مٹیالہ آرہا ہے، کیا حکم ہے؟

سوال (۲۴): ماجدہ کی شادی ساجد کے ساتھ ہوگئی ماجدہ اپنے سسرال تقریباً ۲۰ روز رہ کر اپنے میکے آئی، ساجد کے گھر ماجدہ کا حیض اپنے وقت پر آیا جب ماجدہ اپنے میکے چلی گئی تو حیض وقت پر نہ آیا، وقت سے تقریباً ۱۰ روز بعد ماجدہ کو بالکل معمولی مٹی یا اس سے کڑا رنگ کا قطرہ آیا ہے اتنا قطرہ آتا ہے، جس سے سامنے کا معمولی کپڑا تر ہوجاتا ہے تو اس صورت میں یہ خون حیض کا ہے یا بیماری کا اور اس حالت میں نماز روزہ کرسکتی ہے یا نہیں نیز ہمبستری کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر قطرہ برابر تھوڑا تھوڑا آتا ہو تو نماز پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟

انصاری کلاتھ اسٹور

موضع و پوسٹ شانتی پور ضلع تنسکیہ آسام

الجواب: حامدًا ومصلیًا

الوان دم حیض ۶/ ہیں ان میں سے ایک تربیہ بھی ہے لہٰذا یہ رنگ دم حیض سے خارج نہیں، نیز ایام طہر کی کوئی تحدید نہیں، البتہ اقل مدت حیض ۳/ یوم اور اکثر مدت حیض ۱۰/ ایام ہیں۔ معمول بدلتا رہتا ہے، ممکن ہے معمول بدل گیا ہو اس لئے اگر یہ خون چاہے ایک قطرہ سہی، ایام عادت کے مطابق ہے تو یہ حیض ہوگا اور ایام کے اعتبار سے گویا کہ معمول بدل گیا اور اگر ۳/ یوم سے کم آیا یا دس یوم سے زیادہ آیا، تب اسے استحاضہ شمار کیا جائے گا اور اسی اعتبار سے باقی احکامات اس پر مرتب ہوں گے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وما تراہ من لون ککدرةٍ وتربةٍ فی مدّته سوی بیاض خالص ولا المرئی طهراً فتخلّلا فیها حیض، وتحته فی الشامیّة: اعلم أنّ ألوان الدماء ستة: هذان، والسواد، والحمرة، والصفرة، والخضرة۔ (شامی ص:۵۳۰/ج:۱)اشرفیه۔

وفی حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۱۳۹/ج:۱دارالکتاب۔

فتح القدیر ص:۱۴۴/ج:۱دار إحیاء التراث العربی۔

ہندیہ ص:۹۰/ج:۱ زکریا جدید۔

البحر الرائق ص:۱۹۲/ج:۱سعید۔

حائضہ ونفساء کے لئے مسنون دعاء پڑھنے کا حکم

سوال (۲۵): عورت حیض ونفاس یا زچگی کی حالت میں ذکرِ مسنون دعائیں یا کلام پاک کی تلاوت زبانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حیض ونفاس کے زمانے میں عورت کے لئے ذکر اور مسنون دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحو ذالك کذا فی السراجیه اه الفتاوٰی الهندیه ج۱ ص۳۸۔(۱) والجوهره ج۱ ص۲۸۔

(۲) کلام پاک کی تلاوت خواہ زبانی ہو یا دیکھ کر جائز نہیں ومنها حرمة قراءة القران والآیة. وما دونها سواء فی التحریم علی الأصح الخ الفتاوٰی الهندیة ج۱ ص۳۸ والجوهره ج۱ ص۲۸

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ص:۸۳، رشیدیہ۔

(۲) ولا یمنعان من ذکر اللہ۔ (الجوہرة السیرة ص:۳۹/ج:۱، کراچی)

ولا بأس لحائض وجنبٍ بقراءة أدعیة ومسها وحملها وذکر اللہ وتسبیحٍ وزیارة قبورٍ ودخول مصلی عیدٍ۔ (شامی ص:۵۳۶/ج:۱، أشرفیة)

وفی السراجیة: لا بأس للجنب والحائض زیارة القبور والدخول فی مصلی العید ویجوز لهما الدعوات۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۴۸۱/ج:۱، زکریا)

بابُ التیمم

تیمم کرکے نماز پڑھنے کے بعد پانی مل جانے کا حکم

سوال (۲۶): ایک شخص ایسی جگہ پر ہے جہاں پانی نہیں ہے، لیکن ایک اس کا ساتھی ہے جس کے پاس پانی موجود ہے اس سے مانگے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھ لیا نماز کے بعد پانی مانگا اس نے دیدیا اس کی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز واجب الاعادہ ہے۔

"وان شک فی الاعطاء وتیمم وصلی فسالہ واعطاہ، یعید" (کمافی العالمگیریہ:۱/۲۹)۔(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) (ہندیہ ص ۸۲/ج:ازکریا جدید)۔

فإن صلى بالتيمم بلا سؤالٍ فعلى ما سِيْقَ، فلو سأل بعدها وأعطاه أعَادَ وإلَّا فلا۔

(شامی ص:۴۷۰/ج:۱) اشرفیہ۔

البحر الرائق ص:۱۶۲/ج:۱ سعید۔

البنایہ شرح الہدایہ ص۵۵۱/ج: ادارالفکر۔

تاتارخانیہ ص:۳۹۱/ج:ازکریا۔

تیمم کی اجازت کب ہے؟

سوال ۲۷: زید اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں مکمل وضو کرنے سے قاصر ہے، صرف صبح سویرے مکمل وضو کرسکتا ہے، باقی اوقات میں چہرہ پاؤں وغیرہ ڈالنے سے شدید قسم کا درد شروع ہوجاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) اس صورت میں زید نماز کس طرح ادا کرے؛ ایا تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ یا وضو کرنا ضروری ہے؟

(۲) باقی اوقات میں صرف ہاتھوں کو دھوسکتا ہے، تو کیا اس کی اجازت ہے کہ چہرہ اور پاؤں پر مسح کرے یا تیمم کرے؟ وضاحت کے ساتھ جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تیمم کے جواز وعدم وجواز کی بنیاد عذر اور عدم عذر ہے کہ اگر ایسی بیماری یا ایسا عذر ہو جس میں پانی کا استعمال مضر اور تکلیف دہ ہو یا پانی کے استعمال پر بالکل قدرت نہ ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا شرعاً جائز ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب مکمل وضو کرنے پر قدرت ہو وضو کرنا ضروری ہے مسح یا تیمم درست نہیں اور جب ہاتھ کے علاوہ دوسرے اعضاء چہرہ اور پاؤں دھونے سے سر میں شدید قسم کا درد ہونا تجربہ یا ظن غالب سے ثابت ہو، تو ایسی صورت میں ہاتھ کو دھولیں اور بقیہ اعضاء پر مسح کرکے نماز پڑھیں، تیمم کرنا درست نہیں کہ غسل اور مسح کا اجتماع تو درست ہے لیکن غسل اور تیمم کا اجتماع درست نہیں ہے، کما فی الفتاوی الھندیہ (۱) ولو كان يجد الماء الا أنه مريض يخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برءه. الى قوله. ويعرف ذالك الخوف اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة او خبر طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق كذا فى شرح (۲) منية المصلى لإبراهيم الحلبى الى قوله ولا يجمع بين الغسل والتيمم (ج۱ص۲۸۔ هكذا فى الهداية (۳) ونور الايضاح (۴) وغيرهما) وفى البدائع. ولنا قوله تعالى مطلقا من غير فصل بين مرض ومرض الا ان المرض الذى لا يضر معه استعمال الماء ليس بمراد فبقى المرض الذى يضر معه استعمال الماء (ج۱ ص۴۸) وفى النوادر. وان استوى الصحيح والسقيم لم يذكر فى ظاهر الرواية وذكر فى النوادر انه يغسل

الصحیح ویربط الجبائر علی السقیم ویمسح علیہا ولیس ھٰذا جمع بین الغسل والمسح لان المسح علی الجبائر کالغسل لما تحتہا. (بدائع الصنائع ج۱ص۵۱ مطبع پاکستانی)۔(۵)

حاصل کلام یہ کہ مکمل وضو پر قدرت کی صورت میں وضو ہی ضروری ہے اور دوسری صورت میں جبکہ گرم یا ٹھنڈا پانی کے استعمال سے سخت تکلیف یا مرض شدید ہوجائے تو ہاتھ دھولیں اور چہرہ و پاؤں کا مسح کر کے نماز پڑھ لیں، تیمم درست نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ج:۱ص:۸۱۔ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

(۲) منیۃ المصلی: ص:۵۷۔ دارالکتاب دیوبند۔

(۳) ہدایہ: ج:۱ص:۴۹۔ تھانوی۔

(۴) نورالایضاح: ص:۴۶۔ مکتبہ بلال دیوبند۔

(۵) بدائع الصنائع: ج:۱ص:۴۸۔ دارالکتاب العربی۔ بیروت۔ ج:۱ص:۱۷۱ زکریا بک ڈپو دیوبند۔
بدائع الصنائع: ج:۱ص:۵۱۔ دارالکتاب العربی۔

متفرقات

طہارتِ فضلاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق

سوال (۲۸): حضور ﷺ کے فضلات پاک ہیں یا نہیں میری نگاہوں سے مختلف عبارتیں گذریں کہیں پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اور کہیں ناپاک اس کی کیا تحقیق ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اکثر حضرات محدثین طہارت ہی کے قائل ہیں خود حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ المواھب اللدنیۃ میں بحوالہ عینیؒ شرح بخاریؒ مذکور ہے علامہ بیری نے بھی شرح اشباہ میں اس کی تصریح کی ہے بعض ائمہ شافعیہ نے بھی طہارت والے قول ہی کی تصحیح کی ہے بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''دلائل سے طہارت کے قول کو ہی تقویت ملتی ہے'' اور بقول ملا علی قاریؒ اکثر حضرات حنفیہ کا مختار قول یہی ہے، بہت سے حضرات ائمہ حدیث نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی خصوصیات میں سے اسے شمار کیا ہے۔ (ردالمختار: ۱/ ۳۱۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) صحح بعض أئمۃ الشافعیۃ طہارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسائر فضلاتہ. وبہ قال أبو حنیفۃ کما نقلہ فی المواہب اللدنیۃ عن شرح البخاری للعینی و صرح بہ البیری فی شرح الأشباہ وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلۃ علی ذلک وعد الائمۃ ذلک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم. نقل بعضہم عن شرح المشکوٰۃ لا الملا علی القاری أنہ قال اختارہ کثیر من أصحابنا. وأطال فی تحقیقہ فی باب ما جاء فی تعطرہ علیہ الصلاۃ والسلام. (رد المحتار علی الدر المختار و

ص:۱۸۳ ر ج:۱، کراچی)

(۲) روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امرءۃٍ شربت بولہ: فقال لھما: لن تشتکی وجع بطنک أبداً۔ (شرح الشفاء للقاضی عیاض ص:۱۷۱-۱۷۲ ج:۱، بیروت)

امداد الفتاویٰ ص:۱۳۰ ر ج:۱، قدیم زکریا۔

میت کے لئے کلوخ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال (۲۹): تختہ وغیرہ کو بعد طاق خوشبو دیکر مردہ کو تختہ پر لٹادیا جاتا ہے اور دستانہ ہاتھ میں لپیٹ کر پہلے بعد طاق مٹی کے ڈہیلوں سے پائخانہ و پیشاب کے مقام کو صاف کر کے تب پانی سے دھوتے ہیں اور صاف کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مٹی کے ڈھیلوں سے بعد طاق ہر دو مقام کو پہلے صاف کرنا سنت ہے دریافت طلب امور یہ ہے کہ مٹی کے ڈھیلوں سے بعد طاق پہلے ہر دو مقام کو صاف کرنا سنت ہے؟ یا کیا حکم شرع شریف ہے اور اگر پہلے ہر دو مقام کو ڈھیلوں سے صاف نہ کر کے صرف پانی سے صاف کرنے پر اکتفا کریں تو سنت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

باوجود تتبع کثیر کے ڈھیلے سے استنجاء کسی عبارت میں نہیں مل سکا البتہ اتنا ضرور ملتا ہے کہ وضو کرایا جائے اور اگر نجاست نکل جائے تو اس کو دھویا جائے ۔ یمسح بطنہ رقیقاً وما خرج منہ یغسلہ۔ (تنویر الابصار:۱/۵۷۵، (۱) وہکذا فی الزیلعی:۱/۲۳۷)(۲) بلکہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ کلوخ (ڈھیلے) کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ:۱/۱۲۷)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

ویمسح بطنہ أولاً ثم یغسلہ بعد ذلک وجھہ لأنہ قد یکون فی بطنہ شیئ یغسلہ بعد ذلک۔ (بدائع الصنائع ص:۳۰۱ ر ج:۲، دار الکتاب العربی)

الفتاویٰ الہندیہ ص:۲۱۹ ر ج:۱، زکریا۔

(۱) تنویر الأبصار مع الشامی ص:۵۷۵ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۲) حاشیۃ الزیلعی: ص:۲۳۷ ج:۱، امدادیہ۔

(۳) امداد الفتاویٰ ص:۱۲۷ ج:۱، زکریا قدیم۔

الجوہرۃ النیرۃ ص:۲۷ ج:۱، کراچی۔

مقطوع الیدین کے لئے استنجاء کا طریقہ

سوال (۳۰): زید کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اس کے لئے استنجاء کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ بیّنو توجروا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اس کے لئے استنجاء کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی بیوی یا باندی استنجاء کرادے اگر بیوی یا باندی نہ ہو تو ایسے شخص سے استنجاء ساقط ہوجائے گا۔ ولو شلتا سقط أصلا کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ. وفی التاتار خانیۃ: الرجل المریض اذا لم تکن لہ امرأۃ ولا أمۃ ولہ ابن أو أخ وھو لا یقدر علی الوضوء قال یوضئہ ابنہ أو أخوہ غیر الاستنجاء فانہ لا یمس فرجہ ویسقط عنہ۔ (شامی، ج۱ ص۲۲۷)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ص:۲۲۷ ر ج:۱ نعمانیہ۔

ولا یستنجی بالیمین لقولہ علیہ السلام۔ الیمین۔ للوجہ والیسار للمقعد إلا فی

ضرورة بأن تكون يسرى مقطوعة أو بها جراحة فلو شلتا سقط الاستنجاء.

(مجمع الأنهر ص:۱۰۰/ج:۱، فقیه الأمت)

الرجل المريض إذا لم يكن له امرأة ولا أمة وله ابن أو أخ وهو لا يقدر على الوضوء قال يوضئه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء فانه لا يمس فرجه ويسقط عنه الاستنجاء والمرأة المريضة إذا لم يكن لها زوج وهي لا يقدر على الوضوء ولها بنت. وفي الخانية أو أخت قال: توضوء ها البنت بالماء الطهور، ويسقط عنها الا ستنجاء. (الفتاویٰ التاتار خانية، ص:۲۱۸/ج:۱، زکریا).

ناپاک آدمی قبرستان میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۱): ناپاک آدمی قبرستان میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قبرستان میں جانے کے لئے طہارت شرط نہیں لیکن ناپاکی کی حالت میں قبرستان جانا بہتر نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وفي السراجية: لا بأس للجنب والحائض بزيارة القبور والدخول في مصلى العيد. (الفتاویٰ التاتارخانية، ص:۱۸۴/ج:۱، زکریا)

(۲) الدر المختار ص:۵۳۶/ج:۱، زکریا۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ص:۹۲/ج:۱، زکریا۔

(۴) احسن الفتاویٰ: ص:۳۸/ج:۱۔

ناپاک آدمی جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے؟

سوال (۳۲): اگر کوئی ناپاک شخص جنازہ کو کندھا دینا چاہے تو کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جنازہ کو کندھا دینے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں آخرت کے مسافر کو اس کی شان کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وقوله: فليتوضأ في حمل الجنازة للمحدث ليتمكن من الصلاة عليه. (بدائع الصنائع: ص:۱۳۹/ج:۱، زکریا) (باب القهقهة في الصلاة).

گندے تالاب سے متصل کنویں کا حکم

سوال (۳۳): مسجد بی بی آمنہ ایک فرلانگ کی لمبائی و چوڑائی میں ہے جس کے کنارے پر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور مسجد کے اندر ایک کنواں کھودا گیا ہے جس میں چار ہی گز کی گہرائی پر پانی اچھا نکل آیا ہے چونکہ تالاب بالکل متصل ہی ہے اور اس تالاب ہی میں شہر کے ناپاک و گندے پانی بھی آ آ کر جمع ہوتے ہیں تو دریافت یہ ہے کہ اس کنویں کے پانی کا کیا حکم ہے؟ اس سے وضو وغیرہ کرنا اور اس کا پینا درست ہے یا نہیں؟ پانی کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

پانی پاک ہے، اس سے وضو درست ہے، بعض کنویں سے پانی جلدی نکل آتا ہے اس سے کسی اور چیز کا وہم نہیں کرنا چاہئے، نیز جبکہ اس پانی کا رنگ مزہ بو اپنی جگہ صحیح ہے پھر اس

کے استعمال میں کوئی اشکال نہیں۔

"الماء طهور لا ينجسه شيء الا ما غير ريحه أو طمعه أو لونه" (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. الماء لا ينجسه شيئ إلّا ما غلب على لونه أو طعمه أو ريحه. (شرح معانی الآثار ص:۵ ج:۱) یاسر ندیم۔ اینڈ کمپنی، (وفی ابن ماجه ص:۴۰ ج:۱، کتب خانه رشیدیه).

بئر الماء إذا كانت بقرب البئر النجسة، فهي طاهرة مالم يتغير طعمه أو لونه أو ريحه. (هنديه: ۳۵ ج:۱) زکریا (وفی التاتار خانیه: ص:۱۳۳/ج:۱). زکریا.

وکذا فی الفتاویٰ الولوالجية: ص:۳۴/ج:۱، زکریا.

وفی بدائع الصنائع ص:۳۰۵ ج:۱، زکریا.

وفی قاضی خان ص:۵ ج:۱، زکریا جدید.

حوض شرعی کا حکم

سوال (۳۴): حوض شرعی کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو کے لئے پانی نکالتے وقت پانی کی سطح نظر نہ آئے۔

"وعمقه أي عمق الغدير ما لا تنحسر الأرض بالغرف هو الصحيح" (کمافی مجمع الانہر: ۱/ ۲۹) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) (مجمع الانہر ص:۷۴/ج:۱، مکتبه فقیه الامت).

إن كان بحال لو رفع الماء بكفه لا ينحسر ما تحته من الأرض فهو عميقه. (قاضی خان ص:۶/ج:۱، زکریا جدید).

وفی الشامی: ص:۳۲۵ ج:۱، اشرفیه.

وفی الهندیه: ص:۱۷ ج:۱، زکریا وفی البحر: ص:۷۷ ج:۱، ایچ ایم سعید. زکریا جدید.

وفی التاتارخانية: ص:۳۰۰ ج:۱، زکریا.

چٹائی پر لگے ہوئے پاخانہ کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال (۳۵): ایک چٹائی پر بچے نے پاخانہ کردیا وہ پاخانہ خشک ہوگیا وہ چٹائی پاک ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

چٹائی پاک ہوجائے گی لیکن دلک (رگڑنا) ضروری ہے البتہ اس کے بعد اس کو دھو دینا چاہئے۔

"حصير أصابته نجاسة فان كانت النجاسة يابسة لا بد من الدلك حتى تلين" (کمافی العالمگیریہ: ۱/ ۴۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) حصير أصابته نجاسة فإن كانت النجاسة يابسة لا بد من الدلك حتى تلين.

(هنديه: ص۷۹/ج:۱، زکریا جدید)

وفی البحر الرائق ص:۲۲۰ ج:۱، ایچ ایم سعید.

وفی قاضی خان :۱۹ر ج:ا زکریا جدید۔

وفی التاتارخانیہ ص:۴۵۵ر ج:ا،زکریا جدید۔

فتاویٰ بزازیہ ص:۱۴ر ج:ا،زکریا جدید۔

خشک منی کو بدن سے پاک کرنے کا طریقہ

سوال (۳۶): ایک شخص کے بدن میں منی لگ گئی اور وہ خشک ہوگئی،اس نے کھرچ دیا اس کا جسم پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جسم پاک ہوگیا لیکن اس زمانہ میں منی سیال ہوتی ہے اس لئے بہر حال دھونا ضروری ہے۔

"ویطهر منی یابس بفرك" (کمافی الدرالمختار:۱؍۲۰۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی:۵۶۵ ج:۱) اشرفیہ۔

وفی البحرالرائق ص:۲۲۴ر ج:۱،ایم ایم سعید۔

وفی الهندیہ:۸۹ر ج:۱،زکریا جدید۔

وفی البدائع الصنائع ص:۲۴۱ر ج:۱،زکریا۔

وفی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۱۶۵،دارالکتاب دیوبند۔

سونے کی حالت میں منہ سے نکلنے والے پانی کا حکم

سوال (۳۷): ایک شخص سو رہا ہے،سونے کی حالت میں اس کے منہ سے کچھ پانی گرا وہ پانی پاک ہے یا ناپاک،اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

پانی پاک ہے اور کپڑے کا دھونا ضروری نہیں۔

"کماء فم النائم فانه طاهر مطلقا به یفتی" (کمافی الدرالمختار:۱؍۹۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۲۹۰ر ج:۱) اشرفیہ۔ بخلاف فم النائم فإنّه طاهر۔ (البحرالرائق ص:۲۳۲ر ج:۱) سعید۔

(وفی التاتارخانیہ ص:۴۴۳ر ج:۱،زکریا)۔ (فتاویٰ بزازیہ ص:۱۷ر ج:۱،زکریا جدید)۔

(ہندیہ:ص:۱۰۱ر ج:۱،زکریا جدید)۔

بیدار ہونے پر کپڑے پر تری پائے جانے کا حکم

سوال (۳۸): سنت کے مطابق سونے اور بغیر کسی برے خیال کے باوجود رات کو احتلام بغیر کسی خواب کے ہوتا ہے،ہفتہ میں مسلسل کبھی دو دن کبھی تین دن یا صرف ایک دن ہوتا ہے۔کسی ہفتہ میں ایک روز یا دو روز یا تین روز کے وقفہ سے ایک یا دو رات ہوتا ہے،آنکھ کھلنے پر احتلام کا پتہ اس طرح سے ہوتا ہے کہ کپڑا پر ایک سکہ برابر یا ایک سکہ سے کچھ زیادہ بھیگا رہتا ہے۔احتلام ہوتے وقت نیند میں کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے اور بھیگے ہوئے کپڑے پر گوند سے بہت کم بالکل ہلکی چپکاہٹ ہوتی ہے۔آنکھ کھلنے پر اعضاء تناسل میں تناؤ پوری طرح باقی رہتا ہے۔آدمی غیر شادی شدہ ہے اور تنہا سوتا ہے۔کیا ایسا ہونا احتلام ہے اور غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سونے کے بعد بیدار ہونے پر کپڑے یا بستر پر تری پائی گئی،خواہ وطی یا احتلام یاد ہو یا نہ ہو،غسل واجب ہو جاتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ پر غسل واجب ہے۔(کذافی البحر)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) البحرالرائق ص:۵۶/ج:۱سعید۔

عن عائشة قالت سئل النبی صلی الله علیه وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یذکر احتلاماً قال یغتسل وعن الرجل یری أنه قد احتلم، ولم یجد بللاً قال علیه الغسل۔ (ترمذی شریف ص:۳۱/ج:۱، وفی ابن ماجہ ص:۴۵/ج:۱، کتب خانہ رشیدیہ)

إن انتبه ورأی علی فراشه أو فخذه منیاً کان علیه الغسل یذکر الاحتلام أولم یتذکر۔ (قاضی خان ص۳۰/ج:۱) زکریا جدید۔

البدائع الصنائع ص:۱۴۲ج:۱، زکریا۔

عند رؤیة مستیقظ منیاً أو ودیًا وإن لم یتذکر الاحتلام۔ (شامی ص:۳۳۱/ج:۱) اشرفیہ۔

گندگی کا کیڑا پانی میں گرجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۳۹): گندگی سے ایک کیڑا پیدا ہوا لوٹے میں کرگیا، لوٹے کا پانی ناپاک ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

پانی ناپاک ہوجائے گا بشرطیکہ کیڑے کے بدن پر نجاست ہو، ورنہ ناپاک نہ ہوگا

”کدودة متولدة من نجاسة فانها طاهرة ولو خرجت من الدبر، والنقض انما هو لما علیها لالذاتها“ (کمافی الشامی:۱/ ۱۴۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۳۶۶/ج:۱) اشرفیہ

إنّ نفس دودة لیست بنجسة، ولهذا لو غسلت جازت الصلاة معها فلم یتعدمن

النجس إلا ما علیها۔ (فتح القدیر ص:۴۶/ج:۱ دار إحیاء التراث العربی۔

وفی البدائع الصنائع، ص:۲۲۳/ج:۱، زکریا۔

فتاویٰ بزازیّة، ص:۱۶/ج:۱، زکریا جدید۔

تاتارخانیہ، ص:۳۱۶/ج:۱، زکریا۔

غسل فرض کے بعد منی کے قطرہ کے نکلنے کا حکم

سوال (۴۰): ایک شخص کو احتلام ہوا بیدار ہونے کے بعد اس نے پیشاب کیا اس کے بعد سنت کے مطابق اس نے غسل کیا غسل سے فارغ ہونے کے بعد آلہ تناسل سے ایک قطرہ منی نکلا، سوال یہ ہے کہ اس پر غسل کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غسل کا اعادہ واجب نہیں

”ولو خرج بعد ما بال او نام أو مشی لا یجب الغسل اتفاقًا“ (کمافی الفتاویٰ الهندیہ:۱/ ۱۴) رشیدیۃ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

لو خرج بقیة المنی بعد البول أو النوم أو المشی لا یجب الغسل اجماعاً۔

(۱) الفتاویٰ الهندیۃ، ص:۱۴/ج:۱۔ (البحرالرائق، ص:۵۵/ج:۱) سعید۔

شامی، ص:۳۲۷/ج:۱۔ اشرفیہ۔

تاتارخانیہ، ص:۲۸۳/ج:۱، زکریا۔

مجمع الأنہر، ص:۳۹/ج:۱ مکتبہ فقیہ الامت۔

زخم سے گوشت کا ٹکڑا از خود گر گیا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۱): ایک شخص ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ گوشت کا اتصال ختم ہو چکا ہے اس کی ران سے گوشت کا ایک ٹکڑا از خود گر گیا اور اس سے خون نہیں بہا تو یہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ناقض وضو نہیں۔

"والشيء تنشاء في الجرح إذا خرجت منه او لحم سقطت منه لم ينقض" (کما فی فتح القدیر: ۱/۵۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

وكذا لحم سقط منه لطهارته. (شامی ص: ۲۸۸/ج:۱) اشرفیه۔

(۱) (فتح القدیر: ص ۴۶/ج:۱) دار إحياء التراث العربي۔

البدائع الصنائع ص: ۱۲۵/ج:۱، زکریا۔

البحر الرائق ص: ۳۴/ج:۱، سعید۔

حاشية الطحطاوي على المراقي ص: ۹۳ سعید۔

تنور میں پاؤں لٹکا کر سونے کا حکم

سوال (۴۲): ایک آدمی تنور پر بیٹھا اس حال میں اس نے اپنے دونوں پاؤں تنور میں لٹکا لئے پھر سو گیا، اس کا وضو ٹوٹا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو ٹوٹ گیا۔

"وان نام على راس التنور وهو جالس قد أدلى رجليه كان حدثا لان ذلك سبب لاسترخاء المفاصل" (کما فی الخانیة: ۱/۴۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) قاضی خان ص: ۴۴/ج:۱۔ (دار الکتاب علمیه بیروت)۔

إن نام على رأس التنور وهو جالس قد أدلى رجليه كان محدثا۔ (ہندیہ ص ۶۳/ج:۱) زکریا۔

تاتارخانیہ ص: ۲۵۶/ج:۱ زکریا۔

البحر الرائق ص: ۳۸/ج:۱ سعید۔

خلاصۃ الفتاویٰ ص: ۱۹/ج:۱ اشرفیہ۔

بزازیہ ص: ۱۱/ج:۱ زکریا جدید۔

ناپاک شہد کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال ۴۳: ایک آدمی کے پاس شہد ہے اس میں کوئی ناپاکی گر گئی جس کی وجہ سے ناپاک ہو گیا اس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

شہد کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی برتن میں ڈال دیا جائے اور پانی ڈال کر اس کو تین مرتبہ پکایا جائے اور ہر بار بقدر شہد پانی ملایا جائے اس طرح شہد پاک ہو جائے گا۔

"تنجس العسل يلقى في طنجير ويصب عليه الماء ويغلى حتى يعود إلى مقداره هكذا ثلاثا فيطهر" (کما فی الفتاوی الهندیہ: ۱/۴۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

ولو تنجس العسل فتطهيره ان يصبّ فيه ماء بقدره فيغلى حتى يعود إلى مكانه.

(شامی ص:۵۹۷ر ج:۱) اشرفیہ۔ البحر الرائق ص:۲۳۷ر ج:۱ سعید۔

(۱) ہندیہ ص:۹۷ر ج:۱۔ زکریا۔ فتح القدیر ص:۱۸۴ر ج:۱ دار إحیاء التراث العربی۔

الفقہ الاسلامی وأدلتہ ص ۳۳۲ر ج:۱ دار الفکر المعاصر۔

بکری کی مینگنی کے دودھ میں گر جانے کا حکم

سوال (۴۴): بکری کی مینگنی دودھ میں گر جائے تو وہ دودھ ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر دودھ نکالتے وقت مینگنی گری تو دودھ ناپاک نہیں ہوگا۔ ورنہ ناپاک ہو جائے گا۔

"فلو وقعت فی غیر زمان الحلب فهو كوقوعها فی سائر الأوانی فتنجس لأن من عادتها أن ينفر فی الأصح لان الضرورة انما هی زمان الحلب لان من عادتها أن تبعر ذلك الوقت والاحتراز عنه عسير ولا كذلك غيره" (كمافی الشامی: ۱/۱۴۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۴۲۲ر ج:۱) اشرفیہ۔

إذا حلب شاةً أوضاناً فإن وقع بعرة فی المحلب حكى عن المتقدمين من المشائخ أنّهم توسّعوا فی ذلك إذا رمى من ساعته.

قاضی خان ص:۲۰ر ج:۱ زکریا جدید۔

البحر الرائق ص:۲۳۱ر ج:۱ سعید۔ الفتاویٰ الولوالجیۃ ص:۳۹ر ج:۱ زکریا۔

الکحل، خمر، اور لفظ نجس اور رجس کے معنی اور ان دونوں میں باہمی فرق کی تحقیق

سوال (۴۵): (۱) الکحل کی حقیقت کیا ہے؟

(۲) خمر (شراب) بیشک نص قطعی سے حرام ہے، لیکن کیا نجس بھی ہے؟

(۳) خمر اگر نجس ہے، تو نجاست کی دلیل کیا ہے؟

(۴) خمر وجود کحل کی وجہ سے نجس ہے یا نجاست کی کوئی اور وجہ ہے؟

(۵) الکحل مسکر ہے اور ہر مسکر حرام ہے، کیا مسکر کے لئے نجس ہونا بھی لازم ہے؟

(۶) اگر کوئی مشرک اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے یا اس کا تھوڑا سا تھوک پانی میں مل جائے، تو کیا نجس ہو جائے گا؟

(۷) (الف) قرآن میں لفظ نجس ہے، اس کا معنی مفہوم اور مصداق کیا ہے؟ (ب) انما المشرکون نجس، کا کیا مطلب ہے؟ کس طرح کی نجاست مراد ہے؟

(۸) رجس اور نجس میں کیا فرق ہے؟

(۹) کسی شی یا کسی فعل پر اطلاق نجاست کے لئے لفظ رجس اور نجس دونوں میں سے کون زیادہ حقیقی اور واضح ہے؟

(۱۰) لفظ رجس اور لفظ نجس مشترک المعنی ہیں یا دونوں میں عام خاص کی نسبت ہے؟

(کیا ہر نجس رجس ہے؟ اور ہر رجس نجس ہے؟ یا ہر نجس رجس ہے لیکن ہر رجس نجس نہیں ہے؟ یا ہر رجس نجس ہے لیکن ہر نجس رجس نہیں ہے؟)

علمائے کرام سے نہایت ادب کے ساتھ گذارش ہے کہ تمام سوالوں کا مدلل و ملخص مگر مکمل جواب جلد از جلد تحریر کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ آپ کے حسن تعاون کا پیشگی شکریہ!

المستفتی: مولانا عبد الوحید واحد فیاضی مدیر ادارہ فکر اسلامی، بھنڈی بازار ممبئی

الجواب: حامدًا ومصليًا

الکحل کی حقیقت وماہیت:

(۱) اسپرٹ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ تیز شراب کا جوہر اور اس کی روح ہے، اس میں سے بذریعہ علم کیمیا خاص منشی اور نشہ آور جز علیحدہ کرلیا جاتا ہے اس کا نام الکحل ہے۔ اگر یہ انگور یا کھجور یا منقی سے بنی ہو تو بالاتفاق و بالاجماع ناپاک وحرام ہے، ایک قطرہ بھی اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو اسپرٹ اور الکحل، آلو، جو، گیہوں اور میوے سے بنتا ہے وہ مختلف فیہ ہے کہ بقول شیخین ؒ پاک اور بقول امام محمد ؒ نجس اور ناپاک ہے۔ (شامی: ج ۱ ص ۲۱۳)

حاشیہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ اسپرٹ بہت تیز شراب گویا شراب کا جوہر ہے، بوجہ تیزی اس کو کوئی پی نہیں سکتا، اور اشد ضرورت کے وقت اس کے چند قطرے پانی میں ملا کر پیتے ہیں تو شراب کا کام دیتی ہے۔ اسپرٹ ہر چیپ دار چیز سے بنتی ہے، تو جو اسپرٹ ان تینوں چیزوں سے بنے گی وہ خمور اربعہ متفق علیہا میں سے ہوگی اور ناپاک وحرام ہوگی، ایک قطرہ بھی پینا یا کسی طرح استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔ الی قولہ: اسپرٹ میں سے علم کیمیا کے ذریعہ خاص منشی جز علیحدہ نکال لیتے ہیں، اس کا نام ''الکحل'' ہے۔

التعلیق والتخریج

واما الوجه الخامس: فهو نبيذ التمر أو نبيذ الزبيب إذا طبخ آدنى طبخ ثم اشتد، فإنه يجوز شربه دون السكر عند ابى حنيفة ؒ۔ وابى يوسف الآخر، اذاأراد ستمرا الطعام ولم يرد به اللهو وقال محمد ؒ لا يجوز شربه، قليله وكثيره حرام۔ وبه نأخذ، ولو أراد أن يشربه للهو فقليله وكثيره حرام بالاتفاق۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية) ص:۲۲۰ ج:۱۸ زكريا، ديوبند)۔

الاول، نبيذ التمر والزبيب إن طبخ أدنى طبخة، يحل شربه وان اشتد وهذا إذا شرب منه بلا لهوٍ وطربٍ فلو شرب للهو فقليله وكثيره حرام و مالم يسكر فلم شربٍ ما لغلب على ظنه أنه مسكر فيحرم لأن السكر حرام فى كل شراب۔

(حاشية ابن عابدين ص:۵۰ ج:۱، اشرفيه)

(۱) وفى الخانية، ويكره الاكتحال بالخمر، وأن يجعل من الشعر۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية: ص:۴۱۳/ج:۱۸)۔ زکریا۔

(۲) خمر یعنی شراب حرام ہونے کے ساتھ ساتھ نجس اور ناپاک بھی ہے، جس طرح خون، پیشاب وغیرہ۔ کما هو مصرح فى الهدايه: (۱) قدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظة كالدم والبول والخمر (ج ۱ ص ۴۶ باب الانجاس) وفى البنايه شرح الهدايه (۲) (وانما كانت نجاسة هذه الاشياء) يعنى الاشياء المذكورة كالدم والبول والخمور ونحوها مغلظة يعنى موصوفة بالتغليظ (لانها) اى لان هذه الاشياء اى نجاستها تثبت بدليل مقطوع فيه بنص وارد فيه بلا معارضة نص اخر كالخمر مثلا فان نجاسته بنص القرآن لقوله رجس اى نجس ولم يعارضه نص اخر (بنایہ ج ۱ ص ۷۳۷) وفى الشامى مع الدر المختار (قوله خمر) هذا ما فى عامة المتون وفى القهستانى عن فتاوى الدينارى قال الامام خواهر زاده الخمر تمنع الصلوة وان قلت بخلاف سائر النجاسات (شامی ج ۱ ص ۲۱۳) (۳) وفى البدائع انها نجسة العين نجاسة غليظة كالبول والغائط۔ (ج ۱ ص ۲۱۷ مطبع پاکستانی) (۴)

التعلیق والتخریج

(۱) ہدایہ ج:۱ ص:۷۴، مکتبہ تھانوی دیوبند۔

(۲) البنایۃ: ج:۱ ص:۷۳۷ دار الفکر۔

(۳) الشامی: ج:۱ ص:۵۷۶۔ المکتبۃ الاشرفیۃ۔ (۴) بدائع الصنائع: ج:۴ ص:۲۷۸۔

(۵) يحرم شرب قليلها وكثيرها وهى نجسة غليظة كالبول۔ (هنديه) ج:۵ ص:۴۱۰ رشيديه پاكستان۔

دلائل نجاسات:

(۳) خمر شرعاوعقلاہر اعتبار سے نجس ہے۔(۱) قرآن کریم میں خمر کو رجس کہا گیا ہے جس کے معنیٰ نجس کے ہیں، کما فی المائدۃ" اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرعہ کے تیر تو محض گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ وفی الاتقان (قولہ وھی نجاسۃ مغلظۃ) لان اللہ تعالیٰ سماھا رجسا فکانت کالبول والدم المسفوح (شامی ج ۵ ص ۲۸۹، بنایہ ج ۱۱ ص ۳۹۹) وقال صاحب الجمل فی تفسیر الرجس "قولہ رجس" خبیث مستقذر ای یعدہ اصحاب القول قبیحا ینبغی التباعد عنہ (حاشیۃ الجمل ج ۱ ص ۵۲۳، تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۸۹۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خمر طاہر ہوتی تو کپڑے یا بدن وغیرہ میں لگ جانے کی صورت میں دیگر پاک اشیاء کی طرح اس کے ساتھ بھی نماز درست ہوتی، والا مر لیس کذلک۔ کیوں کہ قدر درہم سے اگر زائد ہو تو نماز ہی نہیں ہوتی اور قدر درہم یا اس سے کم کی صورت میں بلا عذر اس کے ساتھ نماز پڑھنا عند الفقہاء مکروہ تحریمی ہے، اور مع العذر معاف اور نماز کامل طور سے درست ہے۔ کما ہو مذکور فی کتب الفقہ۔

(۳) تیسری عقلی وجہ یہ ہے کہ ہر سلیم الطبع انسان اور تمام ادیان ومذاہب کے لوگ بھی اس کو گندی اور ناپاک چیز سمجھ کر اس سے اجتناب اور گریز کرتے ہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ المائدۃ، آیۃ: ۹۰۔

(۲) فانہ سماہ رجساً۔ والرجس ماھو محرم العین. وقد جاءت السنۃ متواترۃ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم الخمر۔ (البنیۃ: ص ۳۹۹، ج:۱۱، دار الفکر)۔

فانہ سماہ رجساً.... وعلیہ انعقد الاجماع ولأن قلیلۃ یدعو الی کثیرۃ وھذا من

خواص الخمر۔ (ھدایہ ص ۳۹۲ ج:۴، ماذن پبلیکیشنز محلہ بڑے بھائیان دیوبند)۔

(۳) تفسیر کبیر: ج:۱۲/ص:۷۹، احیاء تراث۔

(۴) شامی: ج:۱۰/ص:۳۳، اشرفیہ دیوبند۔

خمر بذات خود نجس ہے:

(۴) خمر نجس لعینہ ہے، لغیرہ نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں خمر کو رجس کہا گیا ہے اور رجس کہتے ہی ہیں اس چیز کو جو بذات خود نجس اور ناپاک ہو، نہ کہ اختلاط غیر کی وجہ سے۔ کنجاسۃ الخنزیر. کما فی البدائع. والکلام فیہ فی مواضع. احدھا فی بیان ماھیتہ (الی قولہ) والثالث ان علیہ حرام غیر معلول بالسکر بخلاف غیر من الاشربۃ فانہ معلول بالسکر ومن الناس من یقول غیر المسکر منھا لیس بحرام کغیرہ من الاشربۃ فانہ معلول بالسکر لان الفساد لا یحصل الا بہ وھٰذا کفر لانہ مخالف للکتاب والسنۃ والإجماع (بدائع ج ۷ ص ۲۱۷ کتاب الاشربۃ) (۱) ہدایہ میں ہے کہ شراب اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہے، اس کی حرمت کا مدار نشہ پر نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بذات خود حرام نہیں ہے بلکہ اس سے نشہ حرام ہے کفر ہے، کیونکہ یہ کتاب اللہ کا انکار ہے، کتاب اللہ نے اس کو رجس کہا ہے اور رجس اس نجاست کو کہتے ہیں، جو اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہو، اور سنت متواترہ میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ شراب پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے، اس کی نجاست دلائل قطعیہ سے ثابت ہے الخ (ہدایہ ج ۴ ص ۳۹۲ کتاب الاشربہ)(۲)

وفی (۳) البنایہ لشرح الھدایہ "والثالث ان عینھا" ای عین الخمر حرام غیر معلول بالسکر. ولا موقوف علیہ ای علی السکر. ومن الناس من یقول أن من انکر حرمۃ عینھا وقال ان السکر

منہ حرام لان بہ. ای بالسکر یحصل الفساد وھٰذا کفر لانہ جحود
الکتاب فانہ سماہ رجسا وھو وقولہ سبحانہ تعالیٰ. اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ
الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ والرجس ماھو محرم العین
یعنی الرجس اسم للحرام النجس عینا بلا شبھۃ ودلیلہ قولہ
سبحانہ تعالی او لحم خنزیر فانہ رجس. ولحمہ حرام نجس عینا
بلاشبھۃ و کذا الخمر (بنایہ ج۱۱ ص۳۹۹ ،شامی ج۵ ص۸۸، ۲۸۹، ہندیہ
ج۵ ص۴۰۹،۴۱۰ کتاب الاشربہ)(۴)

حاصل جواب اینکہ خمر بذات خود نجس اور ناپاک ہے خواہ اس میں دوسری کوئی منشی اور
نشہ آور شی مثلا الکحل وغیرہ ملائی جائے یا نہ ملائی جائے۔

التعلیق والتخریج

(۱) بدائع الصنائع ج:۵ ص:۲۸۴ (زکریا) دیوبند۔

(۲) ہدایہ: ج:۴ ص:۴۹۳ تھانوی دیوبند۔

(۳) البنایہ: ج:۱۱ ص:۳۹۹ دارالفکر۔

(۴) ہندیہ ج:۵ ص:۴۰۹۔۴۱۰

شامی: ج:۱۰ ص:۳۳ اشرفیہ۔

ہر مسکر کے لئے نجس ہونا لازم نہیں؟

(۵) مسکر کے لئے نجس اور ناپاک ہونا لازم نہیں، کما ہو مصرح فی کتب الفقہ۔

مشرک کے برتن میں ہاتھ ڈالنے یا اس کے وقوع لعاب سے پانی پاک رہتا ہے،
ناپاک نہیں ہوتا ہے۔ الا یہ کہ اس کے ہاتھ یا منہ میں نجاست ہو۔

(۶) جھوٹا کی طہارت وعدم وطہارت کی بنیاد شی کی ذات ہے کہ اگر وہ شی پاک ہے تو اس
کا سور اور جھوٹا بھی پاک ہوگا اور وہ شی ناپاک یا مشکوک ہے تو اس کا سور بھی ناپاک اور

مشکوک ہوگا۔ تو چونکہ مشرک بھی من حیث الانسان انسان ہے اور انسان اپنی ذات کے اعتبار
سے طاہر ہے، لہٰذا جس طرح مسلمان کا لعاب اور سور پاک ہے اسی طرح مشرک کا بھی لعاب
اور سور پاک ہے، لہٰذا اگر کوئی مشرک اپنا ہاتھ کسی برتن میں ڈال دے یا اس کا لعاب کسی چیز
میں گر جائے اور اس کے ہاتھ یا منہ پر کسی قسم کی ناپاکی نہ ہو، تو اس کے ایقاع ید اور وقوع
لعاب کی وجہ سے وہ پانی اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوگی، بلکہ علی حالہ پاک اور طاہر رہے گی۔
کما فی الحلبی "لان السور یاخذ حکم اللعاب لاختلاط بہ ولعاب
الانسان طاھر لتولدہ من لحم طاھر اذ حرمتہ لکرامتہ لا منہ
لنجاستہ الی قولہ اما لو تلوث فمہ بنجاسۃ من خمر او منیتۃ او غیرھا
فشرب الماء من فور فان السور یتنجس (حلبی کبیر ص۱۶۶)(۱)

فتاویٰ تاتارخانیہ اور دیگر کتب فقہ وفتاویٰ میں بھی یہی ہے کہ نفس آدمی کا سور اور جھوٹا
پاک ہے خواہ وہ طاہر ہو یا محدث، مسلمان ہو یا کافر، اسی پر امت کا اجماع بھی ہے۔ یجب ان
یعلم ان الآسار اربعۃ: إما طاھر الذی لا کراھۃ فیہ فسور الأدمی. الی
قولہ وعلیہ اجماع المسلمین (فتاویٰ تاتارخانیہ ج۱ ص۲۱۷)(۲) وفی الشامی
(فسؤر آدمی مطلقا) ولو جنبا او کافرا الخ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام
انزل بعض المشرکین علی ما فی الصحیحین فالمراد بقولہ
انما المشرکون نجس النجاسۃ فی اعتقادھم. بحر (شامی ج۱ ص۱۴۸ مطلب
فی السور)(۳) وفی المنیۃ: ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا
یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ الخ. وفی الجوھرۃ النیرۃ:
وسور الادمی وما یوکل لحمہ طاھر. الی قولہ. اما الطاھر فسؤر الاآدمی
وما یوکل لحمہ ویدخل فی الجنب والحائض والنفساء والکافر الاسؤر
شارب الخمر ومن دمی فوہ اذا شربا علی فورھما فانہ نجس (ج۱
ص۲۵)(۴) وہکذا فی الملتقی الابحر (۵) ص۲۸ والخانیہ ج۱ ص۱۸)(۶) وفی الھدایۃ:

وسور الآدمی وما یو کل لحمه طاهر لان المختلط به اللعاب وقد تولد من لحم طاهر ویدخل فی ذلك الجواب الجنب والحائض والکافر. (ج۱ ص۲۸ ہکذافی البنایہ(۷) ج۱ص ۴۳۱، والعنایہ علی ہامش الہدایہ ج۱ص ۲۹)(۸)

التعلیق والتخریج

(۱) حلبی کبیر:ص:۱۶۶۔سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان۔

(۲) الفتاویٰ التاتارخانیۃ ج:۲۱۷۔ادارۃالقرآن کراچی۔ج:۱ص:۳۵۰۔زکریا بک ڈپو دیوبند۔

(۳) شامی ج:۱ص:۲۲۲۔ایچ ایم سعید۔کراچی۔

منیۃ المصلی:ص ۹۰۔دارالکتاب دیوبند۔

(۴) الجوہرۃالنیرۃ:ج:۱ص:۲۴۔میر محمد کتب خانہ آرام باغ۔

(۵) الملتقی الابحر:ج:۱ص:۲۸۔مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۶) فتاویٰ قاضی خان:ج:۱ص:۲۵۔دارالکتب العلمیہ بیروت۔

(۷) ہدایہ:ج:۱ص:۴۵۔۴۴۔تھانوی دیوبند۔

(۸) البنایہ:ج:۱ص:۴۲۹۔دارالفکر۔

لفظ نجس کا مفہوم ومصداق:

(۷) (الف) نجاست کی دو قسمیں ہیں:۱۔حقیقی اور ۲۔معنوی اور قرآن میں جو لفظ نجس ہے وہاں قسم ثانی یعنی معنوی نجاست اور اعتقاد کی خرابی مراد ہے نہ کہ حقیقی نجاست۔

(ب) إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ کا مطلب: إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ میں نجاست سے معنوی نجاست یعنی شرک اور فساد عقیدہ مراد ہے نہ کہ ظاہری نجاست۔کیونکہ کتب فقہ فتاویٰ میں من حیث الانسان مشرک کے عین اور اس کی ذات کو پاک قرار دیا گیا ہے۔ھذا ھو قول الفقہاء والاقرب الی الفہم۔اس کی تائید حدیث کی اکثر کتابوں مثلاً صحیحین اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت سے ہوتی ہے: کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس قبیلہ ثقیف کا ایک

وفد آیا آپ نے اس کو مسجد میں ٹھہرایا اور وہ لوگ کافر تھے، تو معلوم ہوا کہ اگر وہ جسماً ناپاک ہوتے تو آپ ﷺ ان کو مسجد میں ٹھہراتے کیوں؟ کہ ناپاک آدمی کے لئے دخولِ مسجد جائز نہیں، کالحائض والنفساء والجنب وغیرهم کما فی تفسیر الکبیر: واختلفوا فی کون المشرك نجسا نقل صاحب الکشاف عن ابن عباس ان اعیانهم نجسة کالکلاب والخنازیر وعن الحسن من صافح مشرکا فلیتوضأ وهذا هو قول الهادی من الائمة الزیدیة اما الفقهاء فقد اتفقوا علی طهارة ابدانهم. واحتج القاضی علی طهارة ابدانهم بما روی ان النبی ﷺ شرب من اوانیهم وایضا لو کان جسمه نجسا لم یبدل ذالك بسبب الاسلام. واما جمهور الفقهاء فانهم حکوا بکون الکافر طاهرا فی جسمه. (تفسیر کبیر(۱) ج۱۶ص ۲۴-۲۵،جمل ج۲ص ۲۷۴)

وفی الکرمانی، إنما المشرکون نجس، قذر لخبث باطنهم نجس هو مصدر ای ذو نجس او جعلوا کأنهم النجاسات مبالغة فی وصفهم بها قذر لخبث باطنهم ای لا لخبث ظاهرهم الخ (حاشیہ جلالین ص۱۵۷)(۲) وفی البنایه فی بحث سؤر الکافر. فان قلت قال الله تعالی انما المشرکون نجس قلت النجاسة فی اعتقادهم لا فی ذاتهم. الی قوله. والکافر. طاهر ایضا لما ثبت فی الصحیحین ان النبی ﷺ مکن عامة ابن اثال من أن یمکث فی المسجد قبل إسلامه فلو کان نجسا لما مکنه من ذالك (بنایہ(۳) ج۱ص ۴۳۱، ہکذا فی الشامی عن البحر ج۱ص ۱۴۸)(۴)

وفی العنایة. والکافر. لما روی ان النبی ﷺ انزل وفد ثقیف فی المسجد وکانوا مشرکین. ولو کان عین المشرك نجسا لما فعل ذالك. ولا یعارض بقوله تعالی انما المشرکون نجس. لان المراد به الخبث فی الاعتقاد (حاشیہ ہدایہ ج۱ص۲۹)(۵)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب حلبی میں بھی یہی ہے کہ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ سے مراد نجاست معنوی یعنی شرک ہے، یا یہ تاویل کی جائے کہ جنابت وغیرہ سے چونکہ وہ کامل طہارت حاصل نہیں کرتے اس لئے متصف بالنجاست کی وجہ سے مبالغۃ مشرکین کو نجس قرار دیا گیا ہے، البتہ حقیقی نجاست بالاجماع مراد نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مصلی غیر ملوث بالنجاست کافر کو اپنے موڈھے وغیرہ پر رکھ کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔ کما فی المستحاضۃ والجنب وقولہ تعالی انما المشرکون نجس، المراد انھم ذو نجاسۃ معنویۃ وھو الشرک او انھم متلبسون بالنجاسۃ لعدم تطھرہ من الجنابۃ ونحوھا فجعلھم کانھم عین النجاسات مبالغۃ فی تلبسھم بھا ولیس المراد حقیقۃ نجاسۃ ذواتھم بالاجماع حتی لو حمل کافرا غیر ملوث بالنجاسۃ وصلی بہ جازت صلوتہ کما لو حمل جنبا او حائضا الخ. (حلبی کبیر ص ۱۶۷، (۶) تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۸) (۷)

بیان القرآن میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ آیت بالا کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ مراد اس نجاست سے نجاست عقائد ہے نہ کہ اعیان واجسام۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الخراج میں وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرانے کی روایت موجود ہے، اور وہ مشرک تھے، اور یہاں مقصود حکم ''لاقربوا'' کا فرمان ہے۔ انما المشرکون نجس میں نجس سے نجاست عقائد اور شرک مراد ہے نہ کہ نجاست اعیان واجسام۔

التعلیق والتخریج

(۱) تفسیر کبیر: ج:۱۶، ص:۲۴۔ دار إحیاء التراث العربی۔

(۲) حاشیہ جلالین: ج:۱، ص:۱۵۷۔ حاشیہ نمبر:۱۰۔ فیصل دیوبند۔

(۳) البنایہ: ج:۱، ص:۴۳۱۔ دار الفکر۔

(۴) شامی: ج:۱، ص:۲۲۲۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

(۵) علی ہامش الہدایہ: ج:۱، ص:۴۵۔ حاشیہ نمبر:۴ تھانوی۔

(۶) حلبی کبیر: ۱۶۶۔۱۶۷ سہیل اکیڈمی لاہور۔

(۷) تفسیر کبیر: ج:۴، ص:۱۸۔ دار إحیاء التراث العربی بیروت۔

رجس ونجس کے مابین فرق:

(۸) لفظ رجس اور نجس کے مابین فرق یہ ہے کہ رجس کا لفظ وسیع المفہوم ہے اور کثیر المعنی ہے کہ رجس کے معنی نجاست، گندی اور حرمت ولعنت کے ہیں، نیز رجس کا اطلاق گندے فعل اور گندی چیز ہر ایک پر ہوتا ہے، لیکن نجس کا اطلاق صرف نجاست اور ناپاکی پر ہوتا ہے، اور شرعاً صرف اس معین ناپاک چیز پر ہوتا ہے جو جواز صلوٰۃ سے مانع ہو، جیسے، شراب، پیشاب، خون وغیرہ۔ کما فی المعجم الوسیط: الرجس، القذر، والشیء القذر، والفعل القبیح والحرام واللعنۃ. کما فی التنزیل العزیز. ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون. الخ (ص ۳۳۰) (۱)

(نجس) الشیء نجسا قذر وفی عرف الشرع لحقیقۃ النجاسۃ (الناجس) القاذر. النجاسۃ القذارۃ. وفی عرف الشرع. قذر معین یمنع جنسہ الصلوۃ کالبول والدم والخمر. (النجس) النجاسۃ یقال فلان نجس خبیث فاجر وھم نجس ایضًا وفی التنزیل العزیز. انما المشرکون نجس. الخ ۹۰۳) (۲)

وفی تفسیر الکبیر تحت قولہ تعالی. انما الخمر والمیسر الی قولہ رجل. والرجس فی اللغۃ کل ما استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجسا اذا عمل عملا قبیحا واصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ الصوت یقال سحاب رجاس اذا کان شدید الصوت بالرعد فکان الرجس ھو العمل الذی یکون قوی الدرجۃ کامل الرتبۃ فی القبح. (۳) (ج ۱۲ ص ۸۹، ج ۱۶ ص ۲۴، ۲۵) ہکذا فی حاشیۃ الجمل ج ۱ ص ۵۲۳ وج ۲ ص ۲۴۷۔

والقرطبی ج ۶ ص ۲۸۷، البنایہ ج ا ص ۷۳۷) (۴)

التعلیق والتخریج

(۱) المعجم الوسیط: ص: ۳۳۰۔کتب خانہ حسینیہ دیوبند۔

(۲) المعجم الوسیط: ص: ۹۰۳۔کتب خانہ حسینیہ دیوبند۔

(۳) البنایہ: ج:۱،ص:۷۳۷۔دارالفکر۔

(۴) تفسیر کبیر: ج:۱۲،ص:۷۹۔دار إحیاء التراث العربی بیروت۔

لفظ نجس واضح اور حقیقی ہے:

(۹) لفظ رجس اور نجس دونوں میں سے لفظ نجس کثرت استعمال کی وجہ سے زیادہ واضح اور حقیقی ہے جیسے لفظ اسد، لیث اور غضنفر متحد المعنی ہونے کے باوجود لفظ اسد واضح ہے۔ نیز یہ کہ لفظ رجس کے معنی نجس مراد لینے میں بہت سی تاویلیں اور توجیہات کرنی ہوتی ہیں، ہر ایک اس کا معنی باٗسانی نہیں سمجھ سکتا، برخلاف لفظ نجس کے معنی ناپاکی لینے میں کثرت شیوع اور اس معنی کے عوام وخواص کے درمیان معروف ومشہور ہونے کی وجہ سے کسی تاویل وتوجیہ کی حاجت نہیں، ہر ایک اس کا معنی سمجھتا ہے، اور اپنی بول چال میں بکثرت اس لفظ کا استعمال کرتا ہے۔

لفظ رجس اور نجس میں عموم خصوص کی نسبت ہے:

(۱۰) لفظ رجس اور نجس میں عموم وخصوص کی نسبت ہے کہ ہر رجس نجس تو ہوسکتا ہے لیکن ہر نجس رجس نہیں ہوسکتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

بلاطہارت نماز درست ہونے کی تفصیل

سوال (۴۶): ایک عاجز شخص اپنی حرکت سے خود بخود اٹھ بیٹھ نہیں سکتا ہے جس کی وجہ سے وضو اور تیمم سے بھی عاجز ہے، اور نہ کوئی مستقل معاون موجود ہے، تو وہ شخص کیسے نماز پڑھے؟ باطہارت یا بلاطہارت؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

معذور بعذر سماوی کے لئے شرعا بلاطہارت نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ زخمی ہو۔ مقطوع اليدين والرجلين اذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا تيمم ولا يعيد وهٰذا هو الاصح كذا في الظهيرية (عالمگیری(۱) ج ۱ ص ۳۱، ہٰکذا فی نور الایضاح (۲) ص ۴۶ باب التیمم) چونکہ وضو اور تیمم سے عاجز شخص جس کے لئے کوئی معاون بھی نہیں وہ بھی معذور ہے، لہٰذا بلاطہارت نماز پڑھے گا، خلاصہ یہ کہ جس شخص کو وضو یا تیمم پر قدرت نہ ہو اور نہ کوئی معاون ہو، اس کے لئے بلاطہارت نماز پڑھنا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عالمگیری ج:۱،ص:۳۱۔رشیدیہ۔

(۲) نورالایضاح: ۴۶۔بلال دیوبند۔

ہکذا فی: حاشیۃ الطحطاوی: ۱۲۷۔دارالکتاب۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:۱،ص:۶۰۷۔دارالفکر۔

ومقطوع اليدين والرجلين الى قوله ويمسح الأشل وجهه وزراعيه بالأرض ولا يترك الصلوٰة۔ (الفقه الحنفي وادلته۔ ج:۱ص:۸۶۔ مكتبه شيخ الهند)

کتاب الصلوٰۃ

باب صفۃ الصلوٰۃ

نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

سوال (۴۷): نماز کے اندر اگر کتا اور بلی اور گدھے کا خیال آجائے تو نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ایسا کیوں کیا حضور ﷺ کا خیال نعوذ باللہ کتا بلی اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اصل جواب سے تعرض سے قبل چند باتیں بطورِ تمہید کے پیش کی جاتی ہیں ان باتوں کو ذہن نشین کرلینے کے بعد اصل سوال کے جواب کو سمجھنے میں انشاء اللہ کوئی دقت نہیں ہوگی اور مسئلہ بے غبار ہوکر ذہن میں اتر جائے گا۔

خداوند قدوس نے مؤمنین کو حکم فرمایا ہے **اقیموا الصلوٰۃ** نماز قائم کرو اب نماز کس طرح قائم کی جائے اس کو بتلانے کے لئے خداوند قدوس نے حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا حضرت جبرئیلؑ نے تمام نمازیں پڑھ کر حضور ﷺ کو بتلایا پھر حضور ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو نماز پڑھنا سکھلایا اور قولاً فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی (۱) جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم بھی پڑھا کرو پھر حضور ﷺ نے جس طریقہ پر ارکان ظاہری کی تعلیم دی اسی طرح ارکان باطنی کی بھی تعلیم دی یعنی خشوع وخضوع حضوری قلب **تفریغ قلب عن الدنیا وما فیہا** صرف توجہ الی اللہ وغیرہ چنانچہ عملاً کرکے دکھلایا کہ پوری پوری رات نماز کی حالت میں گذر جاتی جس معیار کی نماز ہوتی تھی اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جس کا مختصر

تذکرہ حتی تورمت قدماہ کے ساتھ حدیث پاک میں موجود ہے یعنی اتنی لمبی نماز ہوتی تھی کہ آپ کے دونوں پیر سوج جایا کرتے تھے نماز سے اتنا عشق بغیر خشوع خضوع کے حاصل ہونا ناممکن ہے معلوم ہوا کہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا حضوری قلب حاصل تھا اور قولاً یہ فرمایا کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك (۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس تصور سے کرو کہ گویا تم خداوند قدوس کو دیکھ رہے ہو پس اگر یہ تصور قائم نہ ہوسکے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو تو کم از کم یہ تصور کرو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے اس تعلیم سے حضور ﷺ کا مقصد نمازی کے ذہن کو صرف خدا کے تصور میں مستغرق کرنا ہے اس لئے کہ نماز صرف خداوند قدوس کے لئے ادا کی جاتی ہے اس میں کسی کا بھی کوئی حق نہیں ہے دل ودماغ کو بالکلیہ دنیا ومافیہا سے فارغ کرکے اس کی حضوری میں کھڑا ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ نماز کے بعض اہم ارکان مثلاً رکوع سجدہ کو صرف خداوند قدوس کے لئے خاص کردیا گیا چنانچہ حضرات صحابہ نے حضور ﷺ کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے سختی سے منع کردیا اور فرمایا کہ سجدہ صرف اسی ذات کے لئے خاص ہے جو حی **لا یموت** ہو یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والی ہو میں ان میں سے نہیں ہوں یہ روایت مشکوٰۃ شریف جلد ثانی میں موجود ہے غرضیکہ حضور ﷺ نے قولاً وعملاً ہر طرح سے اس تصور حضوری کو سمجھایا چنانچہ بہت سے صحابہ کرام ایسے گذرے جنہوں نے حضورؐ کی قولی وعملی تعلیم پر عمل کرکے دکھلادیا چنانچہ کتب حدیث وتواریخ اس پر شاہد ہیں کہ بعض صحابی کا تیر جو خارج نماز بدن میں لگ گیا تھا وہ نماز کی حالت میں نکالا گیا اور استغراق فی اللہ کی وجہ سے ان کو احساس تک نہیں ہوا بعض صحابی نے نماز کی حالت میں تیر کھالیا اور احساس تک نہیں ہوا اسی انداز ومعیار کی نماز پڑھنے والوں کے لئے خداوند قدوس نے فلاح کی شہادت دی ہے چنانچہ ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وہ مومنین کامیاب ہوگئے جو کام نکال لے گئے جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے والے ہیں اور اس کی نظیر حضرات صحابہ کرام کے بعد زمانوں میں بھی ملتی ہے یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ نماز سے اہم عبادت کوئی نہیں جس کی تائید احادیث کی کثیر تعداد

سے ہوتی ہے یہی وہ نماز ہے جس میں خداوند قدوس نے نہی عن الفحشاء والمنکر کی قوت رکھی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ" نماز تمام بے حیائیوں اور منکرات سے روکتی ہے چنانچہ ہزاروں واقعات اس پر شاہد ہیں کتب تفسیر میں بھی بعض واقعات ملتے ہیں کہ تکبیر اولی کے ساتھ چالیس روز تک نماز پڑھنے کی برکت سے کتنے لوگوں کی زندگی بدل گئی نیز یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ شیطان کا کام یہ ہے کہ ہر وہ چیز اور ہر وہ عبادت جو بندہ کو خدا سے قریب کردے اور عبد و معبود میں جوڑ پیدا کردے اس سے ہٹانے اور باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر ساری طاقت استعمال کرنے کے باوجود وہ اس عبادت سے روک نہیں سکا تو کم از کم اس میں نقص پیدا کرنے کی ضرور کوشش کرتا ہے اور اس کو مرتبہ کمال سے ہٹا کر نچلے طبقہ میں پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر فساد پیدا ہو جائے یا سہو پیش آجائے تو بہت ہی خوش ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ مختلف تدابیر و حیلے اختیار کرتا ہے بعض تدبیروں میں یہ نمازی پھنس کر نماز ہی کو خراب کر ڈالتا ہے یا سہو شک میں مبتلا ہو کر نقصان پیدا کر لیتا ہے ان تدبیروں میں بعض ایسی ہیں کہ نمازی اس کو سمجھ لیتا ہے اور اس کو زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً دنیا کا خیال تجارت کا خیال بیوی بال بچوں کا خیال شراب وخنزیر کا خیال پیشاب پاخانہ کا خیال وغیرہ وغیرہ یہ سب خیالات ووساوس شیطان ہی دل میں ڈالتا ہے اور ذہن کو اس میں الجھاتا ہے تاکہ نماز صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے لیکن شیطان کی بعض تدبیریں ایسی ہیں کہ اچھے اچھے نمازی بلکہ اچھے اچھے علماء اس کو سمجھ نہیں پاتے اس لئے کہ ایسے حسین انداز میں شیطان پیش کرتا ہے کہ وہ اس کے حسن دلفریب میں پھنس کر اس کی قبح کو فراموش کر جاتا ہے اور احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے کبھی فساد صلوٰۃ کبھی سہو کبھی شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر کسی فقہی مسئلہ کو پیش کر دیتا ہے کبھی کسی حدیث کے تعارض کو پیش کر دیتا ہے کبھی کسی آیت کی تفسیر و توضیح میں الجھا دیتا ہے کبھی دو جزئیہ کے انطباق میں پھنسا دیتا ہے کبھی تصور شیخ میں لگا دیتا ہے اور پوری نماز امام کے پیچھے ادا کر جاتے ہیں مگر بعد میں پوچھیں کہ امام نے کون کون سی سورت پڑھائی تو ایک دم سکوت

طاری ہو جاتا ہے اور اگر تنہا ہوں تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں قعدہ کیا یا نہیں پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی یہ سب نماز کو خراب کرنے یا نقصان پیدا کرنے یا مرتبہ کمال سے اتارنے کی تدبیریں ہیں جو شیطان پیش کرتا ہے اور ہم قبول کر لیتے ہیں اور کمال تو یہ ہے کہ اس حسین دھوکہ کے شکار جو علماء ہیں ان کو اگر بتلاؤ تو تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور فوراً اجل صحابی حضرت عمر فاروق ؓ کا واقعہ استدلال میں پیش کر دیں گے کہ وہ تو سامان لشکر کی تدبیر نماز میں کیا کرتے تھے ہم نے اگر دو فقہی جزئیہ میں تطبیق دے دیا یا دو حدیثوں میں تعارض کو دور کر دیا تو کیا برا کیا لیکن ان حضرات کی نظر شاید فارسی کے اس شعر پر نہیں ہے کہ: ؎

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ بودن در نوشتن شیر و شیر

نیز ان کی نظر حضرت عمر فاروق ؓ کے اس واقعہ پر نہیں ہے کہ نماز کی حالت میں تیر نکالا گیا اور احساس تک نہیں ہوا اور یہ کیفیت صرف استغراق فی اللہ سے حاصل ہوئی تھی نیز حضرت فاروق اعظم ؓ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کو کامل کرنے والیوں میں سے ہو جاتی تھی اس لئے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی اس کے برخلاف ہے نیز ذاتی مراتب کو بھی ملحوظ رکھیں اور غور کریں کہ حضرت خضر کے لئے توکشتی توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لئے نہایت درجہ کا گناہ ہے غرضیکہ یہ سب شیطان کی تدبیریں ہیں اس طریقہ سے وہ نماز کو خراب کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ شیطان اس انسان خصوصاً مسلمان اور نمازیوں کا دشمن ہے جب یہ ہمارا دشمن ہے تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم بھی اس کو اپنا دشمن سمجھیں چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا" شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اس کو دشمن ہی بنائے رکھو دوست نہ بناؤ۔ خداوند قدوس کے اس ارشاد کے بموجب ہمارے لئے لازم وضروری ہے کہ ہم نماز جیسی اہم عبادت میں خصوصاً اور دوسری عبادتوں میں عموماً اس کے ان تمام تدبیروں کو خاکستر کر دیں اور اس کو

خائب وخاسر منہ کالا کرکے لوٹادیں چنانچہ شیطانی وساوس اور اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی بہت سی تدبیریں ہیں ہزاروں محققین علماء نے تجویز کی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے شیطانی ونفسانی مکر سے محفوظ رہ کر اپنی عبادات کو صحیح طور پر ادا کرسکتا ہے چنانچہ ان پر وساوس کے دور کرنے کا علاج اور نفس وشیطان کی خلل اندازی سے بچنے کی تدبیر کے تحت ایک محقق عالم لکھ رہے ہیں ملاحظہ ہو چند اقتباسات پیش ہیں۔

دوسری ہدایت عبادت میں خلل انداز چیزوں کے تفصیلی ذکر اور ان کے علاجوں کے بیان میں اس میں تین افادے ہیں۔ پہلا افادہ نفس وشیطان دونوں نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں نفس تو اس طرح سے کہ سستی کرتا ہے اور اپنا آرام چاہتا ہے اور ارکان نماز کے ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے تاکہ جلدی فراغت حاصل کرکے سو رہے یا آرام کرے اور اپنی محبوب چیزوں میں مشغول ہوجائے الخ اور شیطان وسوسہ ڈال کر خلل اندازی کرتا ہے اور نماز میں سستی اور اس سے بے پروائی اور اس کو چنداں کارآمد نہ جاننا اس کے بدترین وساوس سے ہیں اور یہ وسوسہ فرض کے استخفاف اور انکار کی وجہ سے بہت جلدی کفر تک پہونچادیتا ہے اور آدمی کو کافر کردیتا ہے۔

اور اس کا ادنیٰ وسوسہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کی ہم کلامی اور مناجات کی لذت سے اس طرح غافل کردیتا ہے کہ رکعتوں یا تسبیحوں کی گنتی کو اچھی طرح جاننا چاہے تو نہیں جان سکتا لہٰذا ایسا نہ ہو کہ کوئی غلطی یا سہو واقع ہوجائے یہ شیطان کا مکر ہے اور رکعتوں اور تسبیحوں اور متشابہات کا یاد دلانا تو اس کا مقصود ہے بلکہ نمازی کو اس کے اعلیٰ مرتبہ سے ادنیٰ کی طرف اتارنا مقصود ہوتا ہے یہاں تک کہ کشاں کشاں اپنے اصلی مقصود تک پہونچتا ہے اور اس مردود کا اصلی مقصد یہی انکار اور کفر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وہ مقصد پورا نہ ہو تو لاچار ہوکر بمقتضائے **اذا فاتك اللحم فاشرب المرقه** یعنی جب گوشت ہاتھ سے جاتا رہا تو شوربا ہی سہی وہی پی لو۔ آہستہ آہستہ گاؤخر برزبان تسبیح ودردل گاؤخر یعنی زبان پر تسبیح ہوتی ہے اور دل میں گاؤخر کا خیال مرکوز ہوجاتا ہے۔

ان چند معروضات کے بعد اب اصل سوال کے بارے میں عرض ہے کہ:

(۱) جو عبارت اس میں پیش کی گئی ہے اس کا ماخذ کیا ہے کس نے کس کتاب میں یہ بات لکھی ہے اس کے مصنف کا نام عبارت کی تفصیل بقید صفحہ ومطبع پیش کرسکتے ہیں؟

(۲) صراط مستقیم جو حضرت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے جو اصل فارسی میں ہے لیکن عام طور پر کتبخانوں میں اس کا ترجمہ اردو میں ملتا ہے اس کا بھی نام صراط مستقیم ہے کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند سے چھپی ہے اس میں ص ۹۷ پر ایک عبارت ہے اس میں تحریف کرکے توڑ مروڑ کر بعض حضرات پیش کرتے ہیں جس سے مقصود حضرت شہید علیہ الرحمۃ کی ذات کو بدنام کرنا ہے لیکن جو اصل بات ہے وہ درج ذیل ہے غور کرکے ہر ذی فہم وسلیم الطبع خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس عبارت سے مصنف کیا بتلانا چاہتے ہیں اصل عبارت یہ ہے۔ اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے ہاں بمقتضائے ظلمات بعضہا فوق بعض یعنی اندھیرے میں جو درجے ہیں بعض سے بعض اوپر ہیں زمانہ کے وسوسے سے اپنی بی بی کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لادینا بلی اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں جم جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے نہ تو اس قدر تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے۔

اس عبارت پر غائرانہ نظر ڈالیں اس کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ مصنف ؒ کیا کہنا چاہتے ہیں (۱) مصنف ؒ صرف اپنی ہمت لادینے کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ وہ برا ہے یہ نہیں فرمایا کہ کتا بلی اور گدھے کا خیال آجائے تو نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جائے گی یہ محرفین کی طرف سے عبارت اختراع کی گئی ہے اور حضرت مولانا اسماعیل شہید ؒ کی طرف اس کو منسوب کردیا ہے۔

(۲) آپ صراط مستقیم منگالیں اور ص ۹۵ سے لے کر ۹۸ تک مکمل غور سے مطالعہ کریں انشاء اللہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔

(۳) حضرت مصنفؒ ہمت کے لگا دینے کو برا کہہ رہے ہیں جس میں اختیار کو دخل ہوتا ہے یعنی بالقصد و بالاختیار خیال کو دوسری طرف لگا دینا اور خدا کی طرف سے ہٹا لینا یہ برا ہے اور اگر بلا اختیار اور بلا قصد خیال خدا کی طرف سے ہٹ کر دوسری چیز میں لگ جائے تو اس کے بارے میں حضرت مصنفؒ ساکت ہیں۔ کچھ نہیں فرما رہے ہیں لیکن ایسے موقع پر نمازی کو چاہئے کہ فوراً خیال کو بدلے اور خدا کی طرف لگا دے جس کے ہم سب مامور ہیں۔

(۴) نیز غیر اللہ میں دل و دماغ کو مشغول کرنے کو برا کہنے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے نیز گائے بیل اور حضور ﷺ اور دیگر مشائخ میں وجہ فرق کو بھی بیان کر دیا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور گدھے اور بیل کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بہر حال ہر مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کی جتنی محبت ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جب ان کی یاد آئے تو بس اسی میں غرق ہو کر اس شعر کا مصداق بن جائے۔

جب ان کی یاد آئی تو آتی چلی گئی ہر نقش ما سوا کو مٹاتی چلی گئی

بہر حال ایک محسن محبوب کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہوتا ہے اس پر قیاس کر کے اس کو سمجھ سکتے ہیں بایں وجہ اس امر کو نماز میں منع کیا گیا یہی حال تصور شیخ کا ہے یعنی شیخ کی طرف خیال کو لگانے کو بھی برا فرمایا کسی صورت کو ذہن میں جمانے اور حاصل کرنے کو تصور کہتے ہیں خواہ وہ صورت جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی جس کی تفصیل حضرت مدنی قدس سرہ کے مکتوبات ج ۴ ص ۸۳ میں موجود ہے اس عمل وشغل سے بہتوں کو نفع ہوتا ہے یعنی بعض اکابرین متأخرین نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں یہ طریقہ تصور شیخ اسلاف کرام سے جاری ہے اور مثمر نتائج قویہ چلا آتا ہے مگر بعد کے لوگوں نے افراط وغلو سے کام لیا اور ایسی ایسی چیزیں ملانی شروع کر دیں جو ضرر دینے والی اور صراط

مستقیم سے دور کرنے والی ہے اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ اور حضرت نانوتویؒ کے مکاتیب میں بھی محظورات اور ممنوعات کی تفصیل موجود ہے اسی واسطے امام غزالی وغیرہ محققین نے عوام واغنیاء کے لئے ایسے اشغال کی تعلیم سے منع فرمایا ہے تفصیل کے لئے شریعت وطریقت کا تلازم مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کا مطالعہ کریں ص ۱۷۸ سے ۱۹۱ تک یہی مضمون ہے غرضیکہ اس تصور سے اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت میں شیخ کی طرف ذہن وخیال کے لگانے کو عوام باعث خیر وبرکت سمجھتی ہے جس کی وجہ سے ان تعبد اللہ کأنک تراہ الحدیث پر عمل نہیں ہو پاتا۔ بات اگر چہ طویل ہو گئی لیکن امید ہے کہ اس سے انشاء اللہ غبار خاطر کافور ہو جائے گا اور ذہن صاف ہو جائے گا۔ واللہ الموافق

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) حدثنا مالک بن الحویرث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی أصلي. (سنن الدار قطني: ج:۱ص:۲۸۰۔ دار الایمان سہارنپور)۔

(۲) ان تعبد اللہ کأنک تراہ.

بخاری شریف: حدیث جبرائیل: ج:۱ص:۱۲۔ یاسر ندیم دیوبند۔

مسلم شریف: حدیث جبرائیل: ج:۱ص:۲۷۔ یاسر ندیم دیوبند۔

مشکوٰۃ شریف: حدیث جبرائیل: ص:۱۲۔ مکتبہ ملت دیوبند۔

نماز میں ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا

سوال (۴۸): نماز میں حلق پھاڑ کر (چلا کر) قرات کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرأت میں ضرورت سے زائد آواز بلند کرنا یہ بھی خشوع وخضوع کے خلاف ہے جیسا کہ

علامہ شامی نے تصریح کی ہے۔ رد المحتار ج ۱ ص ۴۳۱ مطلب الخشوع (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) رد المحتار: قلت: واختلاف فى أن الخشوع من أفعال القلب كالخوف، أو من أفعال الجوارح كالسكون، أو مجموعهما. قال فى الحلية: والأشبه الأول، وقد حكى إجماع العارفين عليه وأن من لوازمه، ظهور الذل، غض الطرف وخفض الصوت، وسكون الأطراف. (شامی ص: ۴۹۱ /ج: ۲) اشرفیہ۔

والخشوع تارة يكون من فعل القلب كالخشية، وتارة من فعل البدن كالسكون.

(فتح الباری ج: ۲، ص: ۲۶۶۔ دار الفکر۔

القرطبی: ج: ۱۲، ص: ۱۰۳، دار إحياء التراث العربی۔

نماز میں جھومنا یا جھومنے کی کیفیت پیدا ہو جانا

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء دین کہ:

سوال (۴۹): نماز کی حالت میں جھومنا یا دونوں پیروں کو اتنی جلدی جلدی بدلنا جس سے جھومنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہو مفسد نماز ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟ میں نے کہیں دیکھا تھا کہ نماز میں جھومنا یا پیروں کو اس قدر جلدی جلدی بدلنا جس سے جھومنے کی سی حالت پیدا ہو جائے مفسد نماز ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مفسد نماز نہیں البتہ خشوع وخضوع کے خلاف ہے قلت واختلف فى ان الخشوع من أفعال القلب كالخوف او من افعال الجوارح كالسكون او مجموعهما قال فى الحلية والاشبه الاول وقد حكى اجماع العارفين عليه وان من

لوازمه ظهور الذل وغض الطرف وخفض الصوت وسكون الاطراف ج ۱ ص ۴۳۱ رد المحتار (۱) اور بعض فقہا کے قول کے مطابق مکروہ ہے كما فى منية المصلى كراهة التمايل يمينا ويسارا محمول عن التمايل على سبيل التعاقب من غير خلل سكون الخ طحطاوى على المراقى ص ۱۴۳ (۲) امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے البتہ مسئلہ کی نوعیت ضرور بتلا دیں امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۵ فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۱۹۹

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) رد المحتار: ج: ۱، ص: ۴۳۱ نعمانیہ۔ (۲) طحطاوی علی المراقی ۲۶۲۔ دار الکتاب العلمیہ بیروت

قضا نماز بنیتِ ادا پڑھ لی

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

سوال ۴: اگر کسی شخص نے قضا نماز بنیت ادا پڑھ لی تو نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز ہو جائے گی ويستعمل احدهما مكان الاخر مجازا حتى يجوز الاداء بنية القضاء وبالعكس الخ يجوز القضاء بنية الاداء بأن يقول نويت ان اودى ظهر الامس الخ نور الانوار ص ۳۳ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة: ص: ۴۲۲ /ج: ۷۔ سعید۔

عزم علی الظہر وجریٰ علی لسانہ العصر یجزیہ کذا فی شرح مقدمۃ ابی لیث۔

(فتاویٰ عالمگیر ص:۶۶ر ج:۷۔ مکتبۃ رشیدیۃ)

ھکذا فی: فتاویٰ محمودیۃ ص:[illegible] ج:۷۔ مکتبۃ شیخ الاسلام۔

(۱) نورالانوار: ص ۳۷۔

عورتوں کا سفید لباس پہن کر نماز ادا کرنا

سوال (۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سفید لباس پہن کر عورتوں کا نماز ادا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بحوالہ کتب شرعیہ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وعن سمرۃ أن النبیؐ قال ألبسوا الثیاب البیض فانہا أطہر وأطیب و کفنوا فیہا موتاکم رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ کذا فی المشکوۃ ج ۲ ص ۳۷۴ (۱) اس روایت میں سفید لباس زیب تن کرنے کا حکم ہے اور اس کی تعریف فرمائی ہے عورتوں کا استثناء نہیں فرمایا ہے بلکہ ایک دوسری روایت میں عبادت کے لئے سفید لباس کو سب سے بہتر قرار دیا ہے کہ سفید لباس پہن کر عبادت کرنا چاہئے اور اس میں بھی عورتوں کا استثناء نہیں ہے وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ ان احسن ما زرتم اللہ فی قبورکم ومساجدکم البیاض رواہ ابن ماجہ کذا فی المشکوۃ ج ۲ ص ۳۷۷ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا سفید لباس پہن کر نماز پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ احسن ہے ہاں اس کا خیال رہے کہ باریک نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وعن سجدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البسوا الثیاب البیض فانہا اطہر واطیب و کفنوا فیہا موتاکم۔

ترمذی شریف ج:۱ر ص:۱۹۳۔ مکتبہ بلال دیوبند۔

(۱) مشکوۃ شریف: ج:۲ر ص:۳۷۴۔ مکتبہ ملت دیوبند۔

سنن ابن ماجہ: ج:۲ر ص:۲۵۵۔ مکتبہ ملت دیوبند۔

نسائی شریف: ج:۲ر ص:۲۶۳۔ کتب خانہ رشیدیہ دیوبند۔

مسند احمد: ج:۲ر ص:۱۱۸۔ دار الکتب العلمیہ۔

(۲) عن أبی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احسن ما زرتم اللہ فی قبورکم ومساجدکم البیاض۔

مشکوۃ شریف: ج:۲ر ص:۳۷۷۔ ملت دیوبند۔

سنن ابن ماجہ: ج:۲ر ص:۲۵۵۔ مکتبہ ملت دیوبند۔

عصر کی ایک رکعت بعد غروب ادا کی نماز ہوئی یا نہیں؟

سوال (۵۲): نماز عصر ایک رکعت یا دو رکعت بعد غروب ادا کیا تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

واجب الاعادہ نہیں ہے نماز ہوگئی لا تجوز الصلوۃ عند طلوع الشمس ولا عند قیامہا فی الظہیرۃ ولا عند غروبہا إلی أن قال إلا عصر یومہ عند الغروب الخ (ہدایہ ج ۱ ص ۶۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عبارۃ الہدایۃ: ۱/ ۸۴ ۔مکتبہ تھانوی

عن أبی هريرة رضى الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب فقد أدرك۔ (رواہ ابوداؤد ج: ۱/ص: ۹۵ ۔والنسائی: ۱/ ۶۰)

ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عند الطلوع والا ستواء والغروب إلا عصر يومه۔ (کنز الدقائق مع البحر الرائق ۱/ ۲۴۹ ۔سعید)۔

ويصح أداء ما وجب فيها أى الأوقات الثلاثة لكن مع الكراهة فى ظاهر الرواية لجنازة حضرت و سجدة تلاوة آية تليت فيها كما صح عصر اليوم بأدائه عند الغروب لبقاء سببه۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۸۷) دار الکتاب۔

وفى الحديث دليل على من صلى ركعة من العصر ثم خرج الوقت قبل سلامه لا تبطل صلاته بل يتمها وهذا بالإجماع۔ (بذل المجهود: ۳/ ۷۴ مرکز الشیخ)

مستورات کے لئے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت

سوال (۵۳): مستورات کو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت حدیث سے عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عورت پردہ کی چیز ہے اسی وجہ سے اس کو ہر ہر قول وفعل میں تستر کا حکم ہے آواز کا بلند کرنا بازیب کی جھنکار و دیگر زیورات کی آواز کا دوسروں کو سنانا جائز نہیں یہاں تک کہ نماز جیسی اہم عبادت کو پردہ در پردہ ادا کرنے کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ طبرانی کی روایت ہے ام حمید الساعدیہؓ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہؐ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتی ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نماز کوٹھری میں حجرہ سے افضل ہے اور حجرہ میں ادا کرنا گھر میں ادا کرنے سے افضل ہے اور گھر میں ادا کرنا اپنی قوم کی مسجد

میں ادا کرنے سے بہتر ہے اور قوم کی مسجد میں ادا کرنا مسجد جماعت میں ادا کرنے سے بہتر ہے ۔(نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۶۱)(۱)

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی مسجدوں میں سب سے بہتر ان کے گھر کا کونہ ہے وعن ام سلمةؓ ان رسول الله ﷺ قال خير مساجد النساء قعر بيوتهن (رواہ احمد نیل الاوطار للشوکانی ج ۳ ص ۱۶۱)(۲)

غرضیکہ جہاں تک ہو سکے پردہ کا اہتمام کیا جائے اور کسی گوشہ میں نماز ادا کی جائے انہیں روایات کے تحت تستر کو بنیاد بنا کر حضرات فقہاء عورتوں کے لئے یہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ مونڈھے تک اٹھائے اس کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھے سجدہ پست کرے کلائیوں کو بدن سے چپکائے قعدہ میں پاؤں پہ نہ بیٹھے وغیرہ صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو استشہاد میں پیش کر سکتے ہیں۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن حميد الساعدية أنها جاءت الى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إنى احب الصلاة معك فقال فقد علمت وصلاتك فى بيتك خير لك من صلاتك فى حجرتك وصلاتك فى حجرتك خير لك من صلاتك فى دارك، وصلاتك فى دار خير لك من صلاتك فى مسجد قومك، وصلاتك فى مسجد قومك خير لك من صلاتك فى مسجد الجماعة۔ قال الحافظ وإسناده حسن۔ (نیل الأوطار: ۳/ ۱۴۸) شرکۃ القدس۔

(۲) عن أم سلمةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خير مساجد النساء قعر بيوتهن۔ (رواه احمد) (نیل الأوطار: ۳/ ۱۴۷) شرکۃ القدس۔

(۳) المراة تضعهما على ثدييها، والمرأة لا تجافى ركوعها وسجودها وتقعد على

رجلیها وفی السجدة تفترش بطنها علی فخذ بها. (کذا فی الخلاصة و الأمة کالحرة الافی رفع الیدین عند الاحرام فهی کالرجل. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۱۳۳-۱۳۰) زکریا۔

قعدۂ اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہوگیا لوٹنے پر جدید تشہد ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۵۴): اگر فرض نماز کی قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کھڑا ہوگیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے عود کرلیا تو سجدہ سہو کے لئے جدید تشہد پڑھے یا پہلا تشہد کافی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جدید تشہد پڑھنے کی ضرورت نہیں بیٹھتے ہی فوراً سلام پھیر کر سجدہ سہو کرلے اس کے بعد التحیات درود شریف وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

وإن قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عادوسلم الخ (تنویر الابصار مع الدر المختار ۱/ ص ۵۰۲) قوله عاد وسلم ای عاد للجلوس لما مر ان مادون الرکعة محل للرفض وفیه اشارة الی انه لا یعید التشهد وبه صرح فی البحر الخ (ردالمحتار ۱/ ص ۵۰۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۶۶۷ ج: ۲) اشرفیہ۔

وإن قعد الجلوس الأخیر قدر التشهد ثم قام ولو عمداً وقرأ و رکع عاد للجلوس لأن مادون الرکعة محل الرفض وسلم فلو سلم قائماً صح وترك السنّة لأنّ

السنّة التسلیم جالساً من غیر إعادة التشهد لعدم بطلانه بالقیام. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی: ۴۷۰) دار الکتاب.

وکذا فی البحر الرائق: ۱۰۳ ج: ۲. ایچ ایم سعید کمپنی.

ثم إذا عاد لا یعید التشهد. (هامش تبیین الحقائق: ص ۱۹۷ ج: ۱) مکتبه امدادیه ملتان پاکستان.

انقطاع سورت کا مسئلہ

سوال (۵۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی نے پہلی رکعت میں الٓمّٓ پہلا پارہ شروع کیا تو دوسری رکعت میں کہاں سے پڑھے، دوسری رکعت میں دوسری سورۃ پڑھنے سے نماز میں خلل واقع ہوگی؟ اور کیا ترتیب گڑبڑ ہوجائے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

پہلی رکعت میں الٓمّٓ پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں جون سی چاہے سورۃ پڑھے اختیار ہے الٓمّٓ کے بعد والی کسی بھی سورۃ کے پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی اور نہ ترتیب گڑبڑ ہوگی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا بأس أن یقرأ فی الأولی من محل وفی الثانیة من آخر ولو من سورة ان کان بینهما آیتان فأکثر. ویکره الفصل بسورة قصیرة وان یقرأ منکوساً. (الدر المختار مع الشامی ج: ۱ ص: ۵۴۶ کراچی)

وکذا لو قرأ فی الأولی من وسط سورة أو من سورة أولها. ثم قرأ فی الثانیة من

وسط سورة آخرى أو من أولها أو سورة قصيرة۔ الأصح انه لا يكره۔ (ردالمحتار ج:۱ ص:۵۴۶ کراچی۔

ولو قرأ فى الركعة الأولى من آخر سورة وفى الثانية من وسط سورة أو سورة قصيرة كما لو قرأ "امن الرسول" فى ركعة "وقل هو الله احد، فى ركعة۔ لا يكره"۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية: ج:۲، ص:۶۶) زکریا

ولو قرأ بعض السورة فى ركعة والبعض فى ركعة۔ قيل: يكره وقيل: لا يكره۔ وهو الصحيح۔ (الفتاوىٰ الهندية): ج:۱ ص:۱۳۶۔ زکریا۔

اوابین کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

سوال (۵۶): نماز اوابین کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے مفصل طور پر بالدلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صلوٰۃ اوابین کا وقت مابین العشائین ہے ویسے اوابین کی فضیلت کی جو روایتیں ہیں ان سے مغرب کی سنت کے بعد متصلاً ہی اس کا وقت معلوم ہوتا ہے بہرحال افضل تو یہی ہے کہ متصلاً ہی پڑھے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) يستحب التنفل بين المغرب والعشاء الخ۔ (۲/۶۹۰۱ الفقه الاسلامى وأدلته) ج:۲ ص:۱۰۹۰ دار الفكر المعاصر۔

وإن تطوع بعد المغرب ست ركعات فهو أفضل۔ (۳۸۵ حلبی کبیر) لاہور۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ من صلّى ست ركعات

بعد المغرب قبل أن يتكلم غفر له ذنوب خمسين سنةً۔ (ابن ماجہ ۲/۶۱۳) مراقی الفلاح: ۳۹۱) دار الکتاب۔

وهكذا عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم من صلّى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوءٍ عدلن له بعبادة اثنتى عشرة سنة۔ (ترمذی شریف: ۱/۹۸) باب ماجاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب۔

نمازی کے آگے کتنے فاصلہ سے گذر سکتے ہیں؟

سوال (۵۷): کسی نمازی کے سامنے سے گذرنے کے لئے شریعت میں سخت وعید فرمائی گئی ہے آپ سے اس سلسلے میں یہ معلوم کرنا ہے کہ نمازی کی کچھ حد شریعت میں متعین ہے یا نہیں کم از کم نمازی کا سامنا کتنا تسلیم کیا گیا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر مسجد صغیر ہو یعنی مختار قول کے مطابق چالیس ذراع سے کم ہو تو مصلی کے آگے چاہے جہاں سے بھی گذریں خواہ قریب ہو یا بعید گناہ ہوگا اور گذرنا جائز نہیں اور اگر مسجد کبیر ہو یعنی چالیس ذراع ہو تو پھر اصح قول کے مطابق صرف سجدہ گاہ سے گذرنا ناجائز ہے اور سجدہ گاہ سے ایک دو وصف آگے سے گذرنا جائز ہے (کذا فی مجمع الانہر ج ا ص ۱۲۱)(۱)

فاعلم ان الصلوة ان كانت فى المسجد الصغير هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين (وهو المختار كذا فى الشامى ج ا ص ۴۲۶) فالمرور امام المصلى حيث كان فى حكم موضع سجوده ان كانت فى المسجد الكبير او فى الصحراء فعند بعض المشائخ ان مر فى موضع السجود يأثم وألا فلا الخ وهو الاصح كذا فى الدر المختار ج ا ص ۴۲۶(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر: ص: ۱۸۳/ ج: ۱ فقیہ الأمت۔

(۲) ومروره بين يديه إلى حائط القبلة في بيت و مسجدٍ صغيرٍ فإنه كبقعة واحدة مطلقاً. وتحته في الشامية بخلاف المسجد الكبير فإنه لو جعل كذلك لزم الحرج على المادة فاقتصر على موضع السجود. (شامی ص: ۶۳۴/۲ کراچی)

والمستحب لمن يصلي في الصحراء أن ينصب بين يديه عوداً ويضع شيئًا أدناه طول ذراع. (بدائع الصنائع: ۵۱۰/۲ زکریا)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أحدكم في الصحراء فليتخذ بين يديه سترة. (رواه ابن ماجه، باب ما يستر المصلي، رقم الحديث: ۹۴۳)

البحر الرائق ص: ۱۴/ ج: ۲ سعید۔

النہر الفائق ص: ۲۷۴/ ج: ۱ زکریا۔

تبیین الحقائق ص: ۱۶۰/ ج: ۱ امدادیہ۔

فجر کی سنت کی قضا کا حکم؟

سوال (۵۸): فجر کی سنت اگر اس وجہ سے چھوٹ جائے کہ امام آخری رکعت میں تھا اس لئے فرض کی جماعت میں شریک ہونا پڑا اب فجر کی سنت جماعت کے بعد ادا کی جاسکتی ہے یا سورج نکلنے کے بعد حدیث پاک اس سلسلہ میں کیا رہنمائی کرتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر صرف سنت باقی رہ جائے اور فرض جماعت کے ساتھ ادا کر چکے ہوں تو صرف سنت کی قضا نہیں ہے نہ طلوع شمس سے پہلے نہ طلوع شمس کے بعد ویسے اگر چاہیں تو بنیت نفل طلوع شمس کے بعد ادا کرسکتے ہیں اس لئے کہ اس کی حیثیت اب نفل کی ہوگئی ہے اور طلوع شمس

سے قبل نفل مکروہ ہے (کذا فی الشامی ج ۱ ص ۴۸۲)

ولا يقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده الخ قوله لا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ أي لا يقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعًا لقضائه لو قبل الزوال وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذالك عندهما وقال محمدؒ احب اليّ ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر قيل هذا قريب من الاتفاق لان قوله احب الى دليل على انه لو لم يفعل فلا لوم عليه وقال لا يقضي وان قضى فلا بأس به كذا في الخبازيه.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی: ص: ۵۳/ ج: ۲ کراچی۔

ولا تقضى سنة الفجر إلا إذا فاتت مع فرضه فتقضى تبعاً للفرضه كما في غداة ليلة التعريس. (البحر الرائق ص: ۴۷/ ج: ۲ سعید)

ولم تقض سنة الفجر إلا تبعاً لقضاء فرضه لأن الأصل في السنة عدم القضاء لاختصاصه بالواجب ومن ثم قال في البناية الاصح أنها لاتقضى إلا تبعاً. (النهر الفائق: ص: ۳۱۱/ ج: ۱ زکریا)

تبیین الحقائق ص: ۱۸۳/ ج: ۱ امدادیہ۔

ہدایۃ: ص: ۱۵۳/ ج: ۱ تھانوی۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۴۵۲ دار الکتاب۔

نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا افضل ہے یا حج بدل کرانا

سوال (۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے ماں باپ روزہ نماز کے پابند نہ تھے لا پرواہی سے نماز نہ پڑھتے تھے اللہ جل شانہ نے زید کو مالی وسعت بخشی ہے ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے امسال حج کرادیں، حالانکہ ان کے والدین پر حج فرض نہ تھا سوال یہ ہے کہ زید کے لئے والدین کے نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا والدین کے لئے زیادہ مفید ہوگا یا حج کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔

بینوا وتوجروا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

قاعدہ عقلیہ بھی ہے اور شرعیہ بھی کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرائض علی الخصوص ترک صلوٰۃ پر بے حد تشدید وعید بالعذاب وارد ہے اور قدر مشترک متواتر المعنی ہے لہٰذا اداء فدیہ کے ذریعہ انقاذ من العذاب والدین کے حق میں از بس مفید وراجح ہے۔

ناکارہ نے اپنی بضاعت کے مطابق کتب فقہ کا کافی تتبع کیا اس کے باوجود کوئی جزئیہ صراحتاً نہیں مل سکا البتہ فقہ کی مجموعی عبارات سے فدیہ ہی کا ادا کرنا بچند وجوہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) فدیہ ادا کرنے کے بعد مطالبہ میت سے ساقط ہوجاتا ہے البتہ تاخیر کا گناہ باقی رہتا ہے بخلاف حج کے کہ اسے سقوط مطالبہ کی تصریح نہیں ملتی وان لم یوص وتبرع وصیہ بہ جاز الخ (درمختار مع تنویر الابصار ج ۲ ص ۱۶۱)

وقال العلامة الشامي هذا القول اقول لا مانع من قول المراد به سقوط المطالبة عن الميت بالصوم في الاخرة وان بقي عليه اثم التاخير كما لو كان عليه دين عبد وما طلبه احد حتى مات فاوفاه عنه وصيه او غيره الخ (شامی ج ۲ ص ۱۶۱)

(۲) فدیہ کا ادا کرنا نفع للفقراء بھی ہے بخلاف حج کے کہ وہ فقراء کے لئے نفع بخش نہیں ہے۔

(۳) صلوٰۃ وصوم متروکہ میں فقہاء کرام فدیہ کو ذکر کرتے ہیں لیکن حج کا ذکر باوجود تتبع کثیر کے کہیں نہیں مل سکا چنانچہ صاحب درمختار لکھتے ہیں واما من افطر عمدًا فوجوبها عليه بالاولى (اى الوصية باعطاء الفدية) بلکہ وصیت کی صورت میں فدیہ ہی کو لازم قرار دیتے ہیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کو جائز قرار دیتے ہیں وفدى لزومًا عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف في ماله كالفطرة قدرا الخ وفى الشامي اى يلزم الولى الفداء عنه من الثلث اذا اوصى والا فلا يلزم بل يجوز الخ (درمختار ج ۲ ص ۱۶۱)(۱)

(۴) فدیہ ادا کرنے کی صورت میں حقوق العباد کی ادائیگی ہے اور حج کرنے کی صورت میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور حقوق العباد مقدم ہے حقوق اللہ پر۔

(۵) فدیہ بہر حال من جانب میت ہوتا ہے اگر وصیت کی ہو تو لزومًا ورنہ جوازًا چونکہ ورثاء کا دینا گویا کہ میت ہی کا دینا ہے بخلاف حج کے کہ وہ من جانب میت نہیں ہوتا بلکہ اس کا صرف ثواب ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے واما الحج فمقتضى ما سيأتي فى كتاب الحج عن الفتح انه يقع عن الفاعل وللميت الثواب فقط واما الكفارة فقد مرت متنًا (ج ۲ ص ۱۶۳)(۲)

(۶) قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہی ادا کیا جائے چونکہ حج فرض کے بارے میں تمام فقہاء لکھتے ہیں کہ وہ حج ہی کے ذریعہ ذمہ سے ساقط ہوگا صدقہ وغیرہ سے حج فرض ساقط نہیں ہوسکے گا اسی طرح صلوٰۃ وصوم کا سقوط بھی ذمہ سے صلوٰۃ وصوم کے ذریعے ہی ہونا چاہئے تھا مگر حدیث پاک میں ممانعت موجود ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اس کا بدل قرار دیا گیا ہے لا يصوم احد عن احد ولا يصلى احد عن احد (ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۳)(۳) لہٰذا اگرچہ وصیت نہ کی ہو لیکن صوم وصلوٰۃ کا سقوط ذمہ سے فدیہ ہی سے ہوسکے گا حج سے

نہیں چونکہ یہی صوم وصلوٰۃ کا بدل ہے البتہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد حج کرلیں اور ثواب والدین کو پہونچا دیں تو یہ نور علیٰ نور ہے حدیث پاک میں اس کی فضیلت موجود ہے۔

اذا حج الرجل عن والدیه تقبل منه ومنهم واستبشرت ارواحهما وکتب عند الله برًا اخرجه دار قطنی (کذا فی الشامی ج ۲ ص ۳۳۷) (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) رد المحتار: ج:۲، ص:۴۲۵۔ کراچی۔

(۲) رد المحتار: ج:۲، ص:۴۲۴۔ کراچی۔

(۳) ہدایہ: ج:۱، ص:۲۲۳۔ تھانوی۔

(۴) شامی: ج:۲، ص:۶۰۹۔ کراچی۔

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی کی ہیئت کیسی ہو؟

سوال (۶۰): عقد اصابع عند التشہد کا آخر تک بقاء افضل ہے، یا اشارہ کرنے کے بعد بسط افضل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

علامہ سید احمد طحطاوی کی تصریح کے مطابق مفتی بہ قول یہ ہے کہ صرف تشہد کے وقت عقد اور اس سے پہلے اور بعد میں بسط ہونا چاہئے والعقد وقت التشہد فقط فلا یعقد قبل ولا بعدہ وعلیه الفتویٰ. طحطاوی علی المراقی ص ۱۴۷/ (۱) لیکن ملا علی قاری کی وہ تحقیق جو تزیین العبارۃ بتحسین الاشارۃ اور علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیق جو رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد میں ہے اس کے مطابق اشارہ کرنے کے بعد بسط کے بجائے عقد ہی ہونا چاہئے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی یہی معمول بہا ہے چنانچہ علامہ بنوری علیہ

الرحمہ نے بھی معارف السنن ج ۳ ص ۱۰۶ (۲) میں اس کی تصریح کی ہے، فرماتے ہیں:

ثم بعد الاشارۃ لا یبسط یدہ بل یبقیها علی هیئته کما حققه علی القاری فی بعض رسائله ای "التزیین" وکذا ابن عابدین فی رسالته واستدلاله باستصحاب الحال حیث لم یثبت عنه ﷺ بعد الاشارۃ تغیر هیئة الید لا نفیًا ولا اثباتًا فالعمل باستصحاب الحال اذن اولی والشرنبلالی اختار البسط بعد الاشارۃ کما حکاہ عنه الطحطاوی علی المراقی غیر انه لم یأت له بدلیل فقال فلا یعقد قبل ولا بعد وعلیه الفتویٰ الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) طحطاوی علی المراقی ص:۲۷۰۔ دار الکتاب۔

(۲) معارف السنن: ۳/۱۰۶۔ قدیم

شامی: ۲/۲۶۷۔ اشرفیہ۔

ورجح فی فتح القدیر القول بالإشارۃ مع قبض الأصابع کما هو صریح عبارۃ الفتح وفی منیة المصلی حیث قال: وأشار بعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالإبهام ویقیم السبابة۔ (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص: ۱/ ۳۲۴۔ سعید)

(۵) ہکذا فی: تبیین الحقائق ص ۱/ ۱۲۲۔ امدادیہ ملتان۔

چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۶۱): چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

چین والی گھڑی پہننا ہر حال میں جائز ہے بشرطیکہ اس سے مقصود زینت نہ ہو، چین گھڑی کی حفاظت کے لئے ہے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کمافی کتب الفقہ والفتاویٰ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا يكره في المنطقة حلقة حديدٍ ونحاسٍ وعظمٍ إذا لم يرد به التزين (الدر المختار مع الشامي ص: ۶/ ۳۶۰، کراچی)

البحر الرائق ص: ۸/ ۱۹۰۔ سعید۔

الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۸/ ۱۲۲۔ زکریا۔

تبيين الحقائق ص: ۶/ ۱۵۔ امدادیہ۔

بقي الكلام في بند الساعة الذي يربط ويعلقه الرجل بزر ثوبه والظاهر أنه كبند السجدة الذي يربط. (شامی ص: ۹، ج: ۹۔ زکریا)

نماز میں ریاء کی وجہ سے نماز چھوڑنے کا حکم

سوال (۶۲): ایک شخص ہے جب بھی وہ نماز کی نیت کرتا ہے تو ریاء کی شرکت ہو جاتی ہے ریاء کو بہت دور کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دور نہیں کر پاتا ایسا شخص نماز چھوڑ دے یا کہ وہ نماز پڑھے اگر اس نے نماز چھوڑ دی تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا شخص نماز پڑھتا رہے، نماز چھوڑنے پر گنہگار ہوگا۔

ولا يترك لخوف دخول الرياء لانه امر موهوم. الدر المختار (۱) ج ۲ ص ۲۹۴ وفي الولوالجيه اذا اراد ان يصلي او يقرأ القرآن فيخاف ان يدخل عليه الرياء فلا ينبغي ان يترك لانه امر موهوم الاشباه والنظائر ص ۷۵ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا يترك لخوف دخول الرياء لأنه أمر موهوم ولا رياء في الفرائض في حق سقوط الواجب. الدر المختار (شامی: ۱/ ۴۳۸، کراچی)

(۲) الأشباه والنظائر: ص: ۱۴۱ ج: ۱، دار الكتاب.

ولو أراد أن يصلي ويقرء القرآن وخاف أن يدخل عليه الرياء لايترك الصلاة والقراءة لأجل ذلك. (البحر الرائق ص: ۸/ ۲۰۷۔ سعید)

والأفضل ما يكون أبعد عن الرياء وأجمع للإخلاص. (العناية: ۱/ ۴۴۱، سعید)

شبہ ریاء کی وجہ سے کیا نماز چھوڑنے کی اجازت ہے؟

سوال (۶۳): ایک شخص ہے جب بھی وہ نماز کی نیت کرتا ہے تو ریاء کی شرکت ہو جاتی ہے، ریاء کو بہت دور کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دور نہیں کر پاتا، ایسا شخص نماز چھوڑ دے؟ یا نماز پڑھتا رہے اگر نماز پڑھنا چھوڑ دے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا شخص نماز پڑھتا رہے، نماز چھوڑنے پر گنہگار ہوگا۔ ولا يترك لخوف دخول الرياء لانه امر موهوم. (درمختار ج ۱ ص ۲۹۴)(۱) وفي الولو الجية اذا اراد ان

یصلی او یقرء القرآن فیخاف ان یدخل علیه الریاء فلا ینبغی ان یترك. لانه امر موهوم (الاشباہ والنظائر ص ۷۵)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع شامی: ۱/۴۳۸ ـ کراچی ـ (۲) الأشباه والنظائر: ص: ۱۴۰ ج: ۱ ـ

شرع فی الصلاة بالإخلاص ثم خالط الریاء فالعبرة للسابق لاریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب۔ (بزازیة علی ہامش الہندیة: ۱۰/۲۱ ـ زکریا)

ولو أراد أن یصلی ویقرء القرآن وخاف أن یدخل علیه الریاء لا یترك الصلاة والقراءة لأجل ذلك۔ (البحر الرائق ص: ۸/۲۰۷) سعید ـ

درمیانِ نماز اگر ریاء آجائے تو نماز کا حکم

سوال (۶۴): زید نے عشاء کی نماز شروع کی دو رکعت کے بعد ریاء داخل ہوگئی تو اس کو اخلاص والی نماز کا ثواب ملے گا یا اس کی نماز ریاء کاروں والی ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اخلاص والی نماز کا ثواب ملے گا۔ افتتح خالصًا ثم خالطه الریاء اعتبر السابق لعل وجهه أن الصلوٰة عبادة واحدة غیر متجزیة فالنظر الی ابتدائها فاذا شرع فیها خالصًا ثم عرض علیه الریاء فهی باقیة لله تعالی علی الخلوص والالزام ان یکون بعضها له وبعضها لغیره مع انها واحدة (الدر المختار مع رد المحتار ا ص ۲۹۴ (۱) وهکذا فی البزازیة ج ۴ ص ۲۸)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار الشامی ص: ۴۳۸ ج: ۱ کراچی ـ

(۲) شرع فی الصلاة بالإخلاص ثم خالط الریاء والعبرة للسابق لاریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب۔ (الفتاویٰ البزازیة ص: ۱۲ ج: ۱۰ ـ زکریا)

الأشباه والنظائر ص: ۱۴۰ ج: ۱ ـ دار الکتاب ـ

ولو أراد أن یقرء القرآن أو یصلی ویخاف أن یدخل علیه الریاء لا یترك القراءة والصلاة لأجل هذا وکذا سائر الفرائض۔ (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۰۲ ج: ۱ أشرفیة)

کسی شرط پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۶۵): ایک شخص نے زید سے کہا اگر تم ظہر کی نماز پڑھو گے تو میں تم کو ایک ہزار روپئے دوں گا، زید نے ظہر کی نماز اسی نیت سے پڑھی اب سوال یہ ہے کہ زید کی نماز ہوئی یا نہیں، اور وہ ایک ہزار روپئے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کی نماز ہوگئی، البتہ وہ ایک ہزار روپے کا مستحق نہیں ہوگا۔ قیل لشخص صل الظهر ولك دینار فصلی بهذه النیة ینبغی ان تجزیه ولا یستحق الدینار فلانه استیجار علی واجب ولا یستحق به الاجرة کالاب اذا استأجر ابنه للخدمة لا یستحق علیه الاجرة لان خدمته واجبة علیه (درمختار ا ص ۲۹۴ (۱) وهکذا فی الاشباه والنظائر ص ۷۶)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع شامی ۱/۴۳۸، کراچی

بکذا فی: بدائع الصنائع ص: ۴۲ر ج: ۴۔ زکریا۔

(۲) الأشباہ والنظائر ص: ۱۴۰ر ج: ادارالکتاب۔

قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ کیا ہے؟

سوال (۶۶): قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ کیا ہے؟ سہارے کے ساتھ یا بغیر سہارے کے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جس طرح بھی سہولت کے ساتھ جانے والا جاسکے اس لئے کہ ہر طرح کے جانے والے ہوتے ہیں بعض جوان ہوتے ہیں بعض بوڑھے ہوتے ہیں بعض تندرست ہوتے ہیں بعض مریض ہوتے ہیں ویسے مسنون یہ ہے کہ پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اس کے بعد ہاتھ رکھے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سجدہ کے لئے جھکے عن وائل بن حجرؓ قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا سجد یضع رکبتیہ قبل یدیہ الحدیث ترمذی شریف ج۱ ص۳۶۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ترمذی ص: ۶۱ر ج: ۱۔ المکتبۃ بلال۔

ثم کبر ووضع رکبتہ ثم یدہ ثم وجھہ بین کفیہ بعکس النھوض منہ. إذا أراد السجود یصنع أولاً ما کان أقرب إلی الأرض. (البحر الرائق ص: ۱/۳۱۷۔ سعید)

تبیین الحقائق ص: ۱۱۶ ج: ۱، إمدادیۃ۔

ثم وضع رکبتیہ ثم یدیہ إن لم یکن بہ عذر یمنعہ من ھذہ الصفة. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۸۳۔ دارالکتاب)۔

سجدہ میں دونوں پاؤں زمین پر رکھنے کی تحقیق

سوال (۶۷): سجدہ کی حالت میں زمین سے دونوں پیروں کے اٹھ جانے کے سلسلہ میں مختلف عبارتیں ہیں۔ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والالم تجزو الناس عنھا غافلون در مختار قال الشامی ج۱ ص۵۲۱۔ بعد نقل العبارات فصار فی المسئلة ثلث روایات الاولی فرضیة وضعھا الثانیة فرضیة احدھما والثالث عدم الفرضیة وظاھرھا انہ سنة۔ قول اول وثانی سے فرضیت کی بناء پر نماز کا نہ ہونا واضح ہے اور قول ثالث سے سنت کا ثبوت ہوتا ہے، جس سے نماز کا ہو جانا مستفاد ہوتا ہے نیز ومنھا السجود بجبھتہ وقدمیہ ووضع اصابع واحدة منھا شرط الخ در مختار وافاد انہ لو لم یقع شیئًا من القدمین لم یصح السجود الخ در مختار ج۱ ص۴۱۶ مذکورہ بالا عبارت سے سجدہ کا صحیح نہ ہونا مستفاد ہوتا ہے نیز طحطاوی ص۲۵۴ اور ص۱۲۶ کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز نہ ہوگی آخر مفتیٰ بہ قول ان اقوال میں کون سا ہے اور کس پر فتویٰ دیا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سجدہ کی حالت میں جو سات اجزاء (اعضاء) زمین پر رکھے جاتے ہیں ان میں اطراف قدمین بھی ہیں۔ امرت ان اسجد علی سبعة أعظم علی الجبھة والیدین والرکبتین واطراف القدمین متفق علیہ مراقی الفلاح ص۱۲۷۔(۱)

لیکن پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کم از کم ایک انگلی کا زمین پر رکھنا شرائط میں سے ہے۔ ووضع إصبع واحدة منھما شرط (درمختار ج۱ ص۴۱۶)(۲) اور اذا فات الشرط فات المشروط ضابطہ کے تحت اگر ایک انگلی بھی زمین پر نہ رکھی گئی تو نماز صحیح نہ ہوگی لو لم یضع شیئًا من القدمین لم یصح السجود (شامی ج۱ ص۴۱۶)(۲)

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب دونوں پاؤں کی انگلیاں تین تسبیح کے بقدر زمین سے اٹھی رہیں یا زمین پر شروع سے اخیر تک رکھی ہی نہیں گئیں چونکہ کم ازکم ایک انگلی کا رکھنا شرائط میں سے ہے لہٰذا سجدہ ہی نہیں ہوگا اور جب سجدہ نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔ (طحطاوی ص ۱۲۷)

اور وضع قدمین سے مراد وضع اصابع ہی ہے اور وضع اصابع سے مراد انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ ان پر مکمل اعتماد ہو سکے لہٰذا اگر اصابع کے بجائے ظاہر قدمین کو زمین پر رکھ دیا اور تمام انگلیوں کو یا کم ازکم ایک انگلی کو قبلہ کی طرف متوجہ نہیں کیا تو سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔

والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد لو وضع الاصابع توجيههما نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعها او احداهما نحو القبلة لا يصح سجوده. یہ تفصیل قابل حفظ ہے عام طور پر لوگ اس تفصیل سے ناآشنا ہیں چونکہ بالعموم لوگوں کے ذہنوں میں صرف یہ ہے کہ پاؤں رکھنا ضروری ہے چاہے جس طرح زمین پر رکھ دیا جائے ان کو یہ نہیں معلوم کہ وضع قدمین سے مراد وضع اصابع ہے اور وضع اصابع سے مراد توجیہ اصابع الی القبلۃ ہے اور کل اصابع نہیں تو علی الاقل ایک انگلی کا رکھنا صحتِ سجدہ کے شرائط میں سے ہے ورنہ سجدہ نہیں ہوگا وهذا مما يجب حفظه واكثر الناس عنها غافلون (شامی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) طحطاوی علی المراقی ص: ۲۲۹۔ دار الکتاب۔

(۲) شامی ص: ۱۶۷ ج: ۲، اشرفیہ۔

حديث مسلمٍ: باب أعضاء السجود. ص: رقم الحديث: ۴۹۱.

حدیث الترمذی: باب ماجاء فی السجود علی سبعۃ أعضاء ص: ۶۲ ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۷۱۔

حلبی کبیری ص: ۲۸۳ دار الکتاب۔

میدان میں اگر دو صفوں میں زیادہ فاصلہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (۶۸): ایک میدان میں جماعت کے ساتھ نماز ہو رہی تھی پہلی اور دوسری صف کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ ایک بیل گاڑی اس میں گذر جائے تو دوسری صف والوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

دوسری صف والوں کی نماز نہیں ہوئی۔

وقد تكلم مشائخ في مقدار الطريق الذي يمنع الاقتداء قال بعضهم مقدار ما يمرّ فيه العجلة او حمل بعير وفي الكبرى مادون ذالك لا يمنع لانه يسير. (الفتاویٰ (۱) التاتارخانیہ ج ۲ ص ۶۱۲ (۲) کذا فی الفتاویٰ الهندیہ ج ۱ ص ۸۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) التاتارخانیۃ ۲/ ۲۶۴۔ زکریا۔

(۲) ہندیہ ص: ۸۷/ ج: ۱، رشیدیہ۔

الدر المختار مع الشامی ص: ۱/ ۵۸۴۔ کراچی۔

البحر الرائق ص: ۶۳۴ ج: ۱، سعید۔

الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۱۰۴/ ج: ۱، رشیدیۃ۔

فتح القدیر ص ۴۰۶ ج: ۱، دار إحیاء التراث۔

منحۃ الخالق علی البحر: ۲/ ۱۷۔ زکریا۔

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال (۶۹): مسجد جماعت میں جماعت ثانیہ کن کن شرطوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسجد جماعت میں جماعت ثانیہ اس شرط سے کی جاسکتی ہے کہ دوسری جماعت محراب سے ہٹ کر کی جائے تاہم اس کا عادی نہ ہونا چاہئے۔

وقدمنا فی باب الاذان عن آخر شرح المنية عن ابی یوسف انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولى لا تكره والا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا فى البزازية وفى التاتار خانيه عن الولو الجية وبه نأخذ. (شامی ج۱ ص ۳۷۱) (۱) كذا فى شرح المنية ص ۶۱۵ (۲) والبزازیہ ج۱ ص ۵۶) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عبارۃ المتن: شامی: ۲/۲۸۹۔زکریا۔ ۱/۵۵۳۔کراچی۔
(۲) منیۃ المصلی ۶۱۵۔دار الکتاب۔
(۳) البزازیۃ ۱/۵۶۔رشیدیۃ۔
البحر الرائق ص: ۳۴۶/ج:۱۔سعید۔
بدائع الصنائع ص: ۲۵۳/ج:۱، دار الکتاب العلمیۃ۔
اعلاء السنن: ۴/۲۶۱۔بیروت۔

بلا حضوریٔ قلب نماز کا حکم

سوال ۲۴: کوئی شخص نماز پڑھے اور نماز میں خود حاضر ہو لیکن اس کا دل تھوڑی دیر کے لئے بھی نماز میں خداوند قدوس کی طرف متوجہ نہ ہو آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فرضیت ذمہ سے ساقط ہو جائے گی البتہ خشوع وخضوع والی نماز کا ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ نماز میں خدا کی طرف دل کا متوجہ ہونا (خشوع) صحت صلوٰۃ کے لئے موقوف نہیں اگرچہ امام غزالی اور امام قرطبی اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک نماز میں خشوع فرض ہے اسی وجہ سے اگر پوری نماز خشوع کے بغیر گذر جائے تو ان کے یہاں نماز ہی ادا نہ ہوگی۔(۱) (قرطبی ج۲ ص ۱۰۴) اختلف الناس فی الخشوع هل هو من فرائض الصلوٰة او من فضائلها ومكملاتها على قولين والصحيح الاول لیکن حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا موقوف علیہ نہیں اور اس مرتبہ میں فرض نہیں البتہ قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔(بیان القرآن ج۱۸ ص ۴ پارہ ۱۸) بہر حال خشوع پیدا کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جس کے لئے یہ عمل ہے اگر وہ قبول ہی نہ کرے تو اس عمل سے کیا فائدہ یہ دوسری بات ہے کہ حضور ﷺ اس کی پیشین گوئی پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ یہ چیز اس امت سے سب سے پہلے سلب ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔(معارف القرآن ج۶ ص ۲۹۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الجامع لأحكام القرآن ص۱۰۴ ج:۱۲ دار إحياء التراث۔

(۲) معارف القرآن ص ۲۹۶ ج:۶، اعتقاد پبلیکشن۔

تفسیر الطبری ص ۲۶۰ ج:۸، دار الحدیث۔

ابن کثیر: ص ۴۶۶ ج:۴ زکریا۔

رکوع وسجدہ کی تکبیر کی ابتداء وانتہاء کی تعیین

سوال: رکوع اور سجدہ کی تکبیر کی ابتداء کہاں سے ہونی چاہئے اور اس کی انتہا کہاں ہونی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلياً

رکوع کے لئے جب جھکنا شروع کرے تو رکوع کی تکبیر کی ابتداء کرے اور جھکنے کے اختتام پر تکبیر کی انتہاء کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کی ابتداء ہونی چاہئے اور پیشانی کے رکھنے کے وقت تکبیر کی انتہاء ہونی چاہئے۔

ثم كبر كل مصل راكعاً فيبتدى بالتكبير مع ابتداء الانحناء ويختدمه بختمه ... ثم كبر كل مصل راكعاً للمسجود ويختمه عند وضع جبهته للمسجود ... مراقى الفلاح ص:۱۸۹۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

حررہٗ العبد حبیب اللہ قاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح ص:۲۸۳۔ دار الکتاب۔

يكبر عند الخرور بحيث يكون ابتدائه عند ابتداء الخرور وإنتهائه عند انتهائه

فتح القدير ص:۲۵۸۔ دار احياء التراث العربي۔ بيروت۔

ينبغي أن يكون بين حالة الانحناء وحالة الرفع لافى حالة الاستواء ولا فى حالة تمام الانحناء۔ (بنایہ ص:۲۵۳ ج:۲) دار الفکر

کہنی کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

سوال ۲۵: کہنی کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مشہور بین العوام ہے اگر فقہ کی کسی مستند کتاب میں مصرح ہو تو مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی مقصود احمد

ڈھیماں رانی گنج، ضلع سلطانپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

مکروہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں بحوالہ فتاویٰ قاضیخان مذکور ہے ولو صلی رافعًا كميه الى المرفقين كره كذا فى فتاوىٰ قاضيخان، عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۶ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/ ۱۰۶ مکتبہ رشیدیہ۔

ومنها تشمير كميه زراعيه وهو مكروه بالإتفاق۔ الفقہ علی المذاهب الأربعة: ۱/ ۲۱۶ مکتبہ سلمان۔

يكره تشمير كميه عنهما أى عن ذراعيه سواء كان الى المرفقين أو لا على الظاهر۔

حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۳۴۰۔ دار الكتاب۔

مخنث مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۷۳): ایک مخنث ہے اور اس کا لباس عورتوں کی طرح ہے اور اس کا نام سکینہ ہے تقریباً اس کی عمر ۴۵ سال کی ہوگئی ہے اور زیورات بھی استعمال کرتی ہے اور ہاتھ میں چوڑی وغیرہ بھی پہنتی ہے اور اس کے بھائی وغیرہ بھی موجود ہیں، نیز داڑھی وغیرہ بھی نہیں ہے اور چال چلن بھی عورتوں کی طرح ہے اور بالکل عورتوں کی طرح بال بھی ہے اور جوڑہ وغیرہ بھی باندھتی ہے اور عورتوں اور مردوں کی مجلس میں شرکت بھی کرتی ہے۔ الحاصل یہ جملہ صفات اس کے اندر موجود ہیں مگر مسجد میں وہ آکر نمازیوں کے ساتھ علی الاعلان نماز پڑھنا چاہتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دیکھتی ہے کہ مسجد میں غریب لوگ ہیں تو آکر نمازیوں کی صف میں کھڑی ہوکر نماز پڑھ لیتی ہے، اور اگر کوئی مالدار ہے تو یہ دیکھ کر رک جاتی ہے تو آیا اس صورت میں اس کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور نمازیوں کے ساتھ پڑھ لیا تو ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور اگر اجازت ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

المستفتی محمد یوسف ناگوری بلڈنگ ۱۰۲ روم ۱۲

عبدالقدیر خاں بلڈنگ جوناکھار بمبئی ۲۵

الجواب: حامدًا ومصليًا

مخنث مسجد میں آکر نماز ادا کرسکتا ہے بہتر یہی ہے کہ کنارے یا پیچھے کھڑا ہو اور اگر دوسرے نمازیوں کے ساتھ بیچ صف میں کھڑے ہوکر اس نے نماز ادا کرلی تو اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز فاسد نہ ہوگی، كذا في الهندية(۱) ومحاذاة الخنثى المشكل لا تفسد صلاته كذا في التاتار خانيه (۲) في فصل بيان مقام الامام والمأموم ج ۱ ص ۹۰۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ص: ۱۴۷/ ج: ۱۔ زکریا۔

(۲) وفی التاتارخانیة: محاذاة الخنثی المشکل لاتفسد: ص: ۲۷۹/ ۲۔ زکریا۔

إن أمَّ الرجل خنثى مشكلاً وحده، فالصحيح أن يقف عن يمين الإمام احتياطاً لاحتمال أن يكون رجلاً۔ (الفقہ الاسلامی وادلّتہ ص ۱۲۶۴/ ۲) دارالفکر المعاصر۔

فتاویٰ قاضی خان: ص ۱۲۱/ ۱۔ دارالکتب العلمیة۔

قنوت نازلہ کب تک پڑھ سکتے ہیں

سوال (۷۴): حوادث اور مصیبت کے وقت فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کا جو حکم ہے تو کیا اس کے پڑھنے کی کوئی حد ہے کہ کتنے دنوں تک پڑھا جائے گا؟

نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چالیس دن کے بعد نہ پڑھے اگر یہ بات از روئے شرع درست ہے تو اس صورت میں مصیبت ختم ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ اگر مصیبت کافی دنوں تک رہے تب بھی چالیس دن ہی پڑھنا پڑے گا۔ اس کے بعد نہیں اور اگر کسی مسجد میں چالیس دن کے بعد بھی قنوت نازلہ پڑھی جائے بر بنائے واقفیت تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا چالیس دن کے بعد پڑھنے والوں پر عنداللہ کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا۔ یا عدم واقفیت کی بناء پر کسی مسجد کے لوگ پڑھ رہے تھے تو بعد میں جانکاری ہوئی تو اب اس سلسلہ میں ان لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

چونکہ ایک ماہ سے زائد صاحبِ شریعت سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھنا ثابت نہیں اس لئے حضرات فقہاء بھی ایک ماہ سے زائد کی اجازت نہیں دیتے۔ ولا ينبغي ان يزيد القنوت على شهر واحد سواءٌ كشف الكرب ام لا الخ (کفایۃ المصلی ص ۲۵۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قلت وفیه بیان غایة القنوت للنازلة أنّه ینبغی أن یقنت أیاماً معلومة عن النبی صلی الله علیه وسلم وهی قدر شهر کما فی الروایات عن أنس أنّه صلی الله علیه وسلم قنت شهراً ثم ترك فاحفظه فهذا غایة اتباع السنّة النبویّة. (اعلاء السنن ص:۹۹، ج:۶) المکتبة الامدادیہ من المملکة السعودیة

عن أنس قال قنت النبی صلی الله علیه وسلم. بعد الرکوع شهراً یدعو علی رعلٍ وذکوان ویقول عصیّة عصت الله ورسوله. (بخاری شریف: ص ۵۸۷ ج:۲) فیصل پبلیکیشنز۔

عن ابن مسعود قال قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم. شهراً یدعو علی عصیّة وذکوان فلما ظهر علیهم ترك القنوت. (شرح معانی الآثار ص:۱۷۵ ج:۱، یاسر ندیم اینڈ کمپنی)

وکذا فی عمدة القاری شرح بخاری ص ۲۸ ج:۱۲، زکریا۔

نمازی کے کتنے آگے سے گذر سکتے ہیں

سوال (۷۵): وہ کون سی مسجد ہے جس میں نمازیوں کے آگے سے گذرنے کی گنجائش ہے اور وہ کتنا فاصلہ ہے جہاں سے گذرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسجد کبیر میں موضعِ سجود کے آگے سے گذرنے کی گنجائش ہے جس مسجد کی لمبائی اور چوڑائی چالیس ذراع ہو وہ مسجد کبیر ہے۔ ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجوده ای من موضع قدمه الی موضع سجوده کما فی الدرر وهٰذا مع القیود التی بعدهٗ انما هو للاثم والا فالفساد منتف مطلقًا.... قوله مسجد صغیر هو اقل من ستین ذراعًا وقیل من اربعین وهو المختار کما اشار الیه فی الجواهر قهستانی. (شامی ج ۱ ص ۴۲۶) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی: ج:۱، ص:۶۳۴، ایچ ایم سعید۔

ان کان یصلی فی الصحراء أو فی مسجد کبیر. فیحرم المرور فی الأصح بین یدیه من موضع قدمه الی موضع سجوده وان کان یصلی فی بیت أو مسجد صغیر. (وهو ما کان اقل من اربعین ذراعاً علی المختار) فانه یحرم المرور من موضع قدمیه الی حائط القبلة لأنه کبقعة واحدة. ان لم یکن له سترة. (الفقه الاسلامی وادلته: ج:۲ ص:۹۴۹) دار الفکر المعاصر۔

اذا کان بینه وبین الماء مقدار مابین الصف الاول إلی حائط القبلة: فمروه لم یضره. وهذا اذا کان الصحراء ولم یکن له سترة.... ان کان المسجد صغیراً یکره فی أی موضع یمر. وان المسجد کبیراً مثل الجامع. قال بعضهم هو بمنزلة الصحراء. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۲، ص:۲۸۵ زکریا)۔

مجمع الانہر ج:۱، ص:۱۸۳، فقیہ الامۃ۔

جماعتِ ثانیہ کا حکم

سوال (۷۶): نماز جماعت سے ہوگئی ہے تو کیا مقامی دوکان دار کچھ باہر کے مل کر اس مسجد میں دوسری جگہ یعنی جگہ بدل کر جماعت دوسری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر مسجد مسجدِ طریق ہے یا ایسی مسجد ہے جس میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں تو جماعت کر سکتے ہیں اور اگر مسجد ایسی ہے کہ اس میں امام ومؤذن متعین ہے تو اس مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے البتہ اگر مسجد کے حدود سے باہر کوئی سائبان وغیرہ ہو تو اس میں بدرجہ مجبوری جماعت کر سکتے ہیں لیکن اس کی ہرگز عادت نہ ڈالی جائے ویکرہ تکرار جماعة بأذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن

الخ (شامی ج ا ص ۱۷۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

تکرہ الجماعۃ فی مسجد بأذان واقامۃ بعدما صلی اھلہ بجماعۃ۔ (البنایۃ ص ۳۸۲ ج:۲) دار الفکر۔

(۱) (شامی ج:۱ ص:۲۸۸) زکریا۔

عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ عن ابیہ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلاۃ، فوجد الناس قد صلوا، فمال الی منزلہ، فجمع اھلہ فصلی بھم۔ (المعجم الاوسط ج:۳ ص:۲۸۴ رقم:۴۶۰۱) دار الکتاب علمیہ)

عن الحسن قال: کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلوا المسجد وقد صلی فیہ صلوا فرادی۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ ص:۵۵ ج:۵) رقم: ۷۱۸۸) المجلس العلمی۔

ہکذا فی (بدائع الصنائع ص ۳۷۹ ج:۱) کراچی۔

کھلی کتاب کا نمازی کے سامنے ہونا

سوال (۷۷): ایک طالب علم ہے وہ مسجد میں کتابیں لیکر تکرار کرتا ہے جب تکرار ختم ہوجاتا ہے تو اپنی کتاب بجانب قبلہ دیوار سے متصل تپائیوں پر کھلی چھوڑ کر نماز میں مشغول ہوجاتا ہے اس طرح کتابوں کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہونا جب کہ اس کا احتمال ہے کہ اس کی نگاہ کھلی ہوئی کتاب پر پڑ جائے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس طرح کتاب کو کھلی چھوڑ کر نماز میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ قالوا ینبغی للفقیہ ان لا یضع جزء تعلیقۃ بین یدیہ فی الصلوٰۃ لانہ ربما یقع بصرہ

علی ما فی الجزء فیفھم ذالک فیدخل فیہ شبھۃ الاختلاف (رد المحتار ج ا ص ۴۲۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ج:۱ ص:۴۲۶ نعمانیہ

لو نظر المصلی الی مکتوب وفھمہ سواء کان قرأناً أو غیرہ قصد الاستفھام أولا أساء الأدب ولم تفسد صلاتہ لعدم النطق بالکلام۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ص۳۴۱ ج:۱، دار الکتاب)

وفی الجامع بالصغیر للحسامی لو نظر فی کتاب من الفقہ فی صلاتہ وفھو لا تفسد صلاتہ بالاجماع۔ (الفتاوی الھندیہ: ج:۱، ص:۱۰۰، زکریا)۔

الفتاوی التاتارخانیۃ ج:۲ ص ۲۲۸ زکریا۔

ہدایہ: ج:۱ ص:۱۳۸ تھانوی۔

انسانوں کا فرشتہ کی اقتداء میں نماز کا حکم

سوال (۷۸): کچھ لوگ میدانِ کارزار میں تھے نماز کا وقت ہوگیا ایک فرشتہ آیا اور اس نے لوگوں کی امامت کی سوال یہ ہے کہ فرشتہ کی امامت صحیح ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فرشتہ کی امامت درست نہیں ہے لہٰذا اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی فرض نماز درست نہیں ہوئی۔ وتصح امامۃ الجنی لانہ مکلف بخلاف امامۃ الملک فانہ متنفل وامامۃ جبرئیل لخصوص التعلیم مع احتمال الاعادۃ من

النبی ﷺ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص ۵۵۴ ج:۱، کراچی۔

قال ابن العربی المالکی أنه تعالیٰ مجده لما أمر جبرئیل بتعلیمه النبی صلی الله علیه وسلم صار جبرئیل مکلفاً وصارت الصلاة واجبة علیهم. (حاشیة الترمذی ص۳۰ ج:۱) بلال.

البحر الرائق ص:۳۷۶/۱ سعید۔

تبیین الحقائق ص:۱۴۲/ج:۱، امدادیہ۔

نماز میں انسان کے ساتھ جنوں کی شرکت کا حکم

سوال (۷۹): ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کے ساتھ دو جن بھی شریک ہو گئے اور انسان کی اقتداء میں دو جن نے نماز پڑھی سوال یہ ہے کہ اس صورت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں جماعت کی نماز کا ثواب ملے گا۔

الجماعة سنة مؤکدة للرجال واقلها اثنان واحد مع الامام ولو ممیزًا او ملکًا او جنیًا فی مسجد او غیره (الدر (۱) المختار ج ۱ ص ۳۷۲ کذا فی الطحطاوی علی المراقی ج ۱ ص ۱۹۱)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع شامی ص ۳-۵۵۲ ج:۱، مکتبہ سعید کراچی۔

(۲) کما فی شرح وهبان والجماعة فی اللغة الفرقة المجتمعة وشرعاً الإمام مع واحد سواء کان رجلاً أو ملکا أو جنباً فی مسجد أو غیره. (حاشیة الطحطاوی ص۲۸۰ دار الکتاب دیوبند).

الجماعة سنة المؤکدة لقوله النبی. صلی الله علیه وسلم الاثنان فما فوقهما جماعة. (بدائع الصنائع ص۳۸۴ ج:۱، زکریا).

الجماعة سنة المؤکدة.... ومازاد علی الواحد جماعة فی غیر الجمعة. (فتح القدیر ص۲۹۹ ج:۱، دار الإحیاء التراث العربی بیروت).

عشاء کے پہلے سونے کا حکم

سوال ۳۳: عشاء کی نماز سے پہلے سونا ایسے شخص کے لئے جس کو بیداری کا یقین نہ ہو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسے شخص کے لئے عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔ ویکره النوم فی اول اللیل فیما بین المغرب والعشاء۔ (الفتاویٰ الهندیہ ج ۵ ص: ۳۷۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ج:۵ ص ۳۷۶ رشیدیہ۔

عن أسلم قال: کتب عمر أن لا ینام قبل أن یصلی العشاء فمن نام فلا نامت عینه. (کنز العمال ۱۰/ ۴۹۳)(حدیث نمبر: ۴۱۹۵۳)۔

عن أبی برزة أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کان یکرہ النوم قبل العشاء والحدیث بعدھا۔ (بخاری شریف ۱/۸۰) یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔

تخت پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گذرنے کا حکم

سوال (۸۱): اگر تخت نصف قدِ آدم کے برابر ہے تو اس پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گذرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لکن فی القهستانی ومحاذاة الاعضاء للاعضاء یستوی فیه جمیع اعضاء المار هو الصحیح کما فی التتمة واعضاء المصلی کلها کما قاله بعضهم او اکثرها کما قاله آخرون کما فی الکرمانی وفیه اشعار بأنه لو حاذی اقلها او نصفها لم یکره رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۲۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۴۸۰ ج: ۲۔ اشرفیہ۔

یعنی شرط فی کون المارّ آثماً أن یمرّ فی موضع سجوده إذا کان المصلی قائماً علی الأرض أو أن یحاذی جمیع أعضائه أعضاء المصلی کلها عند البعض أو أکثرها عند الآخر اذا کان المصلی قائماً علی مکان مرتفع دون قامة حتی لو کان المکان بقدر قامة الرجل فلا یأثم۔ (مجمع الأنهر ص: ۱۸۳ ج: ۱) فقیه الامة۔

و کذا فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص: ۱۷ ج: ۲، ایچ ایم سعید کمپنی)

میدان میں امام کے آگے کتنے فاصلے سے گذر سکتے ہیں

سوال (۸۲): میدان میں جماعت سے نماز ہو رہی تھی کچھ لوگ امام کے آگے سے گذر رہے تھے جبکہ امام کے آگے سترہ نہیں تھا تو سوال یہ ہے کہ اس صورت میں گذرنے والے کتنے فاصلے سے گذر سکتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سجدہ کی جگہ سے آگے سے گذر سکتے ہیں۔ ومرور مار فی الصحراء وفی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح .... وان اثم المار (۱) (الدر المختار ج ۱ ص ۴۲۶ کذا فی الفتاویٰ الغیاثیة ص ۳۰) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ومروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیرة فانه کبقعة واحدة مطلقا۔ وتحته فی الشامیة بخلاف المسجد الکبیر فأنه لو جعل کذالك لزم الحرج علی المارة فاقتصر علی قدر وضع السجود۔ (شامی ص ۴۶۳ ج: ۲، کراچی)۔

والمستحب لمن یصلی فی الصحراء أن ینصب بین یدیه عوداً ویضع شیئًا ادناه طول ذراع۔ (بدائع الصنائع ص ۵۱۰ ج: ۱، زکریا)

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلی أحدکم فی الصحراء فلیتخذ بین یدیه سترة۔ (رواه ابن ماجه باب ما یتم المصلی رقم الحدیث ۹۴۳۔)

(۲) الفتاویٰ الغیاثیة ص: ۳۰ کوئٹہ۔

بیہوشی کی حالت میں فوت شدہ نماز کا حکم

سوال (۸۳): محمد شیخو صاحب اچانک رات کے بارہ بجے بیماری کے دورہ کی وجہ سے گر پڑے اور اسی وقت بیہوش ہو گئے تقریباً ۳۶ گھنٹے بیہوش رہ کر اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، آخر وقت میں بیہوشی کی حالت میں ۶ وقت کی نماز فوت ہوگئی، حضرت والا سے دریافت ہے کہ کیا اس بیہوشی کی حالت میں جو نمازیں قضا ہوگئی ہیں ان کا فدیہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟

المستفتی (حافظ) محمد ایوب ویراول بہارکوٹ گجرات

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں فدیہ دینا ضروری نہیں، ومن جن او اغمی علیہ یومًا ولیلةً قضی الخمسة وان زادوقت صلوٰة سادسةٍ لا للحرج الخ (تنویر الابصار مع الدر المختار ا/ص ۵۱۲) (۱)

وان تعذر الایماء برأسہ وکثرت الفوائت بأن زادت علی یوم ولیلةٍ سقط القضاء عنہ الخ (درمختار ا/ص ۵۱۰) (۲)

فدیہ کا ترتب لزومِ قضاء پر ہوتا ہے۔ اور صورت مسئولہ میں قضا نہیں لہٰذا فدیہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) درالمختار: ا/ص: ۵۱۲۔ نعمانیہ۔ (۲) درالمختار: ا/ص: ۵۱۰۔

(۳) هكذا فى الحبيب الفتاوىٰ فثبت هذه المسؤلة۔

ومن أغمى عليه خمس صلوات أو دونها قضاء وإن كان أكثر من ذالك لم يقض۔ (هداية ج ۱ ص ۱۰۲)۔

عن ابراهيم قال: كان يقول فى المغنى عليه: اذا اغمى عليه يوم وليلة اعاد، واذا كان اكثر من ذالك لم يعد۔ (المصنف لعبد الرزاق ص ۴۱۷ ج: ۲، رقم: ۴۱۰۵)۔

کھلے ہوئے بٹن کے ساتھ نماز کا حکم

سوال (۸۴): اگر کرتے کے نیچے گنجی یا بنیان نہ ہو اور کرتے کی بوتام یعنی بٹن کھولے رکھتا ہو کیا ایسا کرنا مسنون ہے یا مکروہ؟ بصورت مسنون پورا کھلا رکھنا مسنون ہے یا چند ایک اور بصورت مکروہ، تنزیہی ہے یا تحریمی؟ کانپور سے ایک پرچہ نکلتا ہے، ’’استقامت‘‘، مارچ ۱۹۷۸ء کے پرچے میں یہ مضمون شائع ہوا ہے کہ صرف کرتا یا قمیص پہنے ہو اور بٹن بند نہ کیا ہو جس سے سینہ کھلا رہتا ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بنیان کی حالت میں بٹن کھلے ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب بہشتی زیور میں تلاش کیا گیا مگر اس قسم کا مسئلہ نظر کے سامنے سے نہ گذرا بناء بریں حضرت والا کو اس زحمت سے دو چار ہونا پڑا مستفتی اس مسئلہ کی صحیح تحقیق کا خواہشمند ہے اس لئے مسئلہ ہٰذا کو فقہی نقطۂ نظر سے پیش فرما کر اجر کثیر کے مستحق ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بٹن نہ بند کرنے کی وجہ سے سینہ کا کھلنا بحالتِ صلوٰۃ ممنوع نہیں، کراہت تحریمی یا تنزیہی کا قول غلط ہے، اہل بدع کے مخترعہ مسائل میں سے ہے اور ان لوگوں کے یہاں شدت سے اس پر عمل کرایا جاتا ہے فرائض وواجبات وسنن نماز سے جو شخص واقف ہوگا اس پر غلطی مخفی نہ رہے گی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن معاوية بن قرة عن أبيه ﷺ قال أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رهط من مزينة لنبايعه: وإن قميصه لمطلق أو قال زر قميصه مطلق الخ۔ (شمائل ترمذى ص: ۵) ممتاز اينڈ كمپنى۔

وکذا فی أبی داؤد ص ۵۶۴ ج:۲، مکتبہ بلال، وفی بذل المجهود: قال عروة فما رأيت معاوية ولا إبنه قط إلا مطلقي أزرارهما في شتاء ولا حرٍّ ولا يزرّ ران اذرارهما أبداً. و كتب مولانا محمد يحيى المرحوم من تقرير شيخه: قوله "فما رأيت معاوية" إلى آخره، وهذا وإن كان اختياراً لما هو خلاف الأولى خصوصاً في الصلوات لكنهما أحبا أن يكونا على ما رأيا النبي صلى الله عليه وسلم. وإن كان إطلاقه أزراره إذ ذالك لعارضٍ، ولم يكن هذا من عامة أحواله صلى الله عليه وسلم. وذلك لما فيه من قلة المبالاة بأمر الصلاة، إلا أن الكراهة لعلها لا تبقى في حق معاوية وإبنه لكون الباعث لهما حب النبي صلى الله عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية. (بذل المجهود ص۱۰۹ ج:۱۲، مركز الشيخ أبي الحسن الندوي).

ذكر ابن شجاع فيمن صلى محلول الأزرار، وليس عليه إزار أنه إن كان بحيث لو نظر أي عورة نفسه من زيقه لم تجز صلاته وإن كان حيث لو فظر لم ير عورته جازت. (البدائع الصنائع ص۵۱۵ ج:۲). زكريا.

وکذا فی الشامی ص ۶۴۰ ج:۱، کراچی۔

وکذا فی فتاویٰ محمودیہ ص ۶۵۲ ج:۶، مکتبہ شیخ الاسلام۔

مسلسل ریاح خارج ہونے والے کی نماز کا حکم

سوال (۸۵): کوئی شخص بطن کا مریض ہے اور ہر وقت اس کو ریح صادر ہوتی رہتی ہے اور وہ شخص نماز پڑھنے کا عادی ہے اور نماز پڑھنا چاہتا ہے اور ہر وقت ریح خارج ہوا کرتی ہے اکثر اوقات ایسے ہی گذرتے ہیں کبھی کبھی بند بھی ہوجاتی ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے اور رکوع اور سجدے میں ریح اکثر خارج ہوجاتی ہے کیا ایسی صورت کے باوجود وہ شخص باجماعت نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب ہر وقت ریح خارج ہوا کرتی ہے تو آپ معذور ہیں، ہر نماز کے وقت وضو کر کے جماعت میں شریک ہوجایا کریں، جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک وقت میں جتنے فرائض ونوافل چاہیں ادا کریں، البتہ دوسری نماز کا وقت آنے پر وضو ضروری ہے۔

او انفلات الريح يتوضئون لوقت كل صلوٰة ويصلون به في الوقت ماشاء من فرض ونفل (ملتقی الابحر ج ۱ ص ۴۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ملتقی الابحر: ج:۱ ص:۴۵-۴۴۔

وهكذا في الفتاوىٰ الهندية. ج:۱، ص:۴۱۔

وتتوضأ المستحاضة... أو الفلات ريح... لوقت كله فرض ويصلون به فرضاً ونفلاً. (البحر الرائق ج:۱، ص:۲۱۵ ایچ ایم سعید کراچی).

وصاحب عذر من به سلس بول... أو انفلات ريح... ان استوعب عذرة تمام وقت صلاة مفروضة وهذا شرط في حق الابتداء وفي حق البقاء... حكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلي به فرضاً ونفلاً. (حاشية ابن عابدين: ج:۱ ص:۵۵۵-۵۵۴) اشرفيه ديوبند.

پلاسٹک کی چٹائی پرنماز کا حکم

سوال (۸۶): پلاسٹک کی چٹائی پرنماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صحتِ صلوٰۃ کے شرائط میں سے اس زمینی چیز کا پاک ہونا ضروری ہے جس پر نماز ادا کی جائے، لہٰذا اگر پلاسٹک کی چٹائی پاک ہے تو اس پر بلا تردد نماز ادا کرسکتے ہیں اس چٹائی کا پلاسٹک سے تیار ہونا صحت صلوٰۃ کے لئے مانع نہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي على الحصير والفدوة المدبوغة۔ (ابوداؤد ۱/ ۹۶ بلال)

ولا بأس بالصلاة والسجود على الحشيش والحصير والبسط والبوادى۔ (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۶۳، رشيدية)۔

ولا بأس بالصلاة على الفرس والبسط واللبود والصلاة على الأرض أو على ما تنبته الأرض۔ (فتاویٰ قاضی خان ج:۱ ص ۱۱۲ دار الكتب العلمية)

وكذا حاشية الطحطاوى ص:۲۰۱ دار الكتاب۔

مصلی پر کعبہ کی تصویر کا حکم

سوال (۸۷): ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ مسجدوں میں ایسا مصلی جس پر کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی تصویر ہوتی ہے نہیں رکھنا چاہئے اس سے مقدس مقامات کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ممکن ہے ان حضرات کی یہ بات غایت محبت پر مبنی ہو جسے ان حضرات کا حال قرار دیا جاسکتا ہے اور حال صاحب حال کے لئے چاہے معمول بہا ہو لیکن یہ حجت شرعیہ نہیں ہے، اس کو عام قانون اور ضابطہ کی شکل نہیں دی جاسکتی کسی دلیل شرعی سے ایسے مصلوں پر جس پر بیت اللہ اور مسجد نبوی کی تصویر بنی ہو، نماز پڑھنے کی ممانعت اب تک ثبوت کے درجہ میں ظاہر نہیں ہوسکی اس کے برخلاف شرقاً وغرباً خود حجاز مقدس میں علماء صلحاء اکابرین امت کا ایسے مصلوں کو نماز کے لئے استعمال کرنا "لا تجتمع امتي على الضلالة" کے تحت ثبوت جواز کی بین دلیل ہے ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن أمتي لا تجتمع على الضلالة فإذا رأيتم اختلافاً فعليكم بالسواد الأعظم۔ (سنن ابن ماجه ص: ۲۸۳ السنة الهندية)

ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره۔ لأنه يلهي مصلي وتحته في الشامية: فيخل بخشوعه من الناظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح في البدائع في مستحبات الصلاة أنه ينبغي الخشوع فيها۔ (الدر المختار مع الشامي ص: ۶۵۸ ج:۱ سعيد)

ولا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب وكره بعض مشائخنا النقوش على المحراب وحائط القبلة لأن ذلك يشغل قلب المصلي۔ (الفتاویٰ الهندية ص ۳۱۹ ج:۵ رشيدية)

(۴) تبيين الحقائق ص: ۴۲۰ ج:۱، دار الكتب العلمية۔

ایک سورہ کو دو رکعت میں تقسیم کرکے پڑھنے کا حکم

سوال (۸۸): ایک شخص نے ایک سورت کی تلاوت شروع کی ایک رکعت میں دوتہائی سورت پڑھ کر رکوع کرلیا سورت کا بقیہ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنی چاہئے لیکن اگر دو رکعت میں تقسیم کرکے پڑھا ہے تو بھی نماز ہوجائے گی۔

"الأفضل ان يقرء فی کل رکعة الفاتحة وسورة کاملة فی المکتوبة ولو قرأ بعض السورة فی رکعة والبعض فی رکعة قيل يکره وقيل لا يکره وهو الصحيح كذا فی الظهيرية ولكن لا ينبغی ان يفعل ولو فعل لا بأس به" (الفتاوىٰ الهندیہ: ۱/ ۷۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الفتاوىٰ الهندية ص ۸۷ ج: ارشیدیہ، باب فی القراءة۔

فلو قرء نصف آية طويلة فی رکعة ونصفها فی أخرى أختلف فيه وعامتهم على الجواز لأن بعضه هذه الآيات يزيد على ثلاث آيات قصادٍ أو يعدلها۔ (حاشية الشرنبلالی على شرح غرر الحكام: ص: ۶۹ ج: ۱)

أشار إلى أن الأفضل قراءة سورة واحدةٍ۔ (الدر المختار مع الشامی ص: ۹۲ ج: ۱ سعید کراچی)

والثلاث آيات القصار تقوم مقام السورة فی الإعجاز وكذا الآية الطويلة تقوم مقامها۔ البحر الرائق ج: ۱ ص: ۳۱۳۔

تحمید کے افضل کلمات

سوال (۸۹): تحمید کے افضل کلمات کون سے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

تحمید کے سب سے افضل کلمات یہ ہیں: "اللّٰهم ربنا ولك الحمد والافضل اللهم ربنا ولك الحمد ويليه اللّٰهم ربنا لك الحمد ويليه ربنا لك الحمد" (۱)

(مراقی الفلاح: ۱۸۹، کذا فی شرح المنیۃ: ۳۱۸ والدر المختار: ۱/ ۳۳۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۳۳۷/ ج: ۱ نعمانیہ۔

والأفضل: اللهم ربنا ولك الحمد لزيادة الثناء۔ (حاشية الطحطاوی على المراقی ص: ۲۸۳۔ دار الکتاب)۔

فانه يأتی بالتحميد بأن يقول اللهم ربنا ولك الحمد أو ربنا لك الحمد۔ وأفضليتها على ترتيبها كذا فی الكافی۔ (غنية المستملی شرح فقیه المصلی ص: ۲۷۷ دار الكتاب)۔

أربعة ألفاظ: أفضلها: اللهم ربنا ولك الحمد كما فی المجتبى ويليه اللهم ربنا لك الحمد، ويليه ربنا ولك الحمد۔ ويليه المعروف ربنا لك الحمد۔ (البحر الرائق ص: ۳۱۷ ج: ۱ سعید)

قعدہ اولیٰ میں شریک ہونے والا تشہد پڑھے یا نہیں؟

سوال (۹۰): ایک شخص مسجد گیا امام دو رکعت سے فارغ ہو کر قعدہ میں بیٹھا ہوا تھا آنے والا شخص جونہی نماز میں شریک ہوا امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اب آیا اس کے ذمہ تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا ہے یا بغیر تشہد پڑھے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

امام کے کھڑے ہونے کے بعد تشہد پرھ کر یا قعدہ پورا کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے "او قیامه لثالثة قبل اتمام المؤتم التشهد فانه لا یتابعه بل یتمه لوجوبه ولو لم یتم جاز ای صح مع کراهته التحریم"۔ (الدر المختار: (۱) ا/ ۳۳۳، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ: (۲) ا/ ۹۰ والغیاثیۃ: ۳۲) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۳) إذا أدرك الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد والمختار أن يتم التشهد. (غياثيه ۳۲) مكتبه اسلاميه، ميزان ماركيث.

(۲) وکذا فی الہندیۃ: ص: ۹۰/ ج: ۱۔ مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

(۱) وکذا فی الشامی ص ۴۴۴/ ۲۔ اشرفیہ۔

ولو قام الإمام إلى الثالثة ولم يتم المقتدي التشهد وإن لم يتمه جاز۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۱۰) دار الکتاب دیوبند۔

وکذا فی الفتاویٰ البزازیۃ۔ ص ۴۰/ ج: ۱۔ زکریا جدید نسخہ۔

عشاء کی نماز سے پہلے سونے کا حکم

سوال (۹۱): عشاء کی نماز سے پہلے سونا ایسے شخص کے لئے جس کو بیداری کا یقین نہ ہو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسے شخص کے لئے عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

"ویکره النوم فی اول النهار وفیما بین المغرب والعشاء" (الفتاویٰ الہندیہ: ۵/ ۳۷۵) (۱)

"قال الطحاوی: إنما کره النوم قبلها لمن خشی علیه فوت وقتها او فوت الجماعة فیها اما لو وکل لنفسه من یوقظه فی وقتها فیباح له النوم وذکره العلامة الزیلعی وغیره" (الطحاوی علی المراقی: ۱۲۳) (۲) ورد المحتار: ۱/ ۲۴۶) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ويكره النوم في أول النهار وفيما بين المغرب والعشاء۔ (هنديه ص ۳۷۶ ج: ۵۔ مكتبه رشيديه پاكستان)۔

(۲) قال الطحطاوي: إنما كره النوم قبلها لمن خشي عليه فوت وقتها أو فوت الجماعة فيها وأما من وكل لنفسه من يوقظه في وقتها فيباح له النوم ذكره العلامة الزيلعي۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۸۴) دار الکتاب۔

(۳) وکذا فی الشامی ص: ۲۴۶/ ج: ۱۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

وکذا فی تبیین الحقائق ص: ۸۴/ ج: ۱۔ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ وفی البحر الرائق ص: ۲۴۸/ ج: ۱۔ ایچ ایم سعید کمپنی۔

مکروہ وقت میں نفل کی تکمیل کا حکم

سوال (۹۲): ایک نابینا انہیں اکثر یہ ہوجاتا ہے کہ نفل کی نماز شروع کرتے ہیں اور درمیان نماز میں صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے چونکہ ان کو اتنا اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ اس کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ پہلے ہی شروع کردیں کہ طلوع صبح صادق سے پہلے نماز نفل مکمل کرلیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مکروہ وقت میں نفل کی تکمیل ہورہی ہے آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صبح صادق کے بعد فجر کی نیت کے علاوہ نفل مکروہ ہے "ویکرہ النفل بعد طلوع الفجر بأكثر من سنة قبل اداء الفرض" (شرنبلالیہ: ۱۰۱)

البتہ نابینا کی نماز ہوگئی "ویکرہ النفل بعد طلوع الفجر ای قصدًا فی الشروع فی النفل قبل طلوع الفجر ثم طلع الفجر فالأصح انه عن سنة الفجر ولا يقطعه لان الشروع فيه كان لا عن قصد" طحطاوی علی المراقی: ۱۰۱)(۱)

لیکن آئندہ کے لئے احتیاط واحتراز ضروری ہے کوئی ایسی نشانی مقرر کرے تاکہ اس سے صبح صادق کا علم ہوجایا کرے مثلاً الارم والی گھڑی اپنے پاس رکھ لے اور الارم کا وقت صبح صادق سے دو چار منٹ قبل کا بنالے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۸۸) دار الکتاب دیوبند۔

وکذا فی تبیین الحقائق ص: ۸۷ ج: ۱ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وکذا فی البحر الرائق ص: ۲۵۳ ج: ۱ ایچ سعید۔ وفی الہندیہ: ص: ۱۰۹ ج: ۱ مکتبہ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

وفی الشامی ص: ۴۵ ج: ۲ المکتبۃ الاشرفیہ۔

نماز کی حالت میں ستر نظر آنے کا حکم

سوال (۹۳): ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کا کرتا کمر تک تھا اور لنگی پھٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کی ران کا کچھ حصہ نظر آرہا تھا تو اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر ران کے چوتھائی حصہ سے کم نظر آرہا تھا تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں: "قليل الانكشاف عفو لان فيه بلوى ولا بلوى فى الكثير فلا يجعل عفوا الربع وما فوقه كثير ومادون الربع قليل وهو الصحيح هكذا فى المحيط"

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۵۸ کذا فی الغیاثیہ علی الفتح: ۱/۲۲۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال (۹۴): قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ کیا ہے سہارے کے ساتھ یا بغیر سہارے کے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس طرح بھی سہولت کے ساتھ جانے والا جا سکے اس لئے کہ ہر طرح کے جانے والے ہوتے ہیں۔ بعض جوان ہوتے ہیں، بعض بوڑھے ہوتے ہیں، بعض تندرست ہوتے ہیں، بعض مریض ہوتے ہیں، ویسے مسنون یہ ہے کہ پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اس کے بعد ہاتھ رکھے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سجدہ کے لئے جھکے عن وائل بن حجرؓ قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد يضع ركبتيه قبل يديه الحديث. (ترمذی: ۱/۳۶)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) هکذا ترمذی شریف باب ماجاء فی وضع الیدین قبل الرکعتین فی السجود ص۶۱ ج:۱۔ مکتبه بلال دیوبند۔

وہکذا ابوداؤد ص: ۱۲۲/ج:۱۔مکتبہ بلال دیوبند۔

ہکذا نسائی: ص: ۱۲۳/ج:۱۔مکتبہ بلال دیوبند۔

ہکذا۔ابن ماجہ ص ۶۳ ج:۱۔مکتبہ ملت دیوبند۔

قالوا: إذا أراد السجود ویضع اولا ما کان أقرب إلی الارض فیضع رکبته اولا ثم یدیه ثم أنفه ثم جهته۔ (ہندیہ ص ۱۳۲/ج:۱) مکتبہ زکریا دیوبند۔

البحر الرائق ص: ۲۹۳/ج:۱۔مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی۔

تبین الحقائق ص: ۱۰۹/ج:۱۔مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

جیب میں تصویر رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۹۵): کارڈ وغیرہ میں تصویر رہتی ہے اس کو اگر کوئی جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ مکروہ ہوگی، یا غیر مکروہ خواہ او پر کی ہو یا نیچے کی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز ہوجائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قوله: لاالمستتر بکیسٍ أو صرة، بأن صلی ومعه صرة أو کیس فیه دنانیر أو دراهم فیها صور صغار فلا نکره لاستتارها۔ (ردالمحتار مع شامی ص ۶۴۸ ج:۱۔ایچ ایم سعید کمپنی)۔

(۲) أنه یصلی ومعه صرة أو کیس وفیه دنانیر ودراهم فیها صور صغار

لاستتادها۔ ویفید انه لو کان فوق الثوب الذی فیه صورة ثوب ساتر له فانه لا یکوه أنه یصلی فیه لا ستتادها بالثوب الآخر۔ (البحر الرائق ص:۲۷ ج:۱) مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی۔

(۳) عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم ومع فی خمیصة لها أعلام فنظر إلی أعلا میها نطرة فلما انصرف قال إذ هوا بخمیصتی هذه إلی أبی جهم وأتونی بانبجانیة فانها ألهتنی أنفا عن صلاتی۔ (رواه البخاری ص۵۴ ج:۱) مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔

(۴) وہکذا التاتارخانیہ ص ۲۰۳/ج:۲۔زکریا دیوبند۔

(۵) البحر الرائق ص:۲۷/ج:۲۔زکریا۔

برطانیہ میں عشاء اور صبح صادق کی ابتداء کب سے مانی جائے

سوال (۹۶): یہاں برطانیہ میں مدت سے یہ بات مشہور ہے کہ شفق اور صبح صادق کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے لہٰذا کسی نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں کی اور اب بھی یہی حال ہے سردیوں کے موسم میں یعنی نومبر، دسمبر، جنوری میں تو کسی حد تک یہ بات صحیح ہوسکتی ہے مگر اور مہینوں کے لئے یقیناً ایسا نہیں ہے۔ بہر حال مشاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر محض محکمۂ موسمیات سے حاصل کردہ اوقات غروب شفق نوٹیکل اور اسٹرائیکل نوائی لائٹ اور طلوع صبح صادق یعنی نوٹیکل اینڈ آسٹرائیکل ٹوائی لائٹ پر اکتفا کرتے چلے آرہے ہیں یعنی محکمۂ موسمیات والوں سے غروب آفتاب کے بعد یا طلوع آفتاب سے پہلے سورج کے زیر افق ۱۸ درجہ جانے کے بعد یا طلوع سے ۱۸ درجہ پہلے کے اوقات منگواتے ہیں اور اس کے مطابق عشاء اور فجر پر عمل کرتے ہیں برطانیہ میں زیادہ تر مسجدوں میں ۱۲ درجہ کے مطابق ٹومیکل ٹو آئی لائٹ منگوا کر وقت عشاء اور فجر کی ابتداء مان کر عمل کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوگا کہ برطانیہ میں عمومی طور پر مشاہدہ کرنے کے بجائے محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقاتِ غروب وطلوعِ

شفق ۲۱ درجہ یا ۱۸ درجہ کے مطابق وقت عشاء طلوع فجر کی ابتداء مانتے ہیں۔ دراصل انگلینڈ میں بسنے والے مسلمانوں نے ابتداء میں عشاء کی نماز اور صبح صادق کے لئے اپنے اپنے یہاں کے لئے اصول گاہوں سے وقت منگائے تھے۔ تو اصول گاہوں نے ۱۲ درجہ کے مطابق وقت نکال کر بھیجا تھا پھر ایک دوسرے کے نقشِ قدم پر عمل کرتے ہوئے آہستہ آہستہ بعد میں آنے والے تمام مسلمان عشاء کی نماز ادا کرنے میں ۱۲ درجہ والے ٹائم پر مکمل عمل پیرا ہوگئے اور پورے انگلینڈ میں ۱۲ درجہ کا ٹائم رائج ہوگیا مگر جن مہینوں میں ۱۲ درجہ کے حساب سے بھی سورج غروب ہونے کے بعد بہت ہی دیر سے عشاء کا وقت ہوتا تھا اور عشاء کی نماز کے لئے بہت ہی انتظار کرنا پڑتا تھا جس میں لوگ بے پناہ حرج میں مبتلا ہوئے تھے۔ تو علماء کرام نے مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کیا تو حضرات مفتیان کرام نے دفع حرج کی خاطر شفق احمر غائب ہونے پر ایک گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنے کا فتویٰ دیا جس کی وجہ سے ایک یا سوا گھنٹہ سے عشاء کی نماز ادا کرتے رہے۔

مگر سن عیسوی ۱۹۸۲ء میں پھر یہ بات چلی کہ عشاء کی نماز کے لئے اور صبح صادق کے لئے ۱۲ درجہ کا ٹائم غلط ہے بلکہ ۱۸ درجہ کا ٹائم صحیح ہے تو پھر تمام مسلمانوں نے اپنی اپنی جگہوں کے لئے ۱۸ درجہ کا ٹائم منگوا کر اس کے مطابق عشاء اور فجر کے لئے عمل شروع کر دیا۔ مگر چونکہ ۱۸ درجہ کے مطابق عشاء کی نماز کے لئے حد سے زیادہ انتظار کرنے کی زحمت میں مبتلا ہوگئے اس لئے کہ ۱۸ درجہ کے حساب سے عشاء کی نماز کے لئے سورج غروب ہونے کے بعد دو ڈھائی تین ساڑھے تین گھنٹوں تک کا بھی انتظار کرنا پڑتا تھا اور یہ انتظار عوام کے لئے ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ اس لئے ایک سال عمل کرنے کے بعد پھر سے ۱۲ درجہ پر عمل کرنا شروع کر دیا اس لئے کہ ۱۸ درجہ کے حساب سے پورے سال عشاء کی نماز سورج غروب ہونے کے دو ڈھائی گھنٹوں کے بعد پڑھنی پڑتی تھی اور اسی طرح سے ان دنوں میں روزہ کے لئے سورج کے طلوع ہونے سے دو تین گھنٹہ قبل سحری بند کرنا پڑ گئی تھی۔ بلکہ بعض مہینوں میں تو وقت عشاء اور صبح صادق کے درمیان بہت ہی تنگ وقت رہتا ہے ان تمام

دشواریوں کے پیشِ نظر ۱۸ درجہ پر ایک دو سال عمل کرنے کے بعد اکثریت ۱۲ درجہ پر عمل پیرا ہوگئی۔

۱- دوسری بات یہ ہے کہ مشاہدہ اور مذکورہ درجوں میں اوقات کے اندر تعارض ہو جائے تو مشاہدین کو صحیح مانا جائے گا یا محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات کو؟

۲- شفق احمر کی غیبوبت پر وقت عشاء کی ابتداء مان کر عمل کیا جائے تو کوئی حرج ہے؟

۳- غروب آفتاب کے بعد شفق احمر اور شفق احمر کے بعد شفق ابیض عمومی طور پر کتنے وقفہ سے غائب ہوتی ہے؟ ہر ایک کا فاصلہ الگ الگ تحریر کیا جائے۔

۴- اگر کوئی عالم دین یا دیندار شخص اپنے مشاہدے کی شہادت دے تو ان کی شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؟

۵- بقیہ درجوں کے مطابق یا مشاہدہ کے مطابق عشاء کی نماز کا وقت شروع کرنے میں اور اس طرح فجر کی ابتداء ماننے میں حرج درپیش ہو تو پورے سال غروب آفتاب کے سوا گھنٹہ بعد اور طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے عشاء اور فجر کی ابتدا مان کر عمل کئے جانے میں شرعی طور پر کوئی ممانعت تو نہیں؟ جبکہ ہمارے ملکوں میں عشاء کی ابتداء کے اوقات گھنٹہ سوا گھنٹہ بعد اور فجر کی ابتداء طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ پہلے ہو جاتی ہے نیز ہم نے اپنا مشاہدہ بھی اوپر ذکر کر دیا۔

حرج کی صورتیں

عشاء دیر سے پڑھنے میں اور صبح صادق جلدی ماننے سے وقت کی تنگی کے سبب نہ تو پورا سونا ملتا ہے اور نہ آرام ملتا ہے جس کی وجہ سے نیند تو خراب ہوگی صحت پر بھی اثر پڑے گا اور عبادات میں کوتاہی اور کاہلی پیدا ہوگی نیز عشاء اور فجر کی قضا کا بھی احتمال ہے جماعت میں لوگ کم آتے ہیں اسی طرح دینوی معاملات میں بھی بڑی دقت درپیش ہوتی ہے مثلاً وقت پر کام پر جانے میں حرج اور بھی دیگر باتیں یا تو رزق حلال حاصل کرے یا نماز یں قضا

کرے، رہا نیند کے لئے فجر کی نماز کے بعد وقت نکالے تو ان لوگوں کے لئے تو مسئلہ کا حل ہوگا جو بے روزگار ہیں، لیکن اکثریت جو کام کرتی ہے ان کے لئے مسئلہ کا حل اس طرح نہیں ہوسکتا لوگ سستی کی وجہ سے بغیر نماز پڑھے ہی سو جائیں گے اور نماز کے لئے اٹھ نہ سکیں گے بلکہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ کر سو جانے کا اندیشہ ہے اور یہی ہوتا بھی ہے۔

(۱) لا عبرة بقول المؤقتين. (شامی ص:۳۹۰ ر ج:۲ـ کراچی)

(۲) إن الشرط فی وجوب الصوم الرؤية لا يؤخذ بقولهم. (الدر المختار مع الشامی ص:۳۸۷ ر ج:۲ـ کراچی)

(۳) وابتداء وقت صلاة عشاء والوتر من غروب الشفق على الاختلاف تقدم. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۱۷۸ ادارا لکتاب)۔

(۴) قوله تعالیٰ: واشهدوا شهيدين من رجالكم: نص فی رفض الكفار والصبيان. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ص ۳۸۹ ج:۳، دار إحیاء التراث)۔

(۹۷) عشاء وفجر کی ابتداء میں درجات کے اعتبار سے اختلافات

اسماء	صبح صادق	صبح کاذب	صبح صادق	شفق
شرح چغمینی	۱۵	۱۸	ابن شاطر ۱۹	۱۷
ایضاح القول۹	۱۸	۱۸	ابوعلی مراکشی ۲۰	۱۶
حل الهندوسیین مقاصد العمدة	۱۷/۱۶	۱۹	ابوعبداللہ ۱۹	۱۸
			ابن اقام متوفی ۱۹	
مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی	۱۵	۱۸	۶۸۵ھ ۱۹	
			قاضی زادہ موسیٰ بن محمد متوفیٰ	
			۸۹۹ھ X	۱۸

مگر چند جگہوں کے مسلمان اب تک ۱۸ درجہ کے مطابق عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں اور

انتظار کی ساری صعوبتیں برداشت کرتے چلے آرہے ہیں مگر ان کے لئے سب سے بڑی ناقابل برداشت دشواری یہ کھڑی ہوگئی ہے کہ مساجد کے چند مصلی بارہ درجہ پر عمل کرنے پر مصر ہیں اور یہ ۱۸ درجہ پر عمل کرتے ہیں تو آپس میں تناؤ شروع ہوگیا ہے چونکہ جو لوگ ۱۲ درجہ پر عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں وہ بہت جلد عشاء کی نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں اور ان کو انتظار میں رہنا پڑتا ہے یہ ان کے لئے بڑی آزمائش ہے اس لئے آپس میں لڑائیاں جھگڑے فساد ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض جگہوں پر ایک ہی مسجد میں دو جماعتیں شروع ہوگئی ہیں اور یہ بڑا المیہ ہے جس طرح بحمدللہ چاند کے بارے میں صحیح العقائد مسلمانوں میں باہم اتفاق ہوگیا ہے اسی طرح عشاء کی نماز اور صبح صادق میں بھی باہم اتفاق ہوجائے تو بہت ہی بہتر ہوگا مگر ہماری یہ تمنا اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جبکہ حضرات مفتیان کرام اس معاملے میں جلد از جلد رہنمائی فرمائیں۔

ہمارے ملکوں میں تو ۱۸ درجہ پر عشاء اور صبح صادق سوا گھنٹہ پر ہوتی ہے جبکہ انگلینڈ میں ہمیشہ دو تین بلکہ بعض مہینوں میں غروب کے ساڑھے تین چار گھنٹوں کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے ساڑھے تین چار گھنٹہ قبل صبح صادق ہوتی ہے۔

(محکمۂ موسمیات سے ۱۸ ڈگری کے مطابق وقت معلوم کرنے پر) جبکہ بعض مہینوں میں رات بھی مشکل سے ۸ ساڑھے آٹھ گھنٹے کی ہوتی ہے اس طرح عشاء کی نماز پڑھنے اور سحری بند کرنے میں بہت ساری دشواریاں درپیش ہیں البتہ جن راتوں میں شفق بالکل غائب نہیں ہوتی ہے اسے ڈھائی مہینوں میں سوا گھنٹے عمل کرنے کی حضرات مفتیانِ کرام کی طرف سے سہولت دی گئی ہے۔ مگر ان ڈھائی مہینوں کے علاوہ پورے سال ۱۸ درجہ پر عمل کرنے میں بہت وقت اور پریشانیاں تھیں بنابریں مسلمانوں نے ۱۸ درجہ پر عمل ترک کرکے ۱۲ درجہ پر پھر اپنا عمل شروع کردیا تعجب یہ ہے کہ ہمارے ملکوں میں ۱۸ درجے کے حساب سے سورج کے غروب سے عشاء کا وقت سوا گھنٹہ بعد اور صبح صادق کا وقت طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ پہلے سے ہوتا ہے اور یہاں انگلینڈ میں ۱۸ درجہ کے مطابق اتنا زیادہ وقت کیوں؟ یہ بات ہمارے لئے باعثِ حیرت ہے کہ سورج کو ۳۶۰ درجہ ۲۴

گھنٹوں میں عبور کرنے میں فی درجہ چار منٹ لگتے ہیں۔اب عشاء کی نماز کے ۱۸ درجہ اور صبح صادق کے ۱۸ درجہ کل ۳۶ درجوں کے لئے ۴/ ۵/ ۶/ ۷/ ۸/ گھنٹہ خرچ ہو جاتے ہیں تو پھر بقیہ ۳۲۴ درجوں کے لئے تو صرف سولہ سے بڑھ کر ۲۰ گھنٹے ہی باقی رہ جاتے ہیں۔

اتنے سارے درجوں کو عبور کرنے کے لئے سورج کو مذکورہ تفصیل کے مطابق تو صرف فی درجہ ۴ منٹ سے بھی کم وقت ملتا ہے تو پھر اتنے کم گھنٹوں میں ۳۲۴ درجہ کس طرح عبور ہوتے ہوں گے یہ ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔

مشاہدہ: اس سال ہم نے ستمبر اور اکتوبر کی چند تاریخوں میں مشاہدہ کیا تو ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ دس منٹ پر غروب آفتاب کے بعد شفق احمر غائب ہوئی اور ایک گھنٹہ بیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۵ پر شفق ابیض کے غروب کا مشاہدہ کیا اور جتنا وقت شفق ابیض کے غروب میں لگا بعینہ اتنا ہی وقت سورج طلوع ہونے سے قبل صبح صادق ہونے میں لگا یعنی ایک گھنٹہ ۲۰/ ۲۵/ منٹ جب ہم نے یہ مشاہدہ کیا تو ان تاریخوں میں محکمۂ موسمیات والوں نے ۱۲ درجہ کے وقت سے جو وقت ۱۲ درجہ کے مطابق یا ۱۸ درجہ کے وقت سے دیا تھا وہ غلط ثابت ہوا یعنی ۱۸ درجہ کے وقت سے شفق احمر کم سے کم دس منٹ پہلے اور شفق ابیض ۳۱ منٹ سے پہلے غروب ہو چکی اور اسی طرح صبح صادق ۳۰ منٹ بعد طلوع ہوئی۔

اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا ۱۲ درجہ کے اختتام پر یا ۱۸ درجہ کے اختتام پر وقت عشاء کی ابتداء مانی جائے یا مشاہدہ کو اولیت دی جائے۔دونوں کا فرق اوپر دیا ہوا مشاہدہ ہے۔ علمائے عرب و مراکش وقت صبح صادق ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/ درجہ پر مانتے ہیں۔مزید تفصیل ملاحظہ ہو (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۶۴) سے آگے تک۔

نوٹ: جب درجات میں اختلاف ہے تو درجوں کو معیار وقت بنانا صحیح ہے؟

(۱) يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ○

(۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

(۳) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

(۴) وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ○

(۵) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

(۶) ”کفایۃ الاخبار فی حل غایۃ الاختصار“ کی جلد اول ص ۱۶۰ پر علامہ تقی الدین دمشقی فرماتے ہیں: ”ومتى يخرج وقت المغرب؟ فيه قولان الجديد الاظهر انه يخرج مقدار طهارة وستر عورة واذان واقامة وخمس ركعات ولا اعتبار فى ذلك الاوسط المعتدل“۔

حضرات مفتیانِ کرام سے گذارش ہے کہ وہ جواب جلد از جلد مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں کیونکہ اس سلسلہ میں یہاں پر برطانیہ میں نومبر ۸۷ء کے آخر میں علماء برطانیہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔

فقط والسلام

یعقوب احمد قاسمی

ناظم حزب العلماء یو۔کے

۲۸/ صفر ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۱/ اکتوبر ۸۷ء بروز بدھ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) مشاہدہ کو اولیت دی جائے اور اسی کا اعتبار کیا جائے۔

محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات اگر اصول شرعیہ کے مطابق ہوں تو اس کے اعتبار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کو مؤید کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے بنیاد و اصول کے درجہ میں نہیں۔یہودیوں نے اپنے خفیہ محنتوں کے ذریعہ آج پوری امت کو شکار کر ہی لیا ہے رہی سہی عبادات پر بھی وہ ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں اس لئے امت کے خواص کو چوکنا و ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

(۲) شفق احمر کی انتہاء پر ضرورۃً وقت عشاء کی ابتداء ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں کما فی

کتب الفقہ۔

(۳) شفق احمر کے بعد شفق ابیض کے غروب کے سلسلہ میں آپ کا مشاہدہ تقریباً درست ہے اس لئے اس کے اعتبار میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) اگر عالم دین و دیندار شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی تو پھر کس کی مقبول ہوگی؟ کیا محکمہ موسمیات کے منافق وفجار وکفار کی بات مقبول ہوگی؟ جن حضرات کے نزدیک علماء دیندار کی شہادت غیر معتبر ہے وہ اپنا احتساب کریں۔

(۵) ضرورت کے تحت ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ وقت بھی ہوجائے چاہے صاحبین ہی کے مسلک کے مطابق ہوتا ہو۔ الحاصل شرعی اصول مدِنظر رہے محکمہ موسمیات کوئی قانون شرعی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) یرید اللہ أن یخفف عنہم وخلق الإنسان ضعیفاً۔ (سورۃ النساء رقم الآیۃ: ۲۸)۔

(۲) یرید اللہ بہم الیسر ولا یرید بہم العسر۔ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۱۸۵)

(۳) وما جعل علیہم فی الدین من حرجٍ۔ (سورۃ الحج رقم الآیۃ ص: ۷۸)

(۴) وجعلنا نومکم سباتاً۔ (سورۃ النبأ رقم الآیۃ: ۹)

(۵) لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعہا۔ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۲۸۶)

(۶) أحسن الفتاویٰ ص: ۱۶۴ ج: ۲۔ زکریا۔

(۷) کفایۃ الأخبار فی غایۃ الاختصار (ص ۱۶۰ ج: ۱)

سنتِ فجر کی قضا کا حکم

سوال (۹۸): سنت فجر اگر فوت ہوجائے تو کب تک اور کسطرح ادا کرے جبکہ وہ سنت مؤکدہ ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فجر کی صرف سنت اگر باقی ہو تو اس کی حیثیت نفل کی ہوجاتی ہے اس کی ادائیگی ضروری نہیں۔ لیکن بعض فقہاء نے سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے ادا کرنے کی اجازت دی ہے اور انشاء اللہ ثواب ملے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: من لم یصل رکعتی الفجر فلیصل بہما بعد ما تطلع الشمس۔ (سنن الترمذی ص: ۹۶ ج: ۱۔ مکتبہ بلال)۔

ولا یقضی سنۃ الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فیقضیہا تبعاً لقضائہ وقال محمد أحب إلی أن یقضیہا إلی الزوال کما فی الدرر: وقولہ أحب إلی" دلیل علی أنہ لو لم یقض لا لوم علیہ۔ (شامی ص: ۵۷ ج: ۲۔ کراچی)

إعلاء السنن ص ۹۴/ ۷۔ المکتبہ الامدادیہ۔

ولأنہ بیتی نفلاً مطلقاً۔ (العرف الشذی علی ہامش الترمذی: ص ۹۶ ج: ۱۔ مکتبہ بلال)

لم تقض سنۃ الفجر إلا إذا فاتت مع الفرضہ فتقضی تبعاً لأن الأصل فی السنۃ أن لا تقضی لاختصاص القضاء بالواجب۔ (البحر الرائق ص ۷۴ ج: ۲۔ سعید)۔

فجر کی سنت کب تک اور کہاں ادا کرے؟

سوال (۹۹): زید مسجد میں پہونچا امام فجر کی نماز پڑھ رہا تھا زید سنت کب تک ادا کرسکتا ہے اور کہاں ادا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر اسے یقین ہے کہ امام کو کم از کم تشہد میں پالے گا تو فجر کی سنت ادا کرے اور مسجد کے دروازے کے قریب ادا کرے یعنی جہاں تک ممکن ہو جماعت کی صفوں سے دور کسی جانب ادا کرے۔

ومن انتهى الى الامام فى صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان يفوته ركعة ويدرك الاخرىٰ يصلى ركعة الفجر عند باب المسجد ثم يدخل وان خشى فوتها دخل مع الامام۔ (كذا فى الهداية: ۱/۱۲۳)(۱)

ولم يذكر فى الكتاب انه ان كان يرجو ادراك الركعة كيف يفعل فظاهر ما ذكر فى الكتاب انه ان خاف ان تفوته ركعتانِ يدل على انه يدخل مع الامام وحكى عن الفقيه ابى جعفر انه قال على قول ابى حنيفة وابى يوسف يصلّى ركعة الفجر لان ادراك التشهد عندهما كادراك الركعة۔ (كذافى (۲) الكفاية على الفتح: ۱/۴۱۵، الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲۰)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ہدایہ ص ۱۵۲/ج:۱۔مکتبہ تھانوی۔

(۲) الكفاية على الفتح ص:۶۸ ج:۱۔دار إحياء التراث۔

(۳) الفتاوىٰ الهندية ص:۱۲۰/ج:۱۔رشيدية۔

ثم السنة فى السنن أن يأتى بها فى بيته أو عند باب المسجد إن لم يمكن ففى امسجد الخارج وإن كان المسجد فخلف الا سطوانه ونحو ذلك أو فى آخر المسجد بعيداً عن الصفوف فى ناحية منه۔ (البحر الرائق ص:۴۷ ج:۲۔ سعيد)

أنه يأتى بها أى بركعتى الفجر" وإن أقيمت الصلاة إذا علم أنه يدرك معه الركعة الأولى بعد أن لا يكون مخالطاً للصف بلا حائلٍ۔ (شامی ص:۵۸ ج:۲۔کراچی)

جماعت میں تاخیر سے شریک ہونے والا ثناء پڑھے یا نہیں؟

سوال (۱۰۰): ایک شخص مسجد میں آیا امام ابھی پہلی رکعت میں تھا لیکن آنے والے کو جگہ اتنی دور میں ملی کہ اس کے کانوں میں امام کی قرأت کی آواز نہیں پہنچتی تو کیا وہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھ سکتا ہے یا بغیر ثناء پڑھے نماز میں شریک ہو جائے؟

سوال ۲: ایک شخص مسجد ایسے وقت پہنچا جبکہ امام قیام سے فارغ ہو کر رکوع میں جاچکا تھا ایسا شخص ثناء پڑھ کر رکوع کرے یا بغیر ثناء پڑھے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) بعد میں آنے والے شخص کے لئے ثناء پڑھنا درست نہیں وہ بغیر ثناء پڑھے نماز میں شریک ہو جائے:

"إذا أدرك الامام فى القرأة فى الركعة التى يجهر فيها لا يأتى بالثناء وكذا فى الخلاصة والصحيح كذا فى التجنيس وهكذا فى الوجيز للكردرى سواء كان قريبا أو بعيدا أو لا يسمع لصممه. هكذا فى الخلاصة"۔ (الفتاوىٰ الهندية: (۱) ۱/۹۰، كذا فى شرح المنية: ۳۰۴)(۲)

(۲) اگر ظن غالب یہ ہو کہ ثنا پڑھ کر رکوع میں شریک ہو جائے گا تو ثناء پڑھ کر رکوع میں جائے اور اگر ظن غالب یہ ہو کہ ثنا پڑھنے کے بعد رکوع نہیں پاسکے گا یا اس سلسلے میں شک

ہو کہ رکوع پاسکے گا یا نہیں تو بغیر ثناء پڑھے رکوع میں چلا جائے۔

”وان أدرك الامام فی الركوع او السجود فتحری ان كان اكبر رأيه انه لو أتی به ادركه فی شیء من الركوع او السجود يأتی به قائما والا يتابع الامام ولا يأتی به“ (التفاویٰ الہندیۃ (۳): ۹۱، کذا فی شرح المنیۃ: ۳۰۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۹۰ رج: ۱۔ رشیدیہ۔

(۲) وإذا أدرك الشارع فی الصلاة عند شروعه الإمام" وهو أی والحال ان الإمام يجهر بالقرائة لا يأتی بالثناء بل يستمع وينصت۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص ۳۰۴ ج: لاہور)

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۹۱ ج: ۱، رشیدیہ۔

(۴) إذا افتتح المؤتم الصلاة بعدما شرع الإمام فی القراءة لا يأتی بالثناء بل يسمع وينصت لقوله تعالیٰ وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا۔ (الجوهرة النيرة ص ۶۶ ج: ۱ کراچی)

نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے یا چھوڑ کر؟

سوال (۱۰۱): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عین نماز میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا کیوں کہ مقتدی اپنی آستین میں بت رکھتے تھے۔ ہاتھ چھوڑنے پر سب بت گر گئے کیا اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھائی ہے حیات تک یا نہیں؟ اگر ہاں تو کب اور کتنے دن تک اور اگر نہیں تو ان کے پردہ فرمانے پر دوبارہ ہاتھ باندھ کر نماز کیوں پڑھی جاتی ہے اور یہ کس وقت سے رائج ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طریقہ سے نماز پڑھنا ثابت ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ باندھ کر پڑھنے والی روایتیں راجح ہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن وائل بن حجرٍ فی حديث طويل.... ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد۔ (رواه الإمام أبوداؤد فی سننه ص ۱۰۵ ج: ۱ مکتبہ بلال)۔

ويعتمد بيده اليمنى على اليسرى تحت السرة لقوله عليه السلام من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة وحجة على مالك فی الإرسال۔ (ہدایۃ ص ۱۰۲ مکتبہ تھانوی۔

والمذهب عند علمائنا أنه سنة واظب عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال علی رضی الله عنه من السنة أن يضع المصلی يمينه على شماله تحت السرة فی الصلاة۔ (فتح القدیر ص ۲۵۰ ج: ۱، دار إحیاء التراث)۔

أن الثابت من السنة وضع اليمين على الشمال ولم يثبت حديث يوجب تعيين المحل الذی يكون فيه الوضع من البدن۔ (البحر الرائق ص: ۳۰۳ ج: ۱، سعید)۔

قوله عليه السلام: "ثم يرسل"، أی يرسل عن الرفع وبه نقول۔ (حاشیۃ الہدایۃ ص ۱۰۲ ج: ۱، مکتبہ بلال)۔

نماز میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کا حکم

سوال (۱۰۲): امام حنفی المذہب ہے اور سارے کے سارے مقتدی بھی حنفی المذہب ہیں، امام اپنے مذہب پر عمل کرنے کے بجائے امام مالکؒ کے مذہب پر قصداً

عمل کرلے یعنی بغیر سلام پھیرے ہوئے سجدہ سہو کرلے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نماز ہوگئی تو کراہت کے ساتھ یا بغیر کسی کراہت کے، اور ایسا کرنا یعنی قصداً دوسرے مسلک پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا مذہب صحیح وحق ہے لیکن مذہب حنفی عمل کے اعتبار سے اسہل ہے کسی مذہب کی اتباع صرف ایک جز میں غلط ہے اسی کا نام فقہاء کی اصطلاح میں تلفیق ہے جو ممنوع ہے لہٰذا اگر مالکیہ کے مسلک پر عمل کرنا ہے تو ہر رکن کا انہی کے مذہب کے مطابق ادا ہونا ضروری ہے جیسا کہ ''رد المحتار'' میں تصریح موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک بھی سجدہ سہو سے پہلے سلام ہے یہ دوسری بات ہے کہ قبل السلام سجدہ سہو کے وہ بھی قائل ہیں اس سلسلہ میں ان کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر سجدہ سہو کسی نقصان کے وجہ سے واجب ہوا ہو تب تو سجدہ سہو قبل السلام ہے اور اگر سجدہ سہو کسی زیادتی کی وجہ سے واجب ہوا ہو تب سجدہ سہو بعد السلام ہے۔

الغرض مطلقاً سجدہ سہو قبل السلام امام مالکؒ کے نزدیک بھی نہیں ہے امام کو چاہئے کہ اس طرح کا عمل قصداً آئندہ نہ کرے ورنہ امت میں فتنہ پیدا ہوگا اظہار علم کی جگہ نماز ہی نہیں ہے لہٰذا نماز کسی ایک کے مسلک کے مطابق مکمل ہونی چاہئے اور اگر اظہار علم ضروری ہو تو اس کے بہت سے مواقع ہیں۔ حنفی مذہب کے اعتبار سے بھی قبل السلام سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوجاتی ہے اس لئے کہ سلام کے بعد سجدہ کرنا سنت ہے اگرچہ بعض حضرات وجوب کے بھی قائل ہیں، ''ولیس الاتیان بسجود السهو بعد السلام فی ظاهر الروایة وقیل یجب فعله بعد السلام'' ووجه الظاهر ما رویناه من انه صلی الله علیه وسلم سجد بعد التسلیم وهو لا یقتضی السنة بل یحتمل الوجوب الی ان قال فی الهدایة والخلاف فی الاولویة ولا خلاف فی الجواز قبل السلام وبعده لکنه خلاف السنة عندنا لما رویناه الخ

(طحطاوی: ۲۵۱)(۱)

الحاصل بغیر سلام پھیرے سجدہ سہو کرلینے سے بھی سجدہ سہو ہوجاتا ہے اور نماز ہوجاتی ہے لیکن حنفی مسلک کے اعتبار سے یہ خلاف سنت ہے مکروہ ہے اس سے آئندہ احتیاط ضروری ہے

''فان سجد قبل السلام کره تنزیهاً ولا یعیده لانه مجتهد فیه فکان جائزا'' (شرنلالیہ: ۲۵۲)(۲)

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۴۶۲ دار الکتاب۔

(۲) حاشیۃ شرنبلالیۃ ص ۴۶۳ دار الکتاب۔

وعند الإمام المالك رحمه الله قبله فی النقصان وبعده فی الزیادة. (البحر الرائق ص: ۹۲ ج: ۲ سعید).

ذکر الفقیه أبو اللیث فی الخزانة: أنه قبل السلام مکروه والظاهر أنه کراهة تنزیهیة وعلل فی الهدایة لکونه بعد السلام. (البحر الرائق ص: ۹۲ ج: ۲، سعید).

ومحله بعد السلام سواء کان من زیادة أو نقصانٍ، لو سجد قبل السلام أجزأ عندنا هاکذا روایة الأصول. (هندیة ص: ۱۲۵ ج: ۱، رشیدیة)

نماز میں قیام کے وقت نگاہ کہاں رکھے

سوال (۱۰۳): کیا بعد تکبیر تحریمہ کے امام یا مصلی کا بار بار پاؤں کی پشت یا اوپر آسمان کی جانب نظر دوڑانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور پھر اس کی نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز کی حالت میں نمازی کے آداب صلوٰۃ میں سے ایک ادب قیام کی حالت میں نگاہ کا

سجدہ گاہ پر ہونا ہے: ”ومنها نظر المصلّي سواء كان رجلًا أو إمرأة إلى موضع سجوده قائمًا“ (مراقی الفلاح: ص ۱۵۱) اور یہ پابندی صرف مطلوب خشوع وخضوع کی تحصیل کے لئے ہے اور اس کے خلاف عمل عموماً رافع خشوع خضوع ہو جاتا ہے ”حفظا له عن النظر إلى ما يشغله عن الخشوع“ (مراقی الفلاح (۱) ص ۱۵۱) جب بندہ سنن وآداب کی رعایت کرتا ہوا عبادت کرتا ہے تو اللہ پاک کی بھی بھرپور توجہ اس پر رہتی ہے اور جب بندہ بے التفاتی سے کام لیتا ہے تو خدائے پاک بھی اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں نماز کی حالت میں یوں بھی شیطان اچکنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ کامل نماز کے ثواب سے نمازی محروم ہو جائے اس لئے بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے: ”ومن المكروهات الإلتفات بعنقه لا بعينه بقول عائشة ؓ سألت رسول الله ﷺ عن التفات الرجل في الصلوة فقال هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلوة العبد رواه البخاري وقوله صلى الله عليه وسلم لا يزال الله مقبلًا على العبد وهو في صلوة ما لم يلتفت فإن التفت انصرف عنه الخ“ (مراقی الفلاح ۱۹۱) (۲)

التعليق والتخريج

(۱) مراقی الفلاح علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص ۲۷۶ ـ دار الکتاب ـ

ونظره إلى موضع سجوده حال قيامه وإلى ظهر قدميه حال ركوعه. لتحصيل الخشوع. (الدر المختار مع الشامی ص:۴۷۷ ج:۱، کراچی)

(۲) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۳۴۶ ـ دار الکتاب ـ

عن عائشة رضي الله عنها قالت سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن التفات الرجل في الصلاة فقال هو أختلاس يختلسه الشيطان من صلاة العبد.

(سنن أبي داؤد ص:۱۳۱ ج:۱ ـ مکتبہ بلال).

الفتاویٰ الہندیہ ص:۱۰۶ ج:۱ ـ رشیدیہ ـ

ومن التفت يميناً وشمالاً ذهب عنه الخشوع المتوقف عليه كمال الصلاة عند

أكثر العلماء. (بذل المجهود ص ۳۸۸ ج:۴ مرکز الشیخ).

نماز فجر میں دعائے قنوت جہراً وسراً پڑھنے کا حکم

سوال (۱۰۴): ہمارے ضلع رائے گڑھ ـ قصبہ اُورن میں شافعی مسلک مسجد میں مالا پار یا کیرلا کے مولانا صاحب امام ہیں جو پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں شافعی مسلک کی رو سے صبح کی نماز میں جو دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے وہ پوری دعاء قنوت امام صاحب باواز بلند پڑھتے ہیں حالانکہ ”فإنك تقضي“ سے لیکر ”فلك الحمد لله على ما قضيت“ تک امام صاحب کو بالکل آہستہ پڑھنا چاہئے اور پھر ”نستغفرك ونتوب إليك“ سے ”وأنت خير الراحمين“ تک بلند آواز سے پڑھتے ہوئے سجدہ میں جانا چاہئے ایسا ہم نے اپنے بزرگوں سے پڑھا ہے اس کے علاوہ اس سے قبل اسی مسجد میں جو ائمہ پہلے گذرے ہیں ان سے بھی حسبِ تحریر ہی صبح کی نماز میں قنوت سنی گئی ہے۔ اس لئے آپ اصل مسئلے سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تتبع کثیر کے باوجود دعاء قنوت میں جہر وسرّ کی وہ تفصیل نہیں ملی جو آنجناب نے سوال میں لکھی ہے۔

کتب حنفیہ وشافعیہ دونوں میں تلاش کیا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی متبحر شافعی عالم سے آپ رجوع فرمائیں۔ مثلاً حضرت مولانا شوکت صاحب (خطیب جامع مسجد بمبئی) وغیرہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — بندہ محمد حنیف غفرلہ

’’قنوت نازلہ‘‘ مسلسل پڑھنے کی مخصوص مدت

سوال (۱۰۵): حوادث اور مصیبت کے وقت فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کا جوحکم ہے تو کیا اس کے پڑھنے کی کوئی حد ہے کہ کتنے دنوں تک پڑھا جائے گا؟

نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چالیس دن کے بعد نہ پڑھے اگر یہ بات از روئے شرع درست ہے تو اس صورت میں اگر مصیبت ختم ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ اگر مصیبت کافی دنوں تک رہے تب بھی چالیس ہی دن تک پڑھنا پڑے گا اس کے بعد نہیں؟ اور اگر کسی مسجد میں چالیس دن کے بعد بھی قنوت نازلہ پڑھی جائے چاہے بر بنائے واقفیت یا عدم واقفیت تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا چالیس دن کے بعد پڑھنے والوں پر عنداللہ کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ یا عدم واقفیت کی بنا پر کسی مسجد کے لوگ پڑھ رہے تھے بعد میں جان کاری ہوئی تو اب اس سلسلہ میں ان لوگوں کو کیا کرنا چاہئے۔ مفصل ومدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

آج کل مصائب کے پیش نظر جگہ بجگہ سورہ نوح کا کافی اہتمام ہورہا ہے یہ تو یقینی بات ہے کہ خدا کا کلام ہے اس کے پڑھنے کا ثواب بہرحال ہوگا ہی لیکن آج کل رواج یہ ہوگیا ہے خاص طور سے عورتوں میں کہ ایک ہزار کی تعداد میں لازماً پڑھا جاتا ہے اور باقاعدہ ناشتہ وغیرہ کا بھی پروگرام ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ناشتہ وغیرہ کا اہتمام مزید بڑھتا چلا جارہا ہے اور اسی بہانے سے عورتوں کا اچھا خاصا مجمع ایک دوسرے کے گھر ہوتا ہے تو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ایسا کرنے سے ناشتہ وغیرہ کا عمل ریاکاری میں داخل ہوگا کہ نہیں؟ نیز دیگر ادعیہ ماثورہ کی طرح سورہ نوح کا بھی کہیں ثبوت ہے کہ مصائب میں پڑھا جائے اور ایک ہزار کی مقدار میں لازمی طور پر پڑھنے کا کہیں ثبوت ہے کہ نہیں۔

مفصل ومدلل تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) چونکہ ایک ماہ سے زائد صاحب شریعت سرکار دوجہاں سے پڑھنا ثابت نہیں اس لئے حضرات فقہاء بھی ایک ماہ سے زائد کی اجازت نہیں دیتے۔ ’’**ولا ينبغي ان يزيد القنوت على شهر واحد سواء كشف الكرب أم لا**‘‘ (کفایت المصلی: ۲۵۴) (۱)

(۲) ناکارہ کی نگاہ سے کوئی روایت یا فقہی جزیہ ایسا نہیں گزرا جس سے مروجہ طریقہ کا جواز ثابت ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن عاصمٍ عن أنسٍ رضى الله عنه انما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم (أى فى الفجر) شهراً على أناسٍ قتلوا أناساً من أصحابه. يقال لهم القراء. (اعلاء السنن ص: ۵۵ ج: ۶. دار الكتب العلمية).

قال أبو جعفر الطحطاوى: إنما لا يقنت عندنا فى صلاة الفجر من غير بليةٍ فإذا وقعت فتنة أو بلية فلا بأس به. (ردالمحتار علی الدر المختار ص: ۱۱، ج: ۲ کراچی)

أنه عليه الصلاة والسلام: قنت شهراً يدعو على قوم من العرب ثم تركه. (البحر الرائق ص: ۴۴ ج: ۲. سعيد).

هكذا فى منحة الخالق على البحر الرائق ص: ۴۴ ج: ۲.

فجر وظہر کی سنت کے بعد نفل کا حکم

سوال (۱۰۶): کیا نماز فجر وظہر کی شروع کی سنت وفرض کے درمیانی وقفہ میں نفل یا قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں۔

محمد خلیل انصاری شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر کی سنت پڑھنے کے بعد سورج نکلنے تک نوافل کی ممانعت ہے، البتہ قضاء عمری کی گنجائش ہے، ظہر کی سنت پڑھنے کے بعد نوافل وقضاء عمری دونوں کی اجازت ہے، کما هو مصرح فی کتب الفقه والفتاویٰ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) أنّ النوافل غير مختصة بوقت۔ (هنديه ص:۱۵۰ ج:۱)

تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما فى معناها لا الفرائض فيجوز فيها قضاء الفائتة، منها: ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر كذا فى النهاية والكفاية يكره فيه التطوع بأكثر من سنّة الفجر۔ (هنديه ص:۱۰۰ ج:۱) زكريا جديد۔

وفی قاضی خان ص:۴۹ ج:۱، زکریا۔

شامی ص:۴۵ ج:۲۔ اشرفیہ۔ البحر الرائق:۸۰ ج:۲ سعید۔

صاحب ترتیب کا حکم

سوال (۱۰۷): عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا مغرب کی اذان ہوگئی صاحب ترتیب کے لئے کیا حکم ہے؟ محمد خلیل انصاری شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصليًا

پہلے عصر کی نماز پڑھے اس کے بعد مغرب کی چاہے مغرب کی جماعت چھوٹ جائے۔ کمافی الطحطاوی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر أداءً وقضاءً لازم۔ (شامی ص:۵۲۳ ج:۲)۔ أشرفيه۔

(۱) الترتيب بين الفائته وبين الوقتية وبين نفس الفوائت مستحق أى لازم لأنّه فرض عملى يفوت الجواز بفوته۔ (طحطاوى على المراقى ص:۴۴۱) دار الكتاب۔

وفی البحر الرائق ص:۸۰ ج:۲ سعید۔

وفی مجمع الأنهر ص:۲۱۴ ج:۱ مکتبہ فقیہ الامت۔ وہندیہ ص ۱۵۴ ج:۱۔

عقد اصابع عند التشہد کا آخر تک بقا افضل ہے یا بسط؟

سوال (۱۰۸): عقد اصابع عند التشہد کا آخر تک بقاء افضل ہے یا کہ اشارہ کرنے کے بعد بسط افضل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

علامہ سید احمد طحطاوی کی تصریح کے مطابق مفتی بہ قول یہ ہے کہ صرف تشہد کے وقت عقد اور اس سے پہلے اور بعد میں بسط ہونا چاہئے ”والعقد وقت التشهد فقط فلا يعقد قبل ولا بعد وعليه الفتوىٰ“ (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۴۷)(۱) لیکن ملا علی قاری کی وہ تحقیق جو ”تزيين العبارة بتحسين الاشارة“ اور علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیق جو ”رفع التردد فى عقد الاصابع عند التشهد“ میں ہے اس کے مطابق اشارہ کرنے کے بعد بسط کے بجائے عقد ہی ہونا چاہئے جیسا کہ اس زمانے میں بھی یہی معمول بہا ہے۔

جیسا کہ علامہ بنوری علیہ الرحمہ نے بھی (معارف السنن: ۳/۱۰۶) میں اس کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں ”ثم بعد الاشارة لا يبسط يده بل يبقيها على هيئته كما حققه على القارى فى بعض رسائله أى التزيين كذا ابن عابدين فى رسالته واستدلاله باستصحاب الحال حيث لم يثبت عنه ﷺ بعد

الاشارة تغیر هیئة الید لا نفیًا ولا اثباتًا والعمل باستصحاب الحال اذن اولی والشرنبلالیة اختار البسط بعد الاشارة کما حکاہ عنه طحطاوی علی المراقی غیر انه لم یات له بدلیل فقال فلا یعقد قبل ولا بعد وعلیه الفتویٰ اه" حاصل جواب یہ کہ دونوں کی گنجائش ہے۔(۲)

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد حنیف غفرلہ	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۲) (معارف السنن ص۱۰۶ ج:۳) المکتبہ البنوریّۃ پاکستان۔

(۱) العقد وقت التشهد فقط یعقد قبل ولا بعد و علیه الفتوٰی. (حاشیة الطحطاوی ص:۲۰۰) دار الکتاب.

وفی الشامی ص:۲۶۷ ج:۲۔اشرفیہ۔ وفی فتح القدیر ص۳۷۱۔۳۷۲/ج:۱۔دار إحیاء التراث العربی۔

وفی البحر الرائق ص:۳۲۴/ج:۱۔سعید۔

قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟

سوال (۱۰۹): نماز میں قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے سنت طریقہ کیا ہے؟ اگر دونوں پیر کے درمیان دو بالشت سے زیادہ فاصلہ ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

قیام میں پیروں کے درمیان فاصلہ کچھ اور ہو اور رکوع میں جاتے وقت کچھ اور ہو تو کیا نماز درست ہوگی کہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جی نماز درست ہوجائے گی البتہ پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر قبلہ رو رکھنا ضروری ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ینبغی أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید لأنه أقرب إلی الخشوع. (شامی ص:۱۶۳ ج:۲). ص:۴۴۴ ج:۱۔کراچی۔

وینبغی أن یکون بین قدمیه فی حال القیام قدر أربع أصابع مضمومة کذا فی الخلاصة. (حلبی کبیری ص۳۲۹) سهیل اکیڈمی لاهور.

وفی خلاصة الفتاویٰ ص۵۵/ج:۱) اشرفیہ۔

مصنف عبد الرزاق ص۲۷۳/ج:۲۔رقم الحدیث:۳۳۰۸۔دار الکتاب العلمیہ۔الکتب العلمیة۔

الفقہ الاسلامی وادلّتہ۔(ص:۸۸۱/ج:۲)۔دار الفکر المعاصر۔

رفع یدین وعدم رفع کی تفصیلی بحث اور بیس رکعت تراویح کا مسئلہ

سوال (۱۱۰): نماز میں رفع یدین کرنے والی حدیث صحیح سند سے ہے یا نہ کرنے والی حدیث صحیح سند سے ہے اگر دونوں صحیح سندوں سے ہیں تو تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

حضور ﷺ سے تراویح کتنی رکعت ثابت ہے آٹھ رکعت کا بھی ثبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو صحیح سند ہے یا نہیں؟

جواب حدیث کی صحیح سند سے ہونا چاہئے اور بالتفصیل درکار ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور اکرم ﷺ سے رفع الیدین اور ترک رفع دونوں ثابت ہیں، البتہ رفع کی احادیث معنیً متواتر ہیں، جبکہ ترک رفع یدین کی احادیث عملاً متواتر ہیں، یعنی ترک رفع الیدین پر تواتر بالتعامل پایا جاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ عالم اسلام کے دو بڑے مراکز یعنی مدینہ طیبہ اور کوفہ کے تقریباً سبھی حضرات بلا استثناء ترک رفع الیدین پر عامل رہے ہیں، مدینہ طیبہ کے ترک رفع الیدین پر تعامل کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ امام مالک نے ترک رفع الیدین کا مسلک تعامل اہل مدینہ کو دیکھ کر اختیار کیا تھا، اور

اہل کوفہ کے تعامل کی دلیل یہ ہے کہ محمد بن نصر مروزی شافعی تحریر فرماتے ہیں کہ ”ما اجمع مصر من الامصار علی ترك رفع الیدین ما اجمع علیه أهل الکوفة“ اس سے تواتر بالتعامل ثابت ہوتا ہے اس کے باوجود حنفیہ ثبوت رفع کے منکر نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے یہاں روایات صحیحہ کی روشنی میں راجح وافضل عدم رفع ہے (یہ بعض حضرات کا غلو ہے جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ رفع ثابت ہی نہیں اور ممکن ہے یہ غلو ان بعض غالی حضرات کے جواب میں ہو جو عدم رفع کے ثبوت کے منکر ہیں)۔

جن روایات سے رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے ان کی تعداد اگرچہ بہت ہے لیکن ہم یہاں پر تقابلی مطالعہ کے لئے صرف ایک روایت بطور نمونہ سپرد قرطاس کرتے ہیں جو صحیح بھی ہے اور مشہور بھی، اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ثبوت رفع پر مایۂ ناز روایت ہے تو کوئی بے جا بات نہ ہوگی وہ روایت یہ ہے ”عن ابن عمر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع اللفظ للترمذی واخرجه ایضا الامام البخاری فی صحیحه“ (۱/۱۰۲) باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع ومسلم فی کتابه (۱/۱۶۸) باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین الخ۔

وابوداوٗد: (۱/۱۶۴) باب رفع الیدین وابن ماجه فی سننه باب رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع وعلیه الرزاق فی مصنفه۔(۱)

اس روایت کے ثبوت کے ہم منکر نہیں، بلاشبہ اصح مافی الباب ہے، لیکن اس کے باوجود حنفیہ نے اس کو ترجیح نہیں دی، جس کے چند وجوہ ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اتنی متعارض ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا بہت مشکل ہے جس کی تفصیل ابھی آرہی ہے کہ یہ روایت چھ طرق سے مروی ہے۔

(۲) امام مالک علیہ الرحمہ نے موطاء میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے ”ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه واذا رفع رأسه من الرکوع رفعه کذالك أیضاً الحدیث“ (مؤطا امام مالک: ۵۹ افتتاح الصلوٰۃ) (۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں صرف دو مرتبہ رفع مذکور ہے (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت۔ (۲) رکوع سے اٹھتے وقت، اور رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں۔

(۲) صحاح ستہ میں یہی حدیث اس طرح آئی ہے کہ اس میں تکبیر تحریمہ اور رکوع اور رفع من الرکوع تینوں مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۳) بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین میں بھی ابن عمرؓ کی روایت ہے اس سے چار جگہ رفع یدین کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) تکبیر افتتاح۔ (۲) رکوع۔ (۳) رفع من الرکوع۔ (۴) قاعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت۔

(۴) امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزء رفع الیدین میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ذکر کی ہے اس میں سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع الیدین کا ذکر ہے۔

(۵) حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۲ ص ۱۸۵ بحوالہ امام طحاوی ابن عمر کی روایت ذکر کی ہے۔

اس میں ”عند کل خفض ورفع ورکوع وسجود وقیام وقعود وبین السجدتین رفع الیدین“ کا ذکر موجود ہے وغیرذلک۔

حضرات حنفیہ کی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے ہوتی ہے ”عن علقمة قال قال عبد الله ابن مسعودؓ الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة“ (ترمذی: ۱/۳۵، ابوداوٗد: ۱/۱۰۹)

(۲) حدیث براء بن عازب ”ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه الی قریب من أذنیه ثم لا یعود“۔ (ابوداوٗد: ۱/۱۰۹، طحاوی شریف: ۱/۱۱۰،

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۲۳۶)

اس کے علاوہ حدیث عبد اللہ بن عباسؓ، وعباد بن زبیرؓ، وجابر بن سمرہؓ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اس باب میں اصل دو روایتوں کا تعارض ہے۔ (۱) حدیث عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ (۲) حدیث عبد اللہ بن مسعود، اب جب دونوں روایتوں کا تقابل کرتے ہیں تو روایت عبد اللہ بن مسعودؓ بچند وجوہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

(۱) یہ اوفق بالقرآن ہے کیونکہ ارشاد باری ہے "قوموا للہ قانتین" اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں حرکت کم سے کم ہو لہٰذا جن احادیث میں حرکت کم ہوگی وہ اس آیت کے زیادہ مطابق ہوگی۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں کوئی اضطراب نہیں نہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت میں شدید اختلاف ہے اور خود ان کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہے۔

(۳) احادیث کے تعارض کے وقت آثار صحابہ کو فیصل بنایا جاتا ہے اور جلیل القدر صحابہ مثلاً حضرت عمر و حضرت علی و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم سے ترک رفع ہی کا ثبوت ملتا ہے "وغیر ذلك وجوه كثيرة رجحان رواية ابن مسعود والعمل بها" تفصیل کے لئے "نیل الفرقدین فی مسئلة رفع الیدین" کا مطالعہ کریں۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ "فانه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا واياكم ومحدثات الامور فانها ضلالة فمن ادرك ذلك منكم عليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضو عليها بالنواجذ" (ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی شریف: ۱/ ۱۰۸)

"وأيضا قال ﷺ اقتدوا بالذين من بعدى أبي بكر وعمر" (ترمذی شریف: ۱/ ۲۲۹)

یہ دو روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرات صحابہ کا عمل بھی قابل تقلید ہے، اور اگر کسی

عمل کو سارے صحابہ کی تائید حاصل ہو پھر کیا کہنا، اس کے لائق عمل ہونے میں تو پھر کوئی شبہ ہی نہیں، اب اس کے بعد ذرا غور فرمائیں بخاری شریف میں ہے "عن عبد الرحمن بن عبد القارى قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان الى المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط فقال عمر انى ارى لو جمعت هولاء على قارى واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعبؓ ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه الخ" (بخاری شریف: ۱/ ۲۶۹)

اسی وجہ سے ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ تراویح کی نماز بیس رکعت ہے، اسی وجہ سے ابن تیمیہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ "قد ثبت ان ابى ابن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة فى قيام رمضان ويوتر ثلاثا كثير من العلماء ان ذلك هو السنة لانه امامهم بين المهاجر والانصار ولم ينكره منكر الخ" (۲۳/ ۱۱۲، ۱۱۳) "وقال فى مقام آخر فالقيام بعشرين هو الافضل وهو الذى عمل به اكثر المسلمين" (فتاوی ابن تیمیہ: ۲۲/ ۲۷۲)

امام نوویؒ فرماتے ہیں "ثم استقر الامر على عشرين فانه المتوارث" ابن قدامہ مغنی میں لکھتے ہیں "وهذا كالاجماع" اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ "ولكن اجتمعت الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة"۔

باقی حضور ﷺ سے کوئی تحدید و توقیت مروی نہیں، جیسا کہ ابن تیمیہ نے بھی تصریح کی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ تراویح کی نماز باجماع صحابہ و محدثین وائمہ بیس رکعت ہے۔ تفصیل کے لئے رکعات تراویح، مصابیح التراویح، تحقیق التراویح کا مطالعہ فرمائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — بندہ محمد حنیف

التعليق والتخريج

عن ابن عمر قال رأيت رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ إذا افتتح الصلاة يرفع يديه حتى يحاذى منكبيه وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع. (اللفظ للترمذى ص۵۹ ج:۱) مختار اینڈ کمپنی۔

وفی بخاری شریف:ص ۱۰۲/ج:۱ یاسر ندیم۔(وفی المسلم ص:۱۶۸/ج:۱) فیصل۔

وفی ابوداؤد ص ۱۰۴ ج:۱۔مکتبہ بلال۔وفی ابن ماجہ ص:۶۱ ج:۱۔باب رفع الیدین۔

إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع۔مکتبہ ملت دیوبند۔

إنّ رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه خدو منكبيه وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذالك أيضاً ۔الخ۔ (مؤطا امام مالك ص:۲۰۲۔ باب افتتاح الصلاة)۔ الشركة القدس۔ احقاهره۔

عن علقمة قال قال عبد الله ابن مسعود ألا أصلى بكم صلاة رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ فصلى فلم يرفع يديه إلا فى أوّل مرّة. (ترمذى شريف ص:۵۹ ج:۱) ممتاز اینڈ کمپنی (وفى النسائى ص۱۲۰ ج:۱) مکتبہ بلال۔ (وفى أبوداؤد ص۱۰۹ ج:۱) مکتبہ بلال۔

عن البداء أنّ رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثمّ لا يعود. (أبوداؤد ص:۱۰۹ ج:۱) بلال۔

(وفى طحاوى شريف ص:۱۶۲ ج:۱) ياسر نديم كمپنى۔

(وفی مصنف ابن ابی شیبہ ص:۴۱۴/ج:۲) رقم الحدیث:۲۴۵۵۔ دارقرطبہ بیروت۔

بے نمازی کی دعاء قبول نہ ہونے کا مطلب

سوال (۱۱۱): بے نمازی کی دعاء قبول نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، قطع تعلق اور کینہ رکھنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ اشکال

یہ ہے کہ اگر ان حضرات کی دعاء قبول نہیں ہوتی تو ان کے دعا مانگنے سے کیا فائدہ جن احادیث میں یہ وارد ہے کہ ان حضرات کی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کی علماءِ حق کے نزدیک توضیح کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بطور زجر وتوبیخ ہے تاکہ ترک صلوٰۃ اور والدین کی نافرمانی کی قباحت دل میں اتر جائے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد حنیف غفرلہ	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

حالت حیض میں قضاء نماز وقضاء روزہ کے فرق کی تحقیق

سوال (۱۱۲): رمضان المبارک کا روزہ بھی فرض ہے اور نماز بھی فرض ہے تو رمضان المبارک میں کسی کسی عورت کو حیض آجاتا ہے تو روزہ کی قضاء کرنی پڑتی ہے اور نماز معاف کردی گئی ہے، جب دونوں ہی فرائض میں سے ہیں تو ایک کی قضاء اور ایک معاف یہ کیسے ہوا کس وجہ سے ایسا ہے؟ کیا حکمت ومصلحت ہے؟ ذرا مفصل جواب تحریر فرمائیں تاکہ سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز چوبیس گھنٹے میں پانچ بار پڑھنی پڑتی ہے، سنت، واجب، فرض کو ملا کر ایام حیض کی نمازوں کی مقدار اچھی خاصی ہوجاتی ہے۔ ایک عورت کو گھریلو کام کاج کے ساتھ وقتیہ ہی پڑھنا دشوار ہوجاتا ہے، اگر اس کے ذمہ وقتیہ کے ساتھ ایام حیض کی قضاء بھی ہوتی تو حرج، تنگی، اور دشواری میں پڑ جاتی، جبکہ نص صریح ہے ''ليس عليكم فى الدين من حرج'' اور اسی وجہ سے فقہاء کا ضابطہ ہے ''الضرر يزال'' اور ''المشقة تجلب التيسير'' اسی وجہ سے نماز کی قضاء نہیں۔ بخلاف روزہ کے اس کی قضاء کی مدت پورا سال

ہے، ایک ماہ میں ایک روزہ بھی رکھے تو اس کی قضاء ہو جائے گی اور اس میں کوئی دشواری نہیں، مزید یہ کہ روزہ عورتوں کے لئے طبعاً سہل ہے بخلاف نماز کے یہ ان پر شاق ہے، اس لئے روزہ کی قضاء واجب ہے، نماز کی نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والحیض یسقط عن الحائض الصلاۃ ویحرم علیہا الصوم وتقضی الصوم ولا تقضی الصلوات۔ (ھدایہ ج:۱،ص:۶۳۔ مکتبہ تھانوی دیوبند)۔

البنایہ ج:۱ص:۶۳۴۔۶۳۳۔ دار الفکر۔

یحرم علی الحائض والنفساء الصلاۃ والصوم لکن یسقط فرض الصلوٰۃ ولا یقضی، ولا یسقط قضاء الصوم بإجماع العلماء ولما روت عائشۃؓ کنا نحیض عہد رسول اللہ علیہ وسلم۔ فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاۃ۔ (الفقہ الإسلامی وأدلتہ) ج:۱،ص:۶۲۵۔ دار الفکر۔ المعاصر

حاشیہ ابن عابدین ج:۱ص:۵۳۲۔ اشرفیہ

الضرر یزال، قواعد الفقہ: ص ۸۸۔ دار الکتاب۔

المشقۃ تجلب التیسیر۔ قواعد الفقہ: ۱۲۲۔ دار الکتاب۔

نفل نماز کا ایک مسئلہ

سوال (۱۱۳): اوقات الصلوٰۃ کی کتاب میں نفل نماز ہر مہینہ کا جو لکھا ہے اگر اسے پڑھنا چاہیں تو صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فرائض وسنن کا اہتمام کریں اور نوافل میں صبح کو سورج نکلنے کے نصف گھنٹہ بعد چار رکعت

اشراق اور دس ساڑھے دس بجے دن میں چار رکعت چاشت اور مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت اوابین اور تہجد کے وقت آٹھ رکعت تہجد یا عشا کے بعد ہی بنیت تہجد دو چار رکعت پڑھ لیا کریں، (۱) لیکن نوافل میں اس کا خیال رہے کہ شوہر کے حقوق ضائع نہ ہوں، اگر نوافل کے وقت شوہر کی کوئی خدمت ہو تو وہ خدمت نفل پر مقدم ہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولأبی حنیفۃ ؒ أنہ علیہ السلام کان یصلی بعد العشاء اربعاً روتہ عائشۃؓ وکان یواظب علی الاربع فی الضحی۔ (ھدایہ ج:۱، ص:۱۴۷۔ تھانوی دیوبند)۔

(۲) صاحب الحق کالزوج۔ الامتناع عن عمل مثل عدم دفعل الزوجۃ ما یغضب اللہ أو یغضب الزوج۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ج:۸۔ ص:۱۲) وزارۃ الاوقات۔ الکویت۔

قرأۃ خلف الامام اور آمین بالجہر کا مسئلہ

سوال (۱۱۴): امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور جہراً آمین کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ“(۱) اس لئے حنفیہ کے نزدیک قرأۃ خلف الامام مکروہ ہے۔ آمین کے سلسلہ میں روایتیں دونوں طرح کی ہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک ”خفض بہا صوتہ“ والی روایت راجح ہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلّكم ترحمون. (الأعراف رقم الآية ص۲۰۴).

(۲) ذلك حاله كون المصلي في الصلاة خلف إمام يأتم به وهو يسمع قراءة الإمام. (تفسير الطبري ص۱۰۳ ج:۵) دار الحديث قاهرة.

(۱) عن جابرٍ: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة. (سنن الدار قطني ص:۳۲۵ ج:۱) دار الإيمان. رقم الحديث: ۱۲۳۸.

عن علقمة بن أبي وائل عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين وحفض بها صوته. (سنن والترمذي ص:۵۸ ج:۱) باب التامين). مكتبة بلال.

گھڑی پہن کرنماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۱۵): ہاتھ میں گھڑی باندھ کرنماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

شرعاً گھڑی پہن کرنماز ہوجاتی ہے جس طرح اگرتلوارگلہ میں لٹکی ہوئی ہوتو نماز ہوجاتی ہے گھڑی بھی اوقات نماز جاننے کا ذریعہ ہے محمود کا ذریعہ بھی محمود ہوا کرتا ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بقي الكلام في بند الساعة الذي يربط ويعلقه الرجل بزر ثوبه والظاهر أنه كبند الساعة الذي يربط به. (شامي ص:۵۱۰ ج:۲، زكريا).

ثم قيامه والسيف يساره. (نور الإيضاح مع الطحطاوي ص۵۱۵) دار الكتاب.

ولا يكره في المنطقة حلقة حديدٍ ونحاسٍ وعظيمٍ إذا لم يرد بها التزيين. (شامي ص:۳۶۰ ج:۲، كراچی).

البحر الرائق ص:۱۹۰ ج:۸ سعید۔

نماز میں لقمہ کے لئے تین تسبیح کے بقدر خاموش رہا، کیا حکم ہے؟

سوال (۱۱۶): دوران نماز امام صاحب تین آیت سے زائد پڑھنے کے بعد بھول گیا، بعدہ لقمہ کے منتظر رہے اور یہ مقدار تین تسبیح کے بقدر سے زائد رہا، لقمہ نہ ملنے پر اعادہ شروع کردیا، پھر اس جگہ پہونچ کرویسا ہی ہوا جیسا کہ سابق میں ہوا تھا مطلب دونوں وقفہ ملکر پانچ یا چھ تسبیح سے زائد وقفہ رہا جواب طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہوئی یا واجب الاعادہ ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز واجب الاعادہ ہے، اس لئے کہ ایک رکن (رکوع) کے ادا کرنے میں تین تسبیح سے زائد تاخیر ہوئی۔ اس سے متعلق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر امام تین آیت کے بقدر پڑھنے کے بعد بھولا ہے کہ جس کے بعد رکوع کردینا مناسب تھا تو امام کو رکوع کردینا چاہئے تھا، اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی بھول گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پرھ دے وہیں اٹکا نہ رہے، امام کے لئے بھولی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے۔ بخلاف فتحه على امام فانه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ لكل حال. قوله لكل حال. اى سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة او لا انتقل الى آية اخرى أم لا تكرر الفتح ام لا هو الاصح. تنبيه: يكره ان يفتح من ساعته كما يكره للامام ان يلجأه اليه بل ينتقل الى آية اخرى لا يلزم من وصلها ما يفسد الصلوٰة او الى سورة اخرى او يركع اذا قرأ قدر الفرض كما جزم به الزيلعي وغيره. وفي رواية قدر المستحب كما رجحه

الکمال بأنه الظاهر من الدلیل (شامی ج۱ ص۴۱۸)(۱)فلو اتم القرأة فمکث متفکرا سهوا ثم رکع الخ وسجد للسهو (۲) (شامی ج۱ ص۳۵ فلا سجود فی العمل، قیل الا فی اربع الخ وتفکر عمدًا حتی شغله عن رکن (شامی ج۱ ص۴۹۷)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ص:۴۱۸/ج:۱نعمانیہ۔

(۲) شامی: ج:۱ص:۴۶۹۔کراچی۔

(۳) شامی: ج:۲ص:۸۰۔کراچی۔

والثالثة: تفکرہ عمداً حتی شغله عن رکن. (مراقی الفلاح علی نور الإیضاح ص:۴۶۲۔ دار الکتاب مع الطحطاوی).

البحر الرائق ص:۹۱/ج:۲۔سعید۔

میت کی متروکہ نماز کے فدیہ کا حکم

سوال (۱۱۷): ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس کے چھ دنوں کی نماز چھوٹ گئی، از روئے شرع اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ اس کا کفارہ کیا اور کتنا ادا کرنا پڑے گا؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بلا وصیت میت اور بلا مال چھوڑے ورثاء کے ذمہ روزہ نماز کے کفارہ کی ادائیگی واجب نہیں ہے، البتہ تبرعاً اس کی نمازوں کا کفارہ دیدے تو درست ہے اور بہت اچھا ہے، امید ہے کہ اللہ پاک اس کفارہ کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف کردے۔شریعت

میں ایک نماز کا کفارہ انگریزی وزن سے پونے دو کلو گیہوں ہے۔دن رات میں وتر کے ساتھ کل چھ نماز شمار کی جائیں گی، لہٰذا صورت مسئولہ میں چھ دنوں کی چھوٹی ہوئی نماز کا کفارہ ترسٹھ کلو گیہوں ہوئے۔اختیار ہے چاہے گیہوں دیدے یا اس کی قیمت دیدے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) لو مات وعلیه صلوات فائتة وأوصی بالکفارة. یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر.

(شامی ج:۲ص:۷۲۔ایچ ایم سعید کراچی)۔

البحر الرائق ج:۲ص:۹۰۔سعید کراچی۔

ہندیہ ج:۱ص:۲۸۴۔زکریا۔جدید۔دیوبند۔

باب الاذان والاقامۃ

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال (۱۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھے تو وہ شریعت کی نظر میں کیسا ہے بعض حضرات ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں ان کے اعتراض کی کیا حیثیت ہے وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اذان کے بعد بلا رفع یدین دعا مانگنا افضل ہے علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اذان کی دعا میں عدمِ رفعِ یدین کو مسنون قرار دیا ہے کذا فی فیض الباری ج ۲ ص ۱۶۷ (۱)

المسنون فی هذا الدعاء أن لا ترفع الأيدی لانه لم يثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع الخ اور یہی حضرت تھانوی قدس سرہ کی تحقیق ہے (۲) لہٰذا دعاء ماثورہ بلا رفع یدین پڑھنا چاہئے اور جو لوگ عدم رفع یدین پر اعتراض کرتے ہیں ان کا اعتراض محتاج دلیل ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) المسنون فی هذا الدعاء أن لا ترفع الأيدی لأنّه لم يثبت عن النبی۔ صلی الله عليه وسلم رفعها۔ (فیض الباری: ۳۱۴ ج: ۲۔ باب الدعائ عند النداءٔ) دار الکتاب بیروت۔

(۲) وكذا فی إمداد الفتاویٰ ص ۱۶۳ ج: ۱ زکریا بک ڈپو قدیم نسخه۔

وكذا فی فتاویٰ محمودیّة ص: ۴۳۲ ج: ۵ مکتبه شیخ الإسلام۔

أحسن الفتاویٰ: ص: ۲۵۸ ج: ۲ زکریا۔

اقامت (تکبیر) میں حیعلتین پر دائیں بائیں گھومنے کا مسئلہ

سوال (۱۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ تکبیر میں حیعلتین پر دائیں بائیں گھومنا چاہئے یا نہیں تفصیل کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اقامت میں بھی مثل اذان کے حیعلتین پر دائیں بائیں گھومنا مسنون ہے چونکہ فقہاء اقامت کو مثل اذان لکھتے ہیں اور جو مواقع اختلاف ہیں ان میں محققین فقہاء نے تحویل وجہ کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ تحویل وجہ میں اقامت کو مثل اذان کے قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں والاقامة كالاذان فيما مر الخ در مختار واراد بما مر احكام الاذان العشرة المذكورة فی المتن وهی سنة للفرائض وانه يعاد ان قدم علی الوقت وانه يبدء باربع تكبيرات وعدم الترجيع وعدم اللحن والترسل والالتفات والاستدارة وزيادة الصلوٰة خير من النوم فی اذان الفجر وجعل اصبعه فی اذنيه ثم استثنى من العشر ثلاثة احكام لا تكون فی الاقامة فابدل الترسل بالحدر والصلوٰة خير من النوم بقد قامت الصلوٰة وذكر انه لا يضع اصبعيه فی اذنيه فبقية الاحكام السبعة مشتركة الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۰)

اسی طرح علامہ حلبی نے بھی اپنی جامع مانع کتاب کبیری میں اقامت میں حیعلتین پر گھومنے کو سنت متوارثہ قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ويحول وجهه يمينًا عند حی علی الصلوٰة وشمالا عند حی الفلاح فی الاذان والاقامة لانه يخاطب بهما الناس فيواجههم وهو المتوارث كبیری ج ۱ ص ۳۶۰

صاحب درمختار علامہ علاؤ الدین الحصکفی نے بھی اپنی متداول کتاب الدر المنتقی میں اس کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں (ويحول وجهه) فيهما كذا جزم به

المصنفؒ وتبعه في البحر تبعًا للقنيه الدر المنتقي على هامش مجمع الانهر ج ا ص ۷۶

اسی طرح فتاوی عالمگیری سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ويستقبل بهما القبلة وترك الاستقبال جائز ويكره كذا في الهداية واذا انتهى الصلوة والفلاح حول وجهه يمينًا وشمالًا وقدماه على مكانهما سواء صلى وحده او مع الجماعة وهو الصحيح الخ (عالمگیری ج ا ص ۵۶)

اسی طرح حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے بھی اس کو مسنون قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں التفات یمین ویسار جیسا اذان میں مسنون ہے ویسا ہی اقامت میں اور ایسے ہی بچہ کے کان میں ويلتفت فيه و كذا فيها مطلقًا الخ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۰۸ بحوالہ شامی ج ا ص ۲۵۹)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی راجح اور معمول بنانے کے لائق اسی کو قرار دیا ہے لہٰذا من احيى سنتي عند فساد امتي فله اجر مأة شهيد کی بشارت کی رو سے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت کو زندہ کرنے کی سعی کریں اور یہ سعی بھی حدود شرعیہ میں رہ کر ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تکبیر مقتدی کھڑے ہو کر سنیں یا بیٹھ کر؟

سوال (۱۲۰): تکبیر مقتدی کھڑے ہو کر سنیں یا بیٹھ کر؟

الجواب: **حامدًا ومصليًا**

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ عالمگیری (۱/۵۷) (۱) اور بدائع الصنائع (۲) (۱/۲۰۰) پر مذکور ہے کہ امام اگر جانب غرب سے مسجد میں داخل ہو مثلاً جدار قبلہ میں یا اس

کے آس پاس حجرہ ہو یا دروازہ ہو تو جوں ہی امام پر نظر پڑے سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام مقتدی کی پشت کی طرف سے آئے مثلاً حوض یا وضو خانہ سے تو امام جس جس صف پر پہونچتا جائے صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ جب امام مصلیٰ پر پہونچے تو سارے مقتدی کھڑے ہو چکے ہوں ان دونوں صورتوں میں تکبیر کھڑے ہو کر سنے، تیسری صورت یہ ہے کہ امام محراب کے قریب ہو مثلاً عصر کی نماز پڑھا کر کتاب سنانا شروع کر دے یا وعظ شروع کر دے اور سارے مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں حتیٰ کہ مغرب کا وقت آجائے، اذان ہو اس کے بعد تکبیر ہو تو جب مکبر حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر پہونچے تب سارے لوگ کھڑے ہوں صرف اس صورت میں تکبیر کا کچھ حصہ بیٹھ کر کچھ کھڑے ہو کر سننا ہے نیز کتب فقہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے لہٰذا اگر شروع اقامت ہی سے کوئی کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ سب مسائل درمختار اور اس کی شرح طحطاوی میں ج ا ص ۲۱۵ پر مذکور ہیں۔ نیز امام محمدؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا لاحرج کوئی حرج نہیں۔ نیز حضرات فقہاء نے اس کو نہ واجبات میں شمار کیا ہے نہ سنن مؤکدہ میں بلکہ ہلکا سا مستحب ہے۔

حضرت رسول پاک ﷺ کے دور مبارک میں صحابہ کرام پہلے سے صف بستہ کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما ہوتے اس پر آپ نے فرمایا کہ جب تک میں حجرہ سے باہر نہ آجاؤں تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو پھر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے اور مؤذن کی نگاہ حجرۂ شریفہ پر رہتی جونہی سرکار دو عالم ﷺ تشریف آوری کے لئے پردہ ہٹاتے مؤذن کھڑا ہو کر تکبیر شروع کر دیتا اور تمام صحابہ کھڑے ہو جاتے جب سرکار ﷺ مصلی پر پہنچتے تو سارے صحابہ کو صف بستہ کھڑا ہوا پاتے یہ صورت حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھی کہ آپ ﷺ تو مصلیٰ پر تشریف فرما ہوں اور سارے صحابہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور مکبر تنہا کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے تب سارے صحابہؓ

کھڑے ہوتے ہوں۔(بذل المجہود ۱/ ۳۰۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنّه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حيّ على الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح فامّا إذا كان الإمام خارج المسجد فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلّما جاوز صفًا قام ذلك الصفّ وإليه مال شمس الأئمة الحلواني والسرخسي وشيخ الإسلام خواهير زاده وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأوا الإمام۔ (ہندیہ ص ۵۷ ج:۱، مکتبہ رشیدیہ)

(۲) وکذا فی البدائع الصنائع ص ۲۰۰۔ ۲۰۱ / ج:۱۔ دار الکتاب البعرستہ بیروت۔ (وزکریا بک ڈپو ص ۴۶۸ / ج:۱)۔ (۳) وفی بذل المجہود ص ۳۶۴۔ ۴۶۵ / ج:۳۔ مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی)۔

تلاوت کے وقت اگر اذان شروع ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال (۱۲۱): اذان ہوتے وقت کوئی تلاوت کرتا ہے تو قطع کردے یعنی قرآن نہ تلاوت کرے اور اذان کا جواب دے۔ اگر کوئی اذان کا جواب نہ دے تلاوت کرتا رہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے کما فی الدر المختار ص ۳۹۶ لیکن اگر کسی نے تلاوت نہ بند کیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کما فی کتب الفقہ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا ينبغي أن يتكلم السامع في خلال الأذان والإقامة، ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيئٍ من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة، ينبغي أن يقطع يشتغل بالاستماع والاجابة، كذا في البدائع ولا بأس بأن يشتغل بالدعاء عند الإقامة۔ (الہندیہ ج:۱/ص:۱۱۴ زکریا، بدائع الصنائع ج:۱/ص ۳۸۳ زکریا)۔

ومن سمع الأذان فعليه أن يجيب وان كان جنباً لأن اجابة الأذان ليس بأذان ولهذا لا يشترط استقبال القبلة في مجموع النوازل قال شمس الأئمة الحلواني الإجابة بالقدم لا باللسان حتى لو أجاب باللسان ولم يمش إلى المسجد لا يكون مجيبا ولو كان في المسجد حين سمع الأذان ليس عليه الاجابة حتى لو كان في قراءة القرآن في المسجد لا يترك القراءة ان سمع الأذان۔ (خلاصۃ الفتاوی ج:۱/ص:۵۰۔ اشرفیہ دیوبند)۔

من سمع الأذان وقول الشامي: (بخلاف قران) لأنه لا يفوت، جوهرة ولعله؛ لان تكرار القراءة انما هو لأجر فلا يفوت بالإجابة، بخلاف التعليم؛ فعلى هذا لو يقرأ تعليماً أو تعلّماً لا يقطع۔ (الدر مع الشامی ص:۸۱ ج:۲ اشرفیہ)

ولا يشتغل بشئ، سوى الإجابة، ولو كان السامع يقرأ يقطع القراءة ويجيب۔ (البحر الرائق ج:۱ ص:۲۵۹) سعيد۔

واذا سمع المسنون اى الأذان وهو مالا لحن فيه ولا تلحين أمسك حتى عند التلاوة ليجيب المؤذن ولو في المسجد۔ (حاشية الطحطاوى ص۲۰۲، دار الكتاب ديوبند)۔

فاسق کی اذان کا حکم

سوال (۱۲۲): فاسق کی دی ہوئی اذان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فاسق کی دی ہوئی اذان کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ یکرہ اذان الفاسق ولا یعاد. (الفتاویٰ الهندیہ ج۱ ص ۵۴)(۱) حاصله انه یصح اذان الفاسق وان لم یحصل به الاعلام ای الاعتماد علی قبول قوله فی دخول الوقت. (شامی ج۱ ص ۲۶۳)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) متن العبارة: الهندية ج:۱، ص:۱۱۰۔ زکریا۔

ویکرہ اذان الفاسق ولا یُعاد أذانه لحصول المقصود به۔ (الفتاویٰ التاتارخانية ص:۱۴۵۔ ج:۲۔ زکریا)۔

(۲) الشامی ج:۲ ص:۶۰۔ اشرفیه۔

و کرہ اذان الفاسق والصبی، ویعاد أذان الصبی دون الفاسق۔ (مجمع الأنهر ج:۱ ص:۱۱۸، فقیه الأمة دیوبند)۔

وصرح بکراهة أذان الفاسق ولا یعاد۔ (فتح القدیر ج:۱ ص:۲۲۰۔ دار إحیاء التراث العربی لبنان۔

کیا اذان کھڑے ہو کر سننا چاہئے؟

سوال (۱۲۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات جب کان میں پڑیں تو

سننے والوں کو کھڑا ہو جانا چاہئے اور کھڑے ہو کر اذان کو سننا چاہئے کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

محض زبان سے جواب دینے کے لئے کھڑا ہونا نہ مستحب اور نہ مسنون ہے نہ کھڑے ہو کر اذان سننا مسنون ہے البتہ اذان سن کر نماز کی تیاری کے لئے کھڑا ہو جانا مستحب ہے۔ ویندب القیام عند سماع الاذان (قال ابن عابدین) قلت ویحتمل بالقیام الاجابة بالقدم وقد اخرج السیوطی عن ابی نعیم فی الحلیة بسند فیه مقال اذا سمعتم النداء فقوموا فانها عزیمة من الله قال شارحه المناوی ای اسعوا الی الصلاة۔ (شامی ج۱ ص ۲۶۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی: ج:۲/ص: ۸۳۔ اشرفیه۔

وفی القنیة: سمع الأذان وهو یمشی فالأولی ان یقف ساعة ویجیب۔ (البحر الرائق ج:۱/ص: ۲۶۰ سعید)۔

وکذا فی الهندیة ج:۱/ص: ۱۱۴۔ زکریا۔

واذا سمعه وهو یمشی فالأولی أن یقف ویجیب۔ حاشیة الطحطاوی ص: ۲۰۲۔ دار الکتاب۔

کیا اذان کے وقت تلاوت بند کر دے؟

سوال (۱۲۴): ایک شخص مسجد میں تلاوت کرتا ہے اذان شروع ہوگئی تو کیا تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دیے یا تلاوت کرتا رہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

تلاوت کرنے والا تلاوت کو بند کر کے اذان کا جواب دے۔ اذا سمع المسنون منه ای الاذان وهو مالا لحن فیه امسك حتی عن التلاوة لیجیب

المؤذن ولو فی المسجد وھو الافضل. (۱) (مراقی الفلاح ص ۱۳۵ کذا فی البدائع ج۱ (۲) ص ۱۵۵ والہندیہ ج۱ ص ۵۷) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح ص ۲۰۲، دار الکتاب۔

(۲) وکذا فی بدائع الصنائع ص ۳۸۳ ج:۱، زکریا۔

(۳) وکذا فی الہندیہ ص ۱۱۴ ج:۱، زکریا۔

کیا اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے؟

سوال (۱۲۵): بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے وہ جب مناسب سمجھے اذان دلوائے اور جتنے فاصلہ سے چاہے اقامت کہلوائے کیا یہ بات صحیح ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر بانیٔ مسجد مستحب اوقات کی رعایت کرتا ہے تو اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے۔ ولانہ الاذان والاقامۃ لبانئ المسجد مطلقًا وکذا الامامۃ لو عدلًا (الدر المختار ج۱ ص ۲۶۸) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار ص ۶۵ ج:۱، دار الکتاب۔

ویستحب أن یکون المؤذن عدلاً، لانہ أمین علی المواقیت.... ویصح أذان

الفاسق مع الکراھۃ الموسوعۃ الفقھیۃ.... ص ۳۶۸ ج:۲۔

وأھلیۃ الأذان تعتمد معرفۃ القبلۃ والعلم بمواقیت الصلاۃ الخ. (عالمگیریہ ص ۶۹ ج:۱، رشیدیہ)۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ (ص ۷۰۹ ج:۱)۔ دار الفکر المعاصر۔

کیا اقامت میں بھی حیعلتین پر تحویل مسنون ہے؟

سوال (۱۲۶): تکبیر کہتے وقت حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت سر دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مستحب ہے لہٰذا اس کی وضاحت فرمائیں۔ مولوی نعمان احمد مظاہریؔ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اقامت میں بھی اذان کی طرح حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر تحویل وجہ یمینًا ویسارًا مسنون ہے۔ کذا صرح بہ العلامۃ الحلبی ویحول وجھہ یمینًا عند حی علی الصلوٰۃ وشمالًا عند حی علی الفلاح فی الاذان والاقامۃ لانہ یخاطب بھما الناس فیواجھھم وھو المتوارث الخ (کبیری ص ۳۶۰ (۱)) وھکذا فی سکب الانھر فی شرح ملتقی الابحر علی ھامش مجمع الانھر ج۱ ص ۷۶) (۲) ویحول وجھہ فیھما کذا جزم بہ المصنف وتبعہ البحر تبعًا للقنیۃ یمنۃ ویسرۃً عند حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح الخ (وفی الفتاویٰ الہندیہ ج۱ ص ۵۶) (۳) ویستقبل بھما القبلۃ ولو ترک الاستقبال جاز. ویکرہ کذا فی الھدایۃ واذا انتھی الی الصلوٰۃ والفلاح حول وجھہ یمینًا وشمالًا وقدماہ مکانھما سواء صلی وحدہ او مع الجماعۃ وھو الصحیح حتی قال الذی یؤذن للمولود ینبغی ان یحوّل وجھہ یمنۃً ویسرۃً عندھا تین

الکلمتین. ھکذا فی المحیط.

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ بھی تحویل وجہ کو مسنون تحریر فرماتے ہیں کذا فی امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۰۸ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن نور اللہ مرقدہ مفتی دار العلوم دیوبند نے بھی اسی کو راجح و معمول بہا بنانے کے قابل قرار دیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) کبیری ص ۳۷۴ سہیل اکیڈمی لاہور۔

(۲) مجمع الأنہر: ج:۱ ص: ۱۱۵ فقیہ الامۃ دیوبند۔

(۳) متن الفتاویٰ الہندیۃ ج:۱ ص: ۱۱۳۔ زکریا۔

ویلتفت یمینا شمالا بالصلوٰۃ والفلاح۔ (النہر الفائق ج:۱ ص: ۱۷۴ زکریا دیوبند)۔

ویلتفت یمینا ویسارا بصلاۃ وفلاح ولو وحدہ أو لمولود. (شامی ج:۲ ص: ۶۶ اشرفیہ)۔

ویستحب أن یحول وجھہ یمینا بالصلوۃ ویسارا بالفلاح ولو کان وحدہ فی الصحیح لأنہ سنۃ الأذان. (حاشیۃ الطحطاوی ص ۱۹۷ ادارالکتاب دیوبند)

کیا نسبندی کرانے والے کی اذان درست ہے؟

سوال (۱۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے نسبندی کرائی ہے اور ایک عرصہ سے مسجد میں مؤذن اور مکبر ہے کچھ شرپسند مقتدیوں کا کہنا ہے کہ نسبندی کرانے والے کی اذان اور تکبیر درست نہیں ہے اور اس امر پر جونپور کے ایک عالم کا فتویٰ بھی حاصل کرلیا ہے، سائل غریب آدمی ہے اور کثیر العیال بھی ہے اور اس نے بطور احتیاط ڈاکٹر عبد الحلیم صاحب سے نسبندی کرالیا ہے ایسی صورت میں فتویٰ صادر فرمایا

جاوے کہ کیا نسبندی کرانے والے کی اذان وتکبیر درست ہے یا نہیں ہے؟ تقریباً ۸ رسال پہلے زید نے نسبندی کروالیا تھا اب وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اور توبہ کرلیا ہے، امید کہ شرع کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا جائے گا۔

المستفتی حافظ پیار محمد

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قرائکم (رواہ ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۰۰) (۱)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ بہتر ہیں انہیں اذان دینی چاہئے، اور تم میں سے جو لوگ تعلیم یافتہ ہوں انہیں تمہاری امامت کرنی چاہئے، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ ویستحب ان یکون المؤذن صالحًا ای متقیًا فی الدین مراقی (۲) الفلاح ج ۱ ص ۱۰۶۔ مستحب یہ ہے کہ مؤذن صالح یعنی متقی ہو اور بلا جبر واکراہ خوشی سے نسبندی کرانا حرام ہے لا تقتلوا اولادکم خشیۃ (۳) املاق اور مرتکب حرام فاسق ہے ومرتکب الحرام فاسق۔ (طحطاوی ص ۲۷) اور فاسق کی اذان مکروہ ہے، ویکرہ اذان جنب الی ان قال وفاسق (۴) (تنویر الابصار ج ۱ ص ۲۶۳) اور فاسق اگر توبہ کرلے تو پھر کراہت ختم ہوجائے گی، ونظیرہ فی باب السلام ولا یسلم علی الشیخ الممازح والکذاب الی ان قال او یطیر الحمام ما لم تعرف توبتھم وظاھر قولہ ما لم تعرف توبتھم ان المراد کراھۃ السلام علیھم فی غیر حالۃ مباشرۃ المعصیۃ الخ. (رد المحتار (۵) ج ۱ ص ۴۱۴) مطلب المواضع التی یکرہ فیھا السلام وقال تبارك وتعالی إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (قرآن حکیم) واما التائب فمعفوٌ من اللہ تعالی البتۃ فضلًا منہ لا وجوبًا علیہ سواء کان شرکا او غیرہ من الصغائر والکبائر ھذا ھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ. (تفسیرات احمدیہ ص ۱۰۹) (۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ شخص مذکور نے توبہ کرلی ہے تو اس کی اذان اب جائز ہے اذان دے سکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ابوداؤد ج:۱رص:۷۸، بلال دیوبند۔

مشکوۃ شریف ص:۱۰۰رملت دیوبند۔

(۲) مراقی الفلاح: حاشیۃ الطحطاوی ص۱۹۷دارالکتاب دیوبند۔

(۳) قرآن الکریم: بنی اسرائیل:۳۱۔

(۴) تنویر الأبصار: شامی ج:۲رص:۱۵۷اشرفیہ۔

(۵) الشامی: ج:۲رص:۴۵۲۔ اشرفیہ۔

(۶) تفسیر احمدیہ: ص۱۸۹۔ اشرفیہ دیوبند۔

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۲۸): زید کہتا ہے کہ مقتدیوں کو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہئے اس سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں اور جو کھڑا ہوجاتا ہے اس کو بٹھادیتا ہے اور کہتا ہے کہ فقہ حنفی کے اندر بھی ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ طحطاوی کے اندر ہے کہ اس سے قبل کھڑا ہونا مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے، نیز مقتدی کو کس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ مذکورہ کو بعض حضرات نے اپنا مخصوص شعار قرار دے لیا ہے اور اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ جس کی حد نہیں حتی کہ طعن وتشنیع، سب وشتم، پر آمادہ ہوجاتے ہیں حالانکہ حدیث پاک میں آیا ہے ''سباب المسلم فسق وقتالہ کفر'' (مشکوۃ شریف) (۱)

مگر بعض حضرات ان چیزوں کو آلۂ طہارت سمجھتے ہیں اور بسا اوقات آبروریزی پر اتر آتے ہیں۔ حالانکہ فخر دوعالم ﷺ کا اس کی حرمت کے سلسلہ میں ارشاد موجود ہے فرمایا کل مسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ. (۲)

کتب فقہ کے تتبع اور اس پر نظر بصیرت ڈالنے کے بعد مسئلہ کی یہ نوعیت ظاہر نہیں ہوتی تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر امام نماز پڑھانے کے لئے سامنے سے آئے مثلاً جدار قبلہ میں یا اس کے آس پاس کوئی حجرہ ہو دروازہ ہو وہاں سے آئے تو فقہاء نے لکھا ہے جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب کھڑے ہوجائیں اور اگر امام مقتدیوں کی پشت کی طرف سے نماز پڑھانے آتا ہے مثلاً مسجد کے مشرقی جانب میں حوض ہے یا وضو خانہ ہے وہاں سے آئے تو امام جس جس صف پر پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ امام صاحب جب اپنے مصلیٰ پر پہونچیں تو تمام مصلی کھڑے ہوچکے ہوں۔

اور اگر امام صاحب محراب کے قریب ہوں مثلاً عصر کی نماز پڑھا کر کسی کتاب کے سنانے یا وعظ وتقریر میں مصروف ہوگئے تا آنکہ مغرب کی نماز کا وقت آگیا اور تمام نمازی اپنی اپنی جگہ عصر کے بعد مغرب تک بیٹھے رہے اور اذان کا وقت آگیا اذان ہوئی تو اس صورت میں سب بیٹھے رہیں اور جب مکبر حی علی الصلوٰۃ اور ایک قول کے مطابق حی علی الفلاح پر پہونچے تب سب کھڑے ہوجائیں نیز یہ بھی کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے لہٰذا اگر شروع اقامت سے ہی کھڑا ہوجائے تو بھی کوئی حرج نہیں یہ مسائل درمختار اور اس کی شرح طحطاوی وغیرہ میں مذکور ہیں۔

ومن الادب القیام ای قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المقیم حی علی الفلاح لانہ امر بہ فیجاب وان لم یکن حاضرًا یقوم کل صفٍ حین ینتہی الیہ الامام فی الاظہر (مراقی الفلاح ص۱۵۱) وفی الطحطاوی علی مراقی الفلاح تحت قولہ یقوم کل صف الخ (۳)

وفی عبارة بعضهم فکلما جاوز صفًا قام ذلك الصف الخ وان دخل من قدامهم قاموا حین رأوه ص۱۵۱وهکذا فی البحر ج۱ص ۳۰۴ والقیام حین قیل حی علی الفلاح لانه امر به فیستحب المسارعة الیه اطلقه فشمل الامام والماموم ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتهی الیه الامام وهو الاظهر وان دخل من قدام وقفوا حین یقع بصرهم علیه الخ (هٰکذا فی بدائع الصنائع للعلامة الکاسانی. ج۱ص۲۰۰وج۱ص۲۰۱)(۴)

اور حی علی الفلاح پرکھڑے ہونے کا جو اوپر مطلب بیان کیا گیا ہے بحر الرائق کی درج ذیل عبارت سے بھی وہی مفہوم ہوتا ہے فرمایا والقیام حین قیل حی علی الفلاح لانه امر به فیستحب المسارعة الیه (بحر الرائق ج۱ص ۳۰۴) اور حی علی الفلاح پرکھڑا ہونا اس لئے افضل ہے کہ لفظ حی علی الفلاح میں کھڑے ہونے کا امر ہے اس لئے قیام میں مسارعت کرنی چاہئے۔

اس لئے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰة پرکھڑے ہونے کو مستحب فرمایا ہے ان کے نزدیک استحباب کا مطلب یہ ہے کہ اس امر کے بعد بیٹھا رہنا خلافِ ادب ہے نہ کہ یہ اس سے پہلے کھڑا ہوجانا خلافِ ادب ہے کیونکہ پہلے کھڑے ہونے میں تو اور زیادہ مسارعت پائی جاتی ہے۔ نیز امام محمدؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ میں نے امام اعظمؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص بیٹھا رہتا ہے اور حی علی الصلوٰۃ پرکھڑا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے جواب دیا کوئی حرج نہیں۔

پھر میں نے پوچھا ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہوجاتا ہے کیا حکم ہے فرمایا لا حرج اس میں بھی کوئی حرج نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ کی اتنی اہمیت نہیں جتنی اہمیت بعض علاقوں میں دیدی گئی ہے بلکہ ہلکا سا مستحب اور ادب قرار دیا ہے جس سے اور بھی اہمیت کم معلوم ہوتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کے دورمبارکہ میں حضرات صحابہ کرامؓ پہلے سے صف بستہ کھڑے ہوجاتے تھے حالانکہ اس وقت نبی اکرم ﷺ حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف بھی نہیں لاتے جیسا کہ مسلم شریف ج۱ص۲۲۰ میں یہ روایت موجود ہے۔(۵)

عن ابی هریرةؓ یقول اقیمت الصلوٰة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل ان یخرج الینا رسول الله ﷺ.

اس پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک میں حجرہ سے باہر نہ آجاؤں تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو جیسا کہ یہ روایت مسئلہ مجوزہ عنہا کے سلسلہ میں استدلالاً صاحب بدائع نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ فان کان ای الامام خارج المسجد لا یقومون مالم یحضر لقول النبی ﷺ لا تقوموا فی الصف حتی ترونی. (بدائع الصنائع ج۱ص۲۰۰) نیز اس روایت کی تخریج امام بخاری علیہ الرحمہ نے بھی بخاری جلد اول ص۸۸ باب متی یقوم الناس اذا رأو الامام عند الاقامة کے تحت کی ہے۔(۶)

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پاک لا تقوموا حتی ترونی کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معمول بن گیا تھا کہ جب مسجد میں آتے تو صف لگا کر بیٹھ جاتے اور مؤذن کی نظر حجرہ شریفہ کی طرف رہتی جونہی آنحضرت ﷺ نے تشریف آوری کے لئے پردہ اٹھایا اور مؤذن نے دیکھا فوراً کھڑے ہوکر تکبیر شروع کردی اور تمام صحابہؓ کرام کھڑے ہوجاتے، جب آنحضرت ﷺ مصلی پر پہونچتے تو سب کو کھڑا ہوا پاتے چنانچہ اس روایت کی تخریج علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں بھی کی ہے۔ ان بلالًا کان یراقب خروج النبی ﷺ فاوّل ما یراه یشرع فی الاقامة قبل ان یراه غالب الناس فثم اذا رأوه قاموا فلا یقوم مقامه حتی تعتدل صفوفهم. یہ صورت نہیں تھی کہ حضور اقدس ﷺ تو مصلی پر تشریف فرما ہیں اور سب صحابہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور مکبر تنہا کھڑا ہوکر تکبیر کہے اور جب حی علی الصلوٰۃ پر مکبر پہونچے تب سب حضرات کھڑے ہوں یہ تفصیل بذل المجهود

شرح ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ **فليراجع لتفصيل زائد۔** (۷)

اور طحطاوی کی جس عبارت سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ **واذا اخذ المؤذن في الاقامة ودخل رجل فانه يقعد ولا ينتظر قائمًا كما في المضمرات قهستاني طحطاوی ص ۱۵۱۔**

اس عبارت کا جو مفہوم مراد لیا گیا ہے وہ اس جگہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کے آنے سے قبل مؤذن نے اقامت شروع کردی اس وقت کوئی آدمی آیا تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے کھڑے ہوکر انتظار نہ کرے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام موجود ہو اور تکبیر کہی جارہی ہو اس وقت کوئی آئے تو اس کو کھڑا رہنا مکروہ ہے چونکہ یہ مفہوم احادیث کے بھی خلاف ہے نیز فقہ حنفی کی دوسری معتمد ومتداول کتابوں کی تصریح کے بھی خلاف ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ماسبق میں گذر چکی ہے۔ نیز علامہ طحطاوی نے بھی درمختار کی شرح میں وہی تفصیل بیان کی ہے جو دوسری کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ تو کیسے ہم کہہ دیں کہ مصنف علیہ الرحمہ کی مراد اس عبارت سے مفہوم اول ہے نیز مفہوم اول تمام متون وشروح حنفیہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔ امید ہے کہ اس تفصیل سے تمام شکوک زائل ہوجائیں گے اور مسئلہ منقح ہوکر سامنے آجاوے گا۔ نیز حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے جی چاہ رہا تھا کہ استبراکاً اسے نقل کردوں مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے اس کو ترک کردیا ہے صحیح طلب والے اگر دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں۔ (امداد الفتاویٰ جلد ا ص ۱۱۹) (۸)

والله الموفق للصواب وهو يهدي من يشاء الى صراط مستقيم۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

الجواب صحيح ولنعم ما قيل

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

التعليق والتخريج

(۱) سباب المسلم فسوق: (مشکاۃ المصابیح ص ۴۱۱ ر ج: ۲) مکتبہ ملت دیوبند۔

(۲) کل مسلم علی المسلم: (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۲ ر ج: ۲) مکتبہ ملت دیوبند۔

(۳) ومن الأدب القيام أي قيام القوم والإمام.... (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص۲۷۷) دار الكتاب ديوبند.

(۴) القيام حين قيل حيّ على الفلاح لأنه أمر به فيستحب المسارعة اليه أطلقه.... (البحر الرائق ص۳۰۴). سعيد (وفي البدائع الصنائع ص۲۰۰ ـ ۲۰۱ ج:۱) دار الكتاب العربيه بيروت.

(۵) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم. (مسلم شريف ص۲۲۰ ج:۱، ياسر نديم اينڈ كمپنی).

(۶) فان كان أي الإمام خارج المسجد لا يقومون مالم يحضر لقول النبي صلى الله عليه وسلم. لا تقوموا في الصف حتى تروني. (البدائع الصنائع ص۲۰۰ ج:۱) دار الكتاب العربيه بيروت. (وذكر هذا الحديث في بخاری شریف: ص۸۸ ج:۱)، كتب خانه اشاعت الإسلام.

(۷) إن بلالاً كان لا يقيم حتى يخرج النبي. صلى الله عليه وسلم أخرجه مسلم... إن بلالاً كان براقب خروج النبي. صلى الله عليه وسلم فأول ما يراه يشرع في الاقامة قبل ان يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه فاموفلا يقوم في مكانه حتى تعدل صفوفهم. (بذل المجهود ص۳۰۴) مركز الشيخ أبي الحسن الندوی. (وكذا في عمدة القاری ص۲۱۴ ج:۴) زكريا.

(۸) وکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۱۸۴ ر ج: ۱) زکریا بک ڈپو قدیم نسخہ۔

دو مسجدوں میں اذان دینے والا نماز کہاں ادا کرے

سوال (۱۲۹): ایک شخص ایک مسجد میں اذان دیتا ہے فجر کی اور وہی شخص اس مسجد میں اذان دینے کے بعد دوسری مسجد میں اذان دے کر وہیں نماز پڑھتا ہے، تو آیا اس شخص کو پہلی مسجد میں نماز پڑھنا چاہئے یا دوسری مسجد میں اور اگر دونوں میں پڑھنا جائز ہے تو آیا کس مسجد میں اس کے لئے نماز پڑھنا افضل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مؤذن کو چاہئے کہ جس مسجد میں اذان دے اسی مسجد میں نماز بھی ادا کرے اس لئے کہ افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی مکبر ہو"والافضل ان یکون المؤذن المقیم" (الفتاویٰ الہندیہ(۱) ج ۱ ص ۵۴) لیکن دوسری مسجد میں اگر کوئی مؤذن نہ ہو تو یہی مؤذن وہاں بھی اذان دے سکتا ہے البتہ ایسی صورت میں مسجد ثانی میں نماز ادا کرے اس لئے کہ مسجد اول میں نماز پڑھنے کے بعد مسجد ثانی میں اسی مؤذن کا اذان دینا مکروہ ہے۔

"ویکرہ ان یؤذن فی مسجدین۔ الکراھۃ مقیدۃ بما اذا صلی فی الاول۔ کما فی البحر طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۹۔ ویکرہ ان یؤذن فی مسجدین لانہ یکون فی احدھما داعیًا الی مالا یفعل اھل کبیری ص ۳۶۱۔ لانہ اذا صلی فی المسجد الاول یکون متنفلًا بالاذان فی المسجد الثانی والتنفل بالاذان غیر مشروع ولان الاذان للمکتوبۃ وھو فی المسجد الثانی یصلی النافلۃ فلا ینبغی ان یدعو الناس الی المکتوبۃ وھو لا یساعدھم فیھا اھ (بدائع الصنائع (۲) رد المحتار (۳) ج ۱ ص ۲۶۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ص ۵۴ ج: ۱ رشیدیہ۔

(۲) بدائع الصنائع ص ۳۷۵ ج: ۱، زکریا۔

حلبی کبیری ص: ۳۲۶ دار الکتاب۔

(۳) الدر المختار ص ۶۵ ج: ۱، دار الکتاب۔

شامی ص ۲۶۸ ج: ۱ نعمانیۃ۔

حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

سوال (۱۳۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احقر نے ایک کتاب میں پڑھا جس کے بارے میں راقم نے عالمگیری کا حوالہ دیا تھا وہ اس طرح سے ہے کہ اقامت (تکبیر) کے وقت اقامت کہنے والے کے سوا اوروں کا کھڑا ہونا خلافِ سنت ہے سب کو بیٹھے رہنا چاہئے اور جب مکبر "حی علی الفلاح" کہے اس وقت امام اور تمام مقتدیوں کو نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور اگر تکبیر کے وقت بھی کوئی آجائے تو وہ بھی بیٹھ جائے (عالمگیری) کیا یہ حوالہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔

اس مسئلہ کے بارے میں صحیح کیا ہے حنفی مسلک کے مطابق مفصل جواب دینے کی زحمت کریں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عالمگیری میں اقامت کے وقت کھڑے ہونے اور نہ ہونے کی جو تفصیل ہے وہ بعینہٖ بلفظ سپرد قرطاس ہے، بنظر غائر اس کا مطالعہ فرمائیں اس کے بعد خود فیصلہ فرمالیں کہ عالمگیری کے حوالہ سے بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں "ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والموتم اذا قال حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح فاما اذا کان الامام

خارج المسجد فان دخل من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف والیه مال شمس الائمة السرخسی وشیخ الاسلام خواھر زادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامهم یقومون کما رأو الامام ولا یقومون ما لم یدخل المسجد" (عالمگیری:۱/۵۷)(۱)

مذکورہ بالا عبارت میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے تین شکلیں نکلتی ہیں۔

(۱) امام ومقتدی مسجد میں ہوں مثلاً عصر کی نماز ادا کی اس کے بعد امام صاحب اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور سارے نمازی اپنی جگہ پر رہیں امام صاحب نے وعظ شروع کیا تا آنکہ مغرب کا وقت ہوگیا مؤذن نے اذان دی اس کے بعد اقامت شروع کر دی تو جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے تو سارے حضرات (امام ومقتدی) کھڑے ہوجائیں عالمگیری کے علاوہ دوسری فقہی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ اس صورت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے لہٰذا اگر کوئی شخص شروع اقامت سے ہی کھڑا ہوجائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۲) امام مسجد میں نہ ہو خارج مسجد ہو اور ٹھیک جماعت کے وقت مقتدیوں کی پشت کی طرف سے آئے مثلاً حوض یا وضوخانہ۔ اس صورت میں جس صف پر پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ جب امام مصلی پر پہونچے تو سارے مقتدی کھڑے ہوچکے ہوں۔

(۳) امام نماز کے لئے مقتدیوں کے سامنے سے آئے مثلاً جدار قبلہ میں یا اس کے آس پاس حجرہ ہو یا دروازہ ہو وہاں سے آئے تو جوں ہی امام پر نظر پڑے سب کھڑے ہوجائیں اس مسئلہ کی جو تفصیل عالمگیری میں ہے یہی تفصیل ملک العلماء علامہ علاء الدین الکاسانی نے اپنی بے نظیر کتاب بدائع الصنائع (۲) میں بیان کی ہے ملاحظہ ہو: ۱/۲۰۰۔ اسی طرح علامہ علاء الدین الحصکفی نے بیان کی ہے: ۱/۲۱۵ درمختار۔ (۳) اور یہی تفصیل تنویر الابصار میں ہے۔ اور یہی تفصیل علامہ شرنبلالی نے بیان کی ہے "مراقی الفلاح ص ۱۵۱ اور "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" (۴) میں بھی قدرے بیان ہے ج ۱ ص ۳۰۷۔ نیز امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب الصلوٰۃ

میں لکھا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہوجاتا ہے کیا حکم ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ لیکن "مضمرات" کے حوالے سے عالمگیری میں ہی ایک جزئیہ یہ بھی ہے کہ "اگر کوئی آدمی اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے، اسکو چاہئے کہ بیٹھ جائے اور مؤذن جب "حی علی الفلاح" پر پہنچے تو وہ کھڑا ہوجائے (عالمگیری ۱/۵۷) لیکن یہ جزئیہ بہ چند وجوہ قابل ترک ہے:

(۱) تمام متون وشروح میں اس جزئیہ کا تذکرہ کہیں نہیں۔ (۲) "حی علی الفلاح" سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ و برا سمجھنا اور برا کہنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔

(۳) مذہب حنیفہ کی مستند روایات عالمگیری بدائع تنویر الابصار درمختار مراقی الفلاح کے حوالہ سے گذر چکی ہیں جس کو شمس الائمہ سرخسی اور دوسرے ائمہ حنفیہ نے اختیار کیا ہے حنفیہ کی کتابوں کے متون، شروح وفتاویٰ کی کتابوں میں بجز مضمرات کی روایت کے جس کو "طحطاوی" نے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں بھی ہے کسی نے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ نہیں کہا۔ (۴) حضور ﷺ وصحابہ وتابعین کے تعامل سے ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا ثابت ہے یہاں تک کہ شروع اقامت سے کھڑے ہونے کو حضرت سعید ابن مسیب واجب فرماتے ہیں۔ (۵) "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے کو حضرات فقہا ادب میں شمار کرتے ہیں اور آداب کے بارے میں علامہ علاء الدین الحصکفی لکھتے ہیں ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتاباً کترك سنة الزوائد لکن فعله افضل۔ ادب وہ ہے کہ جس کا ترک نہ موجب معصیت ہو اور نہ موجب عتاب ہو جیسے سنت زوائد کا چھوڑنا کہ یہ موجب عتاب نہیں، البتہ اس کا کرنا بہتر ہے۔ (طحطاوی (۵): ۱۰۵) غرضیکہ ادب جب سنت زوائد کی طرح ہے تو پھر اس کے ترک کو مکروہ کہنا کہاں تک درست ہے۔ اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیں تو یہ حکم شکل اول سے متعلق ہے یعنی مقتدی اور امام دونوں مسجد میں ہوں جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے لیکن شکل اول کے متعلق کر کے کراہت کا قول پھر قابل اشکال ہے اس لئے کہ یہ ادب کے قبیل سے ہے حاصل کلام یہ ہے کہ مضمرات کی روایت چنداں معتبر نہیں اس لئے کہ یہ جزئیہ تمام

متون وشروح کے خلاف ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الهندیۃ ص ۵۷/ج:۱۔رشیدیۃ۔

عن أنسٍ رضی الله عنه قال قال النبی صلی الله علیه وسلم صفوا صفوفکم فإن تسویة الصفوف من إقامة الصلاة. (رواه الإمام البخاری فی صحیحه رقم الحدیث: ۷۱۴۔ ص:۱۰۰ ج:۱)

(۲) ثم إن دخل الإمام قدام الصفوف فکلما رأوه قاموا لأنه لما دخل المسجد قام مقام الإمامة وإن دخل من وراء الصفوف فالصحیح أنه کلما جاوز صفاً قام ذلك الصف. (بدائع الصنائع ۱/۴۶۸۔زکریا)۔

والقیام حین قیل حی علی الفلاح خلافاً لزفر إن کان الإمام لیقرب المحراب وإلا فیقوم کل صف ینتهی إلیه الإمام علی الأظهر. (الدر المختار ص:۷۲ ج:۱۔ أشرفیه)

(۳) ترکه لا یوجب إساءة ولا عتاباً کترك سنة الزوائد لکن فعله أفضل. (الدر المختار ص:۷۲ ج:۱، اشرفیة)۔

(۴) بذل المجهود ص:۶۰۸/ج:۳۔مرکز الشیع ۔

(۵) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۲۷۸۔ دار الکتاب ۔

اذان کے لئے یا دوران نماز اطلاعی گھنٹی بجانے کا حکم

سوال (۱۳۱): مسجد میں مستقل کوئی موذن باتنخواہ نہیں ہے ایک صاحب ہیں جو اکثر اوقات فی سبیل اللہ اذان دیدیا کرتے ہیں ان کے نہ رہنے پر دوسرے لوگ بھی

اذان دیدیتے ہیں اور مسجد کے اندر گھڑی بھی موجود ہے امام صاحب مسجد کے حجرہ میں بیٹھ کر اور گھنٹی بجا کر لوگوں کو اذان کہنے کا اشارہ کرتے ہیں اذان کہنے میں دیر ہو جاتی ہے تو بہت زور سے دیر تک گھنٹی بجاتے رہتے ہیں جس سے مسجد میں شور برپا ہو جاتا ہے اور اذان دلوانے کے لئے گھنٹی بجانے کا ایسا اہتمام کرتے ہیں کہ کبھی امام صاحب مسجد کے صحن میں کھڑے ہوتے ہیں اور اذان کہنے والے بھی موجود ہوتے ہیں لیکن امام صاحب اپنی زبان سے اذان کہنے کو نہیں کہتے بلکہ کمرہ میں جاکر گھنٹی بجا کر اذان کہنے کا حکم کرتے ہیں اس طور پر کبھی ٹھیک اذان کے وقت باہر سے آتے ہیں اور مسجد میں داخل ہو کر سیدھے کمرہ میں جاکر گھنٹی بجا کر اذان کہنے کا حکم دیتے ہیں اذان دلوانے کے بارے میں امام صاحب کے گھنٹی بجانے کا عمل کیسا ہے؟

امام صاحب فرض نماز پڑھ کر فوراً اپنے حجرہ میں چلے جاتے ہیں اور سارے مقتدی اپنی بقیہ نمازیں سنت ونفل ووتر وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں کہ اسی درمیان امام صاحب گھنٹی بجا کر اپنے شاگرد طلبہ کو حجرے میں بلاتے ہیں اس سے نمازیوں کو بقیہ نماز میں پوری کرنے میں خلل پڑتا ہے امام صاحب کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

امام صاحب کے لئے یہ فعل موزون نہیں ہر وہ فعل جو نمازی کی نماز میں مخل ہو ممنوع ہے حتی کہ حضرات فقہاء ایسے موقعہ پر جہراً قرآن پاک کی تلاوت وتسبیح وغیرہ سے بھی منع فرماتے ہیں ۔(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) الاسرار أفضل (فی الذکر) حیث خیف الریاء أو تأذی المسلمین أو القیام والجهراً فضل حیث فلا مما ذکر. (شامی کتاب الخطر والإباحة ص۳۹۸ ج:۶۔ کراچی)

الإخفاء أفضل عند خوف الریاء والإظهار أفضل عند عدم خوفه وأولی منها

لقول بو تقدیم الإخفاء على الجهر فیما إذا خیف الریاء أو کان فی الجهر تشویش على نحو مصل أو نائمٍ أو قادئٍ أو مشتغل بعلمٍ شرعی. (تفسیر روح المعانی ص:۲۰۸ ج:۵ سورة الأعراف الاية: ۵۵)

وهذان أحادیث اقتضت طلب الإسرار والجمع بینهما بأن ذلك یختلف باختلاف الأشخاص والأحوال. (سباحة الفکر فی الذکر بالجهر ص۲۸ المطبوعات الإسلامیة

فتاویٰ جمہوریہ ص:۶۵۹ ر ج:۵۔ مکتبہ شیخ الاسلام۔

اذان کے وقت تلاوت کا حکم

سوال (۱۳۲): اذان ہوتے وقت کوئی تلاوت کرتا ہے تو قطع کردے اور اذان کا جواب دے اگر کوئی اذان کا جواب نہ دے تلاوت کرتا رہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بہتر یہ ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے۔ (کمافی الدر المختار: ۱/۳۹۶) (۱)
لیکن اگر کسی نے تلاوت بند نہیں کیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ کما فی کتب الفقه

التعلیق والتخریج

(۱) ویجیب من سمع الأذان ولو جنباً لاحائضاً ونفساء.... بخلاف قرآن: وفی الشامیة لأنه لا یفوت صوهرة ولعله لأن تکرار القراءة إنما هو للأجر فلا یفوت بالإجابة. (الدر المختار مع الشامی ص:۳۹۰ ج:۱. کراچی)

ہکذا فی البحر الرائق ص:۴۵۱ ر ج:۱۔ رشیدیہ۔

فیقطع قراءة القرآن لو کان یقرء بمنزله ویجیب لو آذان سجدہ وو بمسجدٍ لا. (شامی مع الدر المختار ص:۳۹۸ ج:۱. کراچی).

ہکذا فی: الفتاویٰ الهندیہ ص ۵۷ ر ج:۱۔ رشیدیہ۔

مؤذن کی آذان کی عدم درستگی پر ترک جماعت کا حکم

سوال (۱۳۳): اگر مسجد میں نماز جمعہ یا کسی وقت کی دوسری نمازیں اس مسجد کے امام کے پیچھے پڑھنا اس لئے ترک کردیں کہ اس مسجد سے مؤذن کی آذان کے کلمات صحیح نہیں ہیں تو کیا درست اور جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا اس کے نزدیک نہ پڑھنے کی وجہ صرف یہی ایک بات ہے کہ مؤذن اذان صحیح نہیں دیتا یا کوئی ذاتی عداوت بھی ہے؟ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المرءة إذا أذنت یعاد أذانها وإن لم یعیدوا جاز یحتمل جواز الصلاة بغیر أذانٍ. (الفتاویٰ التاتارخانیه ص:۱۴۵ ج:۱. زکریا).

إذا ترکوا الأذان والإقامة یکره لهم. (بدائع الصنائع ص:۳۷۰ ج:۱. زکریا).

ویکره أداء المکتوبة بالجماعة فی المسجد بغیر أذان وإقامة. (الفتاویٰ الهندیة ص:۵۴ ج:۱. رشیدیة).

فتاویٰ قاضی خان ص:۷۵ ر ج:۱۔ دارالکتب العلمیہ۔

آذان کی عدم درستگی پر امام کی اقتداء کا حکم

سوال (۱۳۴): اگر کسی مسجد میں امام مؤذن الگ الگ ہوں اور مؤذن صحیح اور صاف طریقہ پر آذان نہ پکارتا ہو تو کیا اس مسجد کے امام کی اقتداء میں ہماری نماز ادا نہ ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

امامت اور اذان دونوں دو چیزیں ہیں اگر امام سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے نماز پڑھاتا ہے تو اس کی ادائیگی میں کیا شبہ ہے؟ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعليق والتخريج

(۱) ويكره اداء المكتوبات بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامةٍ. (الفتاوىٰ الهندية ص:۵۴ ج:۱. رشيدية).

فتاویٰ قاضی خان ص:۷۵ ج:۱۔ دار الکتب العلمیۃ۔

إذا تركوا الأذان والإقامة يكره لهم. (بدائع الصنائع ص:ق۳۷۹ ج:۱ زكريا).

يحتمل جواز الصلاة بغير آذانٍ. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ص:۱۴۵ ج:۱، زكريا).

عن أبي يوسف وأبي حنيفة: صلوا في الحضر الظهر أو العصر بلا أذان ولا إقامة أخطئوا السنة. (البحر الرائق ص:۲۵۵ ج:۱. سعيد).

کلمات آذان کی عدمِ درستگی پر اذان کا حکم

سوال (۱۳۵): اگر کوئی مؤذن آذان کے کلمات اور واضح طور پر نہ ادا کر سکے تو کیا اذان نہیں ہوگی؟ اور کیا بغیر دوبارہ آذان کے نماز درست نہیں ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ ایسا مؤذن مقرر کیا جائے جو آذان کے کلمات صحیح ادا کر سکے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليؤذن خياركم وليؤمكم قرائكم. (سنن أبي داؤد ص:۸۷ ج:۱. باب من أحق بالإمامة).

فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً. (شامي ص:۶۳۱ ج:۱. كراچي)

ومستحب أن يكون المؤذن صالحاً أي متقياً عالماً بالسنة في الأذان. (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۱۹۷ دار الكتاب).

ويكره التلحين وهو التطريب والخطأ في الاعراب. (مراقي الفلاح على نور الايضاح مع الطحطاوي ص۱۹۹ دار الكتاب).

ہکذا فی الفتاویٰ الہندیہ ص ۵۷ ج:۱ رشیدیہ۔

مسجد میں اذان دینے کی تفصیل

سوال (۱۳۶): پنج وقتہ یا خطبہ جمعہ کی اذان مسجد میں دینا کیسا ہے؛ جواب باحوالہ مطلوب ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اذان خواہ پنج وقتہ ہو یا خطبہ جمعہ کی اندرون مسجد دینا جائز ہے، بلکہ اذان خطبہ جمعہ کا ممبر کے سامنے ہونا ہی سنت ہے، اور اسی پر تمام لوگوں کا عمل رہا ہے۔ کما فی الھدایہ: (۱)

واذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بين يدي المنبر بذالك التوارث الخ (ج ا ص ۱۵۱) کیونکہ اذان سے مقصود اعلام اطلاع اور تبلیغ صوت ہے اور مسجد کے اندر یا کسی نیچی جگہ میں لاؤڈ اسپیکر وغیرہ پر اذان دینے سے بہر حال یہ مقصد یعنی رفع صوت حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا کوئی کراہت نہیں۔

کما فی اعلاء السنن: (۲) واعلم ان الاذان لا يكره في المسجد

مطلقا کما فھم بعضھم من بعض العبارات الفقھیۃ وعمومہ ھٰذا الاذان ای الاذان بین یدی الخطیب بل مقیدا بما اذا کان المقصود اعلان الناس غیر حاضرین الی قولہ فی الجلابی انہ یوذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید عنہ قال الشیخ قولہ فی المسجد صریح فی عدم کراھۃ الاذان فی داخل المسجد وانما ھو خلاف الاولی اذا مست الحاجۃ الی الاعلان البالغ وھو المراد بالکراھۃ المنقولۃ فی بعض الکتب. فافھم (ج ۸ ص ۴۹ ، ہٰکذافی فتاوی دارالعلوم ج ا ص ۹۸)

مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر اذان دینا برابر رسول اللہ ﷺ سے اب تک جاری ہے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ہوتی ہے اور باقی نمازوں کے اذان مسجد سے باہر اور مسجد کے اندر جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پنج وقتہ اور خطبہ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر دنیا شرعاً جائز اور درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ہدایہ ج:۱،ص:۱۷۱۔تھانوی، دیوبند۔

(۲) اعلاء السنن ج:۸،ص:۶۹۔امدادیہ۔ادارۃ القرآن۔پاکستان۔

وإذا جلس علی المنبر أذن بین یدیہ وأقیم بعد تمام الخطبۃ بذلك جری التوارث۔ (ھندیہ ج:۱،ص:۱۴۹۔ رشیدیہ پاکستان۔

(۳) فتاویٰ دارالعلوم ج:۵،ص:۱۲۰۔مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔

اذان ومؤذن سے متعلق چند مسائل

سوال (۱۳۷): (۱) مؤذن کا بغیر وضو کے اکثر اذان دینا کیسا ہے؟

(۲) مؤذن پر اگر غسل واجب ہو تو اس کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(۳) مؤذن اگر محلوق اللحیہ ہو تو اس کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(۴) فجر کی اذان اگر وقت سے تین یا پانچ منٹ قبل دے دی گئی ہو تو وہ واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

(۵) بلا عذر شرعی اگر موذن اذان بیٹھ کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) اذان ذکر اعظم ہے، اس کی عظمت کے پیش نظر فقہاء نے باوضو اذان دینے کو باعث ثواب کہا ہے۔ البتہ بغیر وضو کے اذان بلا کراہت جائز ہے، لیکن اس کی عادت بنالینا اچھا نہیں ہے، اس لئے باوضو اذان دینا چاہئے۔

(۲) حالت جنابت میں اذان مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ مستحب ہے۔

(۳) ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے والا فاسق ہے، اس لئے اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) وقت سے پہلے دی گئی اذان کا اعادہ ضروری ہے۔ تقدیم الاذان علی الوقت فی غیر الصبح لا یجوز اتفاقا وکذا فی الصبح عند ابی حنیفۃؒ ومحمد رحمھما اللہ وان قدم یعاد فی الوقت وعلیہ الفتوی (۱) (عالمگیری ج ا ص ۵۳، بدائع ج ا ص ۱۵۴) (۲)

(۵) بلا عذر شرعی بیٹھ کر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ مستحب ہے۔ ویکرہ آذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ واذان امرأۃ وفاسق وسکران وقاعد الخ ویعاد اذان جنب. زاد القھستانی والفاجر

والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلة (شامی ج۱ ص ۲۶۳) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تقدیم الأذان علی الوقت الخ۔ (الفتاویٰ العالمگیریه) ج:۱ ص:۵۳۔ رشیدیه پاکستان۔

(۲) بدائع الصنائع ج:۱ص: ۱۵۴۔ دارالکتاب العربی بیروت۔

(۳) ویکرہ اذان جنب الخ۔ (شامی ج:۱ص:۳۵۲۔ سعید کراچی۔

حاشیة الطحطاوی ص:۱۰۰۔ دار الکتاب۔



باب القرأة وزلة القاری

سبعہ کی قرأت سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۳۸): سبعہ کی قرأت سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز تو ہو جائے گی لیکن بہتر نہیں بروایۂ حفصؒ مشہور قرأت کرنی چاہئے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قراءة القراء بالقراءات السبع والروایات کلها جائزة ولکنی أری الصواب أن لا یقراء القراءة العجیبة بالامالات والروایات الغریبة۔ (الفتاویٰ الهندیة ص۱۳۶ ج:۱) زکریا۔

وقراءة القراء بالقراءات السبع والروایات کلها جائزة ولکنی اری الصواب ان لا یقراء بالقراءة العجیبة بالإمامات با لروایات العربیة لأن بعض الناس، یتعجبون، وبعضهم یتفکرون، وبعضهم یخطئون وبعض السفهاء یقولونه مالا یعلمونه الخ۔ (الفتاویٰ التاتارخانیه ص۴۲ ج:۲، زکریا)

القرائۃ الذی تجوز به الصلاة بالاتفاق... نمافوق السبعة إلی العشرة غیر شاذ وانما الشاذ ماوراء العشرة وهو الصحیح۔ (ردالمحتار ص۳۶۸ ج:۱) کراچی۔

الیس هٰذا بالحق کے بعد نعم کہہ دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

سوال (۱۳۹): امام نے نماز کی حالت میں وَ یَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَلَی

النَّارِ" اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ کے بعد نعم کہہ دیا نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز فاسد ہوگئی۔ قال اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قالوا نعم وقرأ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ" اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قالوا نعم تفسد صلاته لان "بلى" اذا ذكر عقيب النفي يراد به النفي والتصديق فى الاثبات "ونعم" يكون تصديقًا فى النفي۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۱۵۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

اعلم الكلمة ازائدة اما أن تكون فى القرآن اولا (الى قوله) فان غيرت افسدت مطلقا نحو وعمل صالحا و كفر، فلهم اجرهم الخ۔ (شامی ص ۶۳۲ ج:۱، کراچی)۔

ان غيرت المعنى ووجدت فى القران نحو ان يقرأ والذين امنوا وكفروا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون (الى قوله) تفسد صلاته بلا خلاف۔ (فتاویٰ عالمگیری جدید ص۱۳۸ ج:۱)

ان تكون الكملة الزائدة موجود فى القران وانه على تسمين ان كان لا غير المعنى لا تفسد صلاته، فإن كان يغير المعنى تفسد صلاته بلا خلاف۔۔ الخ۔ (تاتارخانية ص۱۰۳ ج:۲) جديد۔

(۱) فتاویٰ قاضی خان، ص:۱۳۸ ج:۱۔ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔

قرأت کی ایک غلطی اور اس کا حکم

سوال (۱۴۰): اگر امام نے جمعہ کی نماز میں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ" وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ" فَيَغْفِرُ لِمَنْ

يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ" وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے بجائے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھول سے پڑھ دیا تو نماز جمعہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز جمعہ ہوگئی کما فی الفتاوٰی الھندیہ ج ۱ ص ۸۰ ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل ان كانت الكلمة التى قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهى فى القرآن لا تفسد صلاته(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (ہندیہ ص ۸۰ ج:۱ مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

وكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل وإنه على وجهين أيضاً۔ الأوّل أن يوجد الكلمة التى هى بدل فى القرآن، وأنّه على قسمين، الأوّل أن يوافق البدل المبدل فى المعنى: نحو أن يقرأ "الفاجر" مكان "الأثم" فى قوله "طعام الأثيم" والجواب فيه أنّ صلاته تامّة على قول أصحابنا، والقسم الثانى أن يكون يخالف البدل البدل من حيث المعنى وإنّه على نوعين: إن كان اختلافاً فتقارباً نحو أن يقرأ "الحكيم" مكان "العليم"..... وفى هذ النوع صلاته تامّة۔ (تاتارخانيه ص۹۵۔ ۹۶ ج:۲) زکریا۔

ذكر كلمة مكان كلمة فانّه ذكر نحن مكان "إنّا وخلفنا" مكان "جعلنا" والأصول أنّه إذا تقارب الكلمتان معنى ومثله فى القرآن لا تفسد اتفاقاً۔ (حلبى كبيرى: ۴۸۸) سہیل اکیڈمی۔

وکذا فی قاضی خان ص:۹۶ ج:۱ زکریا جدید نسخہ۔

نماز میں موسیٰ بن لقمان پڑھنے کا حکم

سوال (۱۴۱): ایک شخص نے موسیٰ علیہ السلام کے نام کے آگے لقمان کا اضافہ کر کے موسیٰ بن لقمان پڑھ دیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز درست ہوگئی۔ ولو قرأ عیسیٰ بن لقمان تفسد ولو قرأ موسیٰ بن لقمان لا. لان عیسیٰ لا اب له وموسیٰ له اب انه اخطأ فی الاسم كذا فی الوجیز للكردی. (الفتاویٰ الہندیہ (۱) ج ۲ ص ۸۰ کذا فی رد المحتار ص ۲۴۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۱۳۷ ج:۱ زکریا۔

(۲) حاشیۃ ابن عابدین ص:۴۷۸ ج:۲ اشرفیہ۔

وکذا فی الفقہ الاسلامی ص ۱۰۳۸ ج:۲، دار الفکر۔

وکذا فی التاتارخانیہ، ص:۹۸ ج:۲، زکریا۔

لا یسجدون کے بجائے یسجدون پڑھنے کا حکم

سوال (۱۴۲): ایک شخص نے نماز میں وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْہِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ کی تلاوت کی اور ’’لا‘‘ کو چھوڑ دیا یعنی یسجدون پڑھا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز فاسد ہو جائے گی۔ قرأ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْہِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ترك "لا" تفسد صلاته عند العامة لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله تعالى به لو

اعتقد ذالك يكفر فاذا اخطأ تفسد صلاته وقيل لا تفسد لان فيه بلوىٰ وضرورة الصحيح هو الاول الفتاوىٰ الخانيه ج ۱ ص ۱۵۴۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الخانیۃ بہامش الہندیۃ ص ۱۵۴ ج:۱، رشیدیہ۔

وفی الخانية: فإن حذف حرفاً أصليا من كلمة: فتغير المعنى، تفسد صلاته.

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص ۱۰۲ ج:۲) زکریا۔

نقصان صرف ان کان لا یغیر المعنی لا تفسد صلوته بلا خلاف.... وان غیر المعنی تفسد۔ (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۱۲ ج:۱، اشرفیہ دیوبند)۔

مد وحروف کی ادائیگی میں غلطی مفسدِ نماز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۴۳): امام اگر نماز پڑھا رہا ہے اور اس نے قرأت کی بہت سی غلطیاں بھی کیں مثلاً کہیں الف چھوڑ کر الف کی جگہ زبر بڑھا دیا جیسے الحمد للہ بالالف کے بجائے الحمد للہ رب العٰلمین پڑھ دیا اور اسی طرح جہاں مد نہیں وہاں مد کر دیا جیسے ایاک نعبد بالضم کے بجائے ایاک نعبدو آبالمد پڑھ دیا اور کہیں حروف کی ادائیگی میں کھینچ دیا اور کہیں ضاد کے بجائے دال پڑھ دیا غرضیکہ پانچوں وقت ایسی ہی نماز پڑھاتا ہے تو کیا نماز بالکل درست ہے یا نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز فاسد ہو جائے گی تو وجہِ فساد کیا ہے، مفصل ومدلل تحریر فرمائیں اور یہ بھی بیان فرمائیں کہ اب تک جو اس امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی تو فساد کی صورت میں کیا ساری کی ساری نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا عدم علم کی وجہ سے نماز ہوگئی اور پھر اعادہ کی ضرورت نہیں، واضح طور پر بیان فرما کر تشفی بخش جواب سے نوازیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی مولوی صلاح الدین اعظمی خند نپور مدرس مدرسہ تجوید القرآن کلیان (مقیم حال قطر)

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں نماز ہوجائے گی۔ ولو قرأ ایاك نعبد وا اشبع ضم الدال حتی یصیر واواً لم تفسد صلوٰته (خانیہ ج ا ص ۱۴۱) (۱) علی ہامش الہندیہ اس لئے کہ اس انداز کی غلطیوں سے بچنا عوام کے لئے بہت مشکل ہے لیکن بعض صورتوں میں بعض جگہوں پر نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے اس لئے امام پر لازم ہے کہ فوراً قرآن کی تصحیح پر توجہ دے اور کسی صحیح پڑھنے والے سے الفاظ کی تصحیح کرالے چونکہ تصحیح مخارج بھی ضروری ہے اسی وجہ سے حضرات قراء فرماتے ہیں:

الأخذ بالتجوید حتم لازم
من لم یجود القرآن فهو اٰثم

یعنی تصحیح مخارج کے ساتھ قرآن پاک کا پڑھنا ضروری ہے جو قرآن پاک بغیر تصحیح مخارج کے پڑھے وہ گنہگار رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) خانیة علی هامش الهندیة۔ (۱/۱۴۱ رشیدیة)

ولو ترك التشدید فی إیاك أو رب العالمین المختار أنه لا یفسد علی قول العامة فی جمیع المواضع۔ (الدر المختار مع الشامی ۲/۴۷۶ أشرفیة)

ولو ترك الألف واللّام فی الرّحمن والرحیم لا تفسد صلاته۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/۱۰۲ زکریا)

وکذا فی الفتاویٰ الہندیة۔ ۱/۸۸۔ (رشیدیة)

وکذا فی الفقہ الاسلامی وأدلتہ۔ (۲/۱۰۳۷) (دار الفکر) المعاصر۔

کل شیٔ ہالک وجہہ پڑھنے پر نماز کا حکم

سوال (۱۴۴): زید نماز فرض ادا کر رہا تھا اور سورہ قصص کی تلاوت کر رہا تھا آخری آیت كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کے بجائے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ وَجْهَهٗ پڑھ دیا تو آیا نماز صحیح ہوگی یا فاسد؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہوگئی او نقص کلمة الخ (درمختار ج ا ص ۴۲۵) وان غیرت مثل فمالهم یؤمنون بترك لا فانه یفسد عند العامة وقیل لا والصحیح الأول اه (رد المحتار ج ا ص ۴۲۵) (۱)

مطلب مسائل زلة القاری

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی ۵/۱۱/۱۴۰۲ھ

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیہ ابن عابدین مع الدر المختار ص ۴۷۴ ج: ۲ اشرفیہ۔

وفی الهندیة: ومنها: حذف حرفٍ... فإن کان لا یغیر المعنی لا تفسد صلاته۔ وإن غیّر المعنی تفسد صلاته عند عامة المشائخ نحو أن یقرأ فما لهم یؤمنون۔ فی لا یؤمنون بترك لا۔ (ہندیہ ص ۷۹ ج: ا رشیدیہ)

فإن حذف.... فتغیر المعنی تفسد صلاته۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ص ۱۰۲ ج: ۲ زکریا)

تبطل الصلاة بکلّ ما غیّر المعنی تغییراً الخ۔ (الفقه الاسلامی وأدلّته ص ۱۰۳۷ ج: ۲) دار الفکر۔ المعاصر۔

سرّی نماز میں جہراً قرأت کرنے کا حکم

سوال (۱۴۵): (۱) اگر نماز میں سورہ فاتحہ بجائے سر کے جہر یا بجائے جہر کے سر ایک آیت یا چند آیات پڑھ دیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟
(۲) کتنی مقدار جہر کی یا سر کی جہر پڑھ دینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱-۲) امام کے لئے جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً قرأت کرنا مطلقاً موجب سجدہ سہو ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر:

"والجهر فيما يخفى و كذا المخافة فيما يجهر كذا في الهداية واختلف الرواية في المقدار والاصح قدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين لان اليسير من الجهر والاخفاء لا يمكن الاحتراز عنه وعن الكثير ممكن وما تصح به الصلوة كثير غير ان ذالك عنده آية واحدة وعندهما ثلاث آيات لكن هذا على رواية النوادر. وأما في ظاهر الرواية فيجب سجود السهو بهما مطلقًا أي قل أو كثر كما في أكثر المعتبرات وفي الخلاصة وعليه الاعتماد"۔ (مجمع الانہر: ۱/۱۴۹) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) مجمع الانہر ص ۲۲۱ ج:۱ مکتبہ فقیہ الامت۔
کذا فی الشامی ص: ۸۱۔۸۲ ج:۲۔ کراچی۔
وفی حلبی کبیری ص ۴۵۷۔ سہیل اکیڈمی لاہور۔
وفی البحر الرائق ص ۱۷۰ ج:۲۔ باب سجود السہو مکتبہ رشیدیہ۔

نماز میں قرأت سبعہ کا حکم

سوال (۱۴۶): سبعہ کی قرآت سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز تو ہو جائے گی لیکن بہتر نہیں بروایت حفص مشہور قرآت کرنی چاہئے۔ (۱)

التعليق والتخريج

(۱) ويجوز بالروايات السبع، لكن الأولى أن لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم، وتحته في الشامية: أي بالروايات الغريبة والإمالات لأن بعض السفهاء يقولون مالا يعلمون فيقعون في الإثم والشفاء، ولا ينبغي للأئمة أن يحملوا العوام على مافيه نقصان دينهم، ولايقرأ عندهم مثل قراءة أبي جعفر وابن عامر و على بن حمزه والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أو يضحكون، و إن كان كل القراءات صحيحة فصيحة مشائخنا اختاروا قراءة أبي عمرو و حفص عاصم. (شامی ص: ۵۴۱ ج:۱) کراچی، (وفی التاتارخانیہ ص: ۴۲ ج:۲) زکریا۔ (وفی الھندیہ جدید ص: ۱۳۶ ج:۱) زکریا۔

قراءة القرآن بالقرآت السبع والروايات كلها جائزة لكن الصواب أن لا يقرأ بالقرآت العجيبة والروايات الغريبة لأن بعض السفهاء ربما يقعون في الإثم ويقولون مالا يعلمون ولا ينبغي للإمام أن يحمل العوام على مافيه نقصان دينهم دنياهم وحرمان لا ثوابهم في عقباهم۔ (حلبی کبیری ص ۴۹۵) سہیل اکیڈمی لاہور۔

عن عبد الرحمن بن عبد القاري... إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه وفي رواية عن أبي بن كعب..... أن الله يأمرك أن تقرأ امتك القرآن على سبعة أحرف فايما حرف قرؤوا ما عليه فقد أصابوا۔ (مسلم شریف ص ۲۷۳ ر ج:۱) یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

سفر کی نمازوں میں مسنون قراءت کا حکم

سوال (۱۴۷): ایک شخص کو بہت عجلت تھی ٹرین اس کی صرف ۳ منٹ کے لئے رکی ہے اسٹیشن پر اتر کر فجر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہے کیا طوال مفصل کی قرات ضروری ہے یا کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے۔

"تخفف القرأة فی السفر فی الصلوات کلها"۔ (فتاویٰ غیاثیہ: ۳۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تخفف القرأة فی السفر فی الصلوات کلها۔ (فتاویٰ غیاثیة: ص۳۸)

القراءة فی الصلاة فی السفر یقرأ بفاتحة الکتاب وأیّ سورة شاء۔ (تاتارخانیه ص:۶۱ ج:۲)

وفی الشامی ص: ۵۳۸۔۵۳۹ ر ج:ا کراچی۔

وفی الہندیہ ص: ۱۳۵ ر ج:ا زکریا جدید نسخہ۔

سرّی اور جہری نمازوں میں مسنون قرآت

سوال ۱۰۱: مساجد میں اکثر اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ سرّی نمازیں بہت جلد پڑھا دیتے ہیں اور جہری نماز بہت دیر تک پرھاتے ہیں مثلاً ظہر کی چار رکعت میں زیادہ سے زیادہ ۵ منٹ کا وقت صرف ہوتا ہے اور عشاء میں بھی چار ہی رکعتیں ہیں لیکن جہری ہیں تو اس میں ۱۰، ۲۰ منٹ لگ جاتی ہے۔ تو دریافت طلب امر اینکہ اگر جہری نمازوں میں قاعدے

کے مطابق خوب ٹھہر ٹھہر کر امام صاحب قرآت کرتے ہیں اور سرّی نماز میں جلدی تو نماز درست ہوگی کہ نہیں؟ اگر ہوگئی تو کوئی کراہت وغیرہ آئے گی یا نہیں؟

بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ اس صورت میں نماز نہ ہوگی ایا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے لیکن جہری نمازوں کو طویل کرنا اور سرّی نمازوں کو بلا عذر شرعی مختصر کرنا اخلاص کے منافی ہے حضرات علماء نے لکھا ہے کہ سرّی نمازوں میں اسی طرح مخارج کی رعایت کرکے قرآت کرنی چاہئے جس طرح جہری نمازوں میں رعایت کی جاتی ہے لیکن یہ کہنا کہ اس طرح نماز نہیں ہوگی غلط ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) یسنّ فی الحضر لإمام ومنفردٍ..... طوال المفصل من الحجرات إلی آخر البروج فی الفجر والظهر و..... أو ساطه وفی العصر والعشاء وباقیه قصاره فی المغرب۔ (شامی ص:۵۳۹۔ ۵۴۰ ج:۱) کراچی۔

وفی الہندیہ ص: ۱۳۵ ر ج:۱ زکریا۔

وفی التاتارخانیہ ص: ۶۲ ر ج:۲ زکریا۔

وفی النہر الفائق ص: ۲۳۲۔۲۳۳ ر ج:۱ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص: ۳۳۹ ر ج:۱ ایم ایچ سعید۔

نماز میں الٹی ترتیب سے قرآت کرنے کا حکم

سوال (۱۴۹): ایک شخص نے پہلی رکعت میں سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں

سورۂ کوثر پڑھی اور ایسا اس نے قصداً کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مکروہ ہے: "ویکرہ أن یقرأ منکوسا بأن یقرأ فی الثانیة سورة أعلی مما قرأ فی الاولی"۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۳۶۷) (۱)

"واذا قرأ فی رکعة سورة وفی الرکعة الاخرٰی او فی تلك الرکعة سورة فوق تلك السورة یکرہ"۔ (الفتاوی الهندیة: ص ۷۸) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۳۳۰ ج: ۲ اشرفیہ۔

(۲) ہندیہ ص: ۱۳۶ ج: ۱ زکریا جدید۔

ولو قرأ فی الأولی سورة وفی الثانیة مافوقها کرہ۔ (النهر الفائق ص: ۲۳۷ ج: ۱) زکریا۔

وفی التاتارخانیة ص: ۶۸ ج: ۲ زکریا۔

پہلی رکعت میں مختصر اور دوسری رکعت میں طویل قرأت کرنے کا حکم

سوال (۱۵۰): پہلی رکعت میں ایک شخص نے "الم نشرح" کی تلاوت اور دوسری رکعت میں "لم یکن" کی ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ یعنی پہلی رکعت میں قرأت مختصر اور دوسری رکعت میں لمبی ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا کرنا مکروہ ہے۔

"وأطالة الثانیة علی الاولی یکرہ تنزیها اجماعًا بثلاث آیات أن تقاربت طولا وقصرا او الا اعتبر الحروف والکلمات"۔ (الدر المختار: ۱/ ۳۶۴، کذا فی الفتاوی الغیاثیة: ۲۵) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۳۲۲ ج: ۲) اشرفیہ۔

(۲) وفی الفتاویٰ الغیاثیة ص: ۲۵۔ مکتبه اسلامیه، میزان مارکیٹ۔

ویکرہ اجماعاً إطالة الثانیة بثلاث آیات لا بأقلّ۔ (مجمع الأنهر مع سکب الأنهر: ص: ۱۶۰ ج: ۱) مکتبه فقیه الأمت۔

لاخلاف أن إطالة الرکعة الثانیة علی الأولی مکروهه إن کانت بثلاث آیات أو أکثر۔ (هندیه ص: ۱۳۵ ج: ۱) زکریا جدید۔

تین آیت کے بعد لقمہ کا حکم

سوال (۱۵۱): میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا تقریباً تین آیت سے زیادہ پڑھ لیا تھا اس کے بعد میں خاموش ہوا تو فوراً ایک مقتدی نے مجھ کو لقمہ دیدیا اور میں نے لے لیا اور پھر سجدہ سہو نہیں کیا تو آیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ سہو کی کوئی ضرورت نہیں نماز ہوگئی، البتہ مقتدی کو لقمہ دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہئے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن فتح علی إمامه لم یکن کلاماً وفی هامش الهدایة: لم یکن کلاماً: اطلاق

هذا دلیل علی أنّ ما إذا قرأ الإمام مقدار ما یجوز به الصلاة أولم یقرأ لا تفسد عندهما بالفتح والأخذ ویؤیده ماذکره قاضی خان فی فتاواه حیث قال وإن قرأ الإمام مقدا مما یجوز به الصلاة إلا أنه توقف ولم ینتقل إلی آیة اخری حتی فَتَحَ المقتدی اختلفوا فیه والصحیح أنه لا تفسد صلاة الفاتح وإن أخذ الإمام لا تفسد صلاتهم مالم یکن کلاماً..... وینبغی للمقتدی ان لا یعجّل بالفتح۔

(هدایه ص:۱۳۶ ج:۱) اشرفی بك ڈپو۔

وأمّا إذا قرا قدرما تجوزیبة الصَّلَاةُ أو تحوّل فَفَتَحَ عَلَيْهِ تَفْسُدُ صَلَاةً الفاتح، والصحیح أنها لا تفسد صلاة الفاتح، والصحیح أنها لا تفسد صلاة الفاتح بکل حال ولا صلاة الإمام لو أخذ منه علی الصحیح هکذا فی الکافی ویکره للمقتدی أن یفتح علی إمامه عن ساعته لجواز أن یتذکر من ساعته۔ (هندیه ص:۹۹، ج:۲) مکتبه رشیدیه پاکستان۔

وفی فتاویٰ قاضی خان:۸۶ ج:۱۔زکریا جدید نسخہ۔

وفی البنایہ فی شرح الهدایۃ:ص:۴۹۶/ج:۲۔دارالفکر۔

قرأت کی ایک غلطی اوراس کاحکم

سوال (۱۵۲):ایک شخص نے نماز فجر کی امامت کی اوراس میں سورۃ ''والنّٰزِعٰت'' کی تلاوت کی جب اس آیت پرامام پہونچا ''فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ○ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰی ○'' تو بجائے جحیم کے ''فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰی ○'' پڑھ دیا مضمون ما قبل برعکس ہوگیا تو ایسی صورت میں امام اورمقتدیوں کی نماز ادا ہوگئی یا دوبارہ دُہرانا چاہئے تھا اس پرایک عالم نے فتویٰ دیدیا کہ جب تین آیتیں نماز میں صحیح پڑھ لی گئی تو نماز ادا ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے نماز نہیں دہرائی گئی۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقتدیوں اورامام کی نماز ادا ہوگئی یا نہیں ادا نہ ہونے کی صورت میں ان

سب حضرات کو جو جماعت میں شامل تھے اس کی قضاء ان پرواجب ہے یا نہیں اورکس طرح اس کی قضا سب جماعت والوں کو ادا کرنا چاہئے۔جماعت کی صورت میں یا فرداً فرداً؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی:''ونظیره فی الخانیه وان تغیر المعنی بأن قرأ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ○ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ○ او قرأ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ○ الی ان قال تفسد صلوٰة لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله تعالٰی به''۔(علی ہامش الہندیہ:۱/ ۱۵۳)(۱)

لہٰذا وہ نماز جس میں یہ غلطی ہوئی اس کا اعادہ ضروری ہے چاہے جماعت سے ادا کی جائے چاہے انفرادی طور پر۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب	الجواب صحیح
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی	بندہ عبدالحلیم عفی عنہ
	الجواب صحیح
	بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) (علی ہامش الہندیہ ص ۱۵۳ ج:۱) مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

کما لوبدّل کلمة وغیّر المعنی: نحو: إنّ الفجّار لفی جنات۔ (شامی ص:۴۷۸ ج:۲) اشرفیه۔

إن یغیّر المعنی تفسد صلاته بلا خلاف نحو أن یقرأ والذین اٰمنوا و کفروا بالله ورسله أولئك هم الصدیقون أو یقرأ فأمّا من اٰمن وطغی وآثر الحیاة الدنیا۔ تاتارخانیه ص:۱۰۳ ج:۲۔ وکذا فیه: من قرأفی صلاته مکان قوله أولئك أصحاب الجنة۔ أولئك اصحاب النار.... تفسد صلاته عند أبی حنیفه و محمد رحمهما الله۔ (تاتارخانیه ص:۹۰ ج:۲) زکریا۔

وفی الفتاوی الغیاثیہ ص:۲۷۔مکتبہ اسلامیہ۔میزان مارکیٹ۔

مغرب میں قرأت لمبی کرنے کا حکم

سوال (۱۵۳): اگر امام مغرب میں یہ جان کر رکعت میں لمبی سورت پڑھ جائے کہ مقتدی لوگ شرکت کرلیں۔ اور کوئی امیر نہیں ہے بغیر امیر کے امام لمبی رکعت کردے اس حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے اور قصار مفصل کی بعض سورتیں بڑی بھی ہیں اگر اسی میں سے کوئی بڑی سورت پڑھ دی تو کوئی مضائقہ نہیں نیز کبھی کبھار قرآن لمبی کردینا تاکہ مقتدی شریک ہوجائیں اس میں کوئی بھی مضائقہ نہیں بشرطیکہ امام اس کا عادی نہ بن جائے گو اس کا بھی ترک افضل ہے۔ (شامی ج ا ص ۴۹۴) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وكره تحريماً إطالة ركوع أو قراءة لإدراك الجائى أى إن عرفه وإلا فلا بأس به، تحته فى الشامية: إن لم يعرفه فلا بأس به لأنه ايمانه على الطاعة، لكن يطول مقدار مالا يتقل على القوم. (شامى ص:۴۹۵ ج:۱) كراچى.

إن تأخير المؤذن وتطويل القرأة لإدراك بعض الناس حرام. هذا إذا مال لأهل الدنيا تطويلاً أو تاخيراً يشق على الناس فالحاصل ان التاخير القليل لإعانه أهل الخير. غير مكروه. (تاتارخانيه ص:۱۴۵ ج:۲) زكريا.

عن محمد بن جبير بن مطعم عين أبيه، أنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأبالطور فى المغرب. (أوجز المسالك إلى مؤطا مالك: ص:۱۱۷ ج:۲) مركز الشيخ أبى الحسن الندوى.

قراءت میں زبر کی جگہ الف؟ پیش کی جگہ واوَ پڑھنے کا حکم

سوال (۱۵۴): امام اگر نماز پڑھا رہا ہے اور اس نے قراءت کی بہت سی غلطیاں بھی کیں، مثلاً کہیں الف چھوڑ کر الف کی جگہ زبر بڑھا دیا جیسے الحمد للہ بالالف کی بجائے بالفتحہ الحمد للہ رب العالمین پڑھ دیا اور اسی طرح جہاں مد نہیں وہاں مد کردیا، جیسے ایاک نعبد بالضم کے بجائے ایاک نعبدو بالمد پڑھ دیا اور کہیں حروف کی ادائیگی میں کھینچ دیا اور کہیں ضاد کے بجائے دال پڑھ دیا۔ غرضیکہ پانچوں وقت ایسے ہی نماز پڑھاتا ہے تو کیا نماز بالکل درست ہے یا نماز فاسد ہوجائے گی اگر نماز فاسد ہوجائے گی؟ تو وجہ فساد کیا ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔ اور یہ بھی بیان فرمائیں کہ اب تک جو اس امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی ہے تو فساد کی صورت میں کیا ساری کی ساری نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا عدم علم کی وجہ سے نماز ہوگئی اور اب اعادہ کی ضرورت نہیں؟ واضح طور پر بیان فرما کر تشفی بخش جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز ہوجائے گی ''ولو قرأ اياك نعبد واشبع ضم الدال حتى يصيروا، والم تفسد صلاته'' (خانیہ: ۱/۱۴۱ علی ہامش الہندیہ) اس لئے کہ اس انداز کی غلطیوں سے بچنا عوام کے لئے بہت مشکل ہے لیکن بعض صورتوں میں بعض جگہوں پر نماز فاسد بھی ہوجاتی ہے، اس لئے امام پر لازم ہے کہ فوراً قرآن کی تصحیح پر توجہ دے، اور کسی صحیح پڑھنے والے سے الفاظ کی تصحیح کروالے، چونکہ تصحیح مخارج بھی ضروری ہے اسی وجہ سے حضرات قرأ فرماتے ہیں۔ والأخذ بالتجويد حتم لازم ☆ من لم يجود القرآن فهو آثم، اور حدیث پاک میں ہے ''من لم يتغن بالقرآن فليس منا''۔

یعنی تصحیح مخارج کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے، جو قرآن پاک بغیر تصحیح

مخارج کے پڑھے گنہگار ہوگا۔(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وكذلك لو ترك التشديد أو المدّ ولم يتغير المعنى أو تغير لا تفسد. (الفتاوىٰ السراجيه ص:۱۲۱. مكتبه الاتحاد الهند).

ولو قرأ. إياك نعبد وأشبع ضم الدال يصروا وألم تفسد صلاته الخ. (فتاوىٰ قاضي خان ص:۸۸ ج:۷. جديد زكريا).

ومنها ذكر حرف مكان حرفٍ إن ذكر حرفاً مكان حرف ولم يغير المعنى بأن قرأ إن المسلمين إن الظالمين وما أشبه ذلك لم تفسد صلاته. (ہندیہ ص:۷-۱۳۶ ج:۱) زکریا۔

عن عبد الاله بن حماد.... يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم. يقول ليس منالم من لم يتغن بالقرآن الخ. (ابي داؤد ص:۲۰۰ ج:۱) مكتبه بلال ديوبند.

نماز میں مجہول قرآن پڑھنے کا حکم

سوال (۱۵۵): الحمد میں ’’ح‘‘ کے بجائے ’’ہ‘‘ پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز ہوجائے گی لیکن اصل یہ ہے کہ اس کو معروف پڑھا جائے۔

’’وفی التاتار خانیه عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد لأن فیه بلوی عامة الناس. لانهم لا یقیمون الحروف الا بمشقة اه وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فیه بلوی العامة کالذال مکان الصاد. او الزای المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد ولا تفسد عند بعض المشائخ

الخ. قلت فينبغي على هذا عدم الفساد في ابدال الثاء سينا والقاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فانهم لا يميزون بينهما ويصعب عليهم جدا كالذال مع الزاى ولا سيما على قول القاضي ابي عاصم وقول الصفار‘‘۔(شامی: ۱/۴۲۵، ۱/۴۲۶)(۱)

عبارت مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز ہوجائے گی البتہ تصحیح کی کوشش ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۴۲۵-۴۲۶ ج:۱)۔

وفی التاتارخانیہ ص:۹۴ ج:۲۔ زکریا جدید۔

فتاویٰ سراجیہ ص:۱۲۱۔ مکتبہ الاتحاد۔

غراب کی جگہ غبار پڑھ دیا کیا حکم ہے

سوال (۱۵۶): ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے اعجزت ان اکون مثل هٰذا الغراب کی جگہ پر مثل هٰذا الغبار پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز فاسد ہوگئی، اعجزت ان اكون مثل هٰذا الغراب قرأ الغبار قال الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى تفسد صلاته. (الفتاویٰ الخانیہ (۱) بہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۴۹ کذا فی ردالمحتار ج ۱ ص ۴۲۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قاضی خان، ص: ۱۳۵ ج:۱۔

دار الکتاب العلمیہ بیروت۔

(۲) وفی الشامی ص: ۴۲۴ ج:۱۱ النعمانیہ۔

باب المسبوق

مسبوق اگر سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۵۷): مسبوق اگر سلام پھیر دے تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ یا امام سے پہلے سلام پھیر دے تو سجدہ سہو لازم نہیں اور اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا تو سجدہ سہو لازم ہے (کذا فی عالمگیری ص ۹۱)

ومنها انه لو سلم مع الامام ساهيًا او قبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده لزمه كذا فى الظهيرية وهو المختار كذا فى جواهر الأخلاطى۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/ ۹۱۔ رشیدیۃ)

ولو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا، وتحته فى الشامية: وإن سلم معه أو قبله لا يلزمه۔ (الدر المختار مع الشامی ج: ۲ ص: ۵۳۹، کراچی)

ولو سلّم مع الإمام ساهياً أو قبله لا يلزمه سجود السهو لأنه مقتدٍ وإن سلّم بعده ايلزمه۔ (البحر الرائق ص ۱/ ۳۷۸ رشیدیۃ)

مسبوق کھڑا ہوتے وقت تکبیر کہے گا یا نہیں؟

سوال (۱۵۸): مسبوق جب اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس

حالت میں تکبیر کہے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر تکبیر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے تو اس کے کہنے کی ضرورت نہیں اور اگر قعود سے قیام کی طرف منتقل ہونے کے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے وہ مراد ہے تو یقیناً کہی جائے گی کذا فی عالمگیری (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

التکبیر عند الرکوع والسجود والرفع منه وعند القیام بأن یقول (الله أكبر) وهو ثابت باجماع الأمة فقه الاسلامی وأدلته ج:۲ ص:۸۸۰. (دار الفكر المعاصر).

(۱) سننها.... وتكبير السجود والرفع (الفتاوىٰ الهندية ص:۷۲ ج:۱. رشيديه).

مجمع الأنهر ج:۱ ص:۱۴۵ مكتبه فقيه الأمت.

حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۲۶۵ دار الكتاب.

مغرب کی نماز میں صرف ایک رکعت ملنے پر نماز کس طرح مکمل کرے؟

سوال (۱۵۹): زید کو مغرب کی نماز میں صرف ایک رکعت ملی وہ پہلی دو رکعت کس طرح ادا کرے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور ایک رکعت کے بعد قعدہ کرے۔ انه یقضی اول صلاته فی حق القرأة وآخرها فی حق التشهد حتی لو ادرك ركعة من المغرب قضی ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات

وقرأ فی كلٍ فاتحة وسورة ولو ترك القرأة فی احداهما تفسد (الفتاوى الهندیہ ج ا ص ۹۱ (۱) وہکذا فی الدر المختار ج ا ص ۴۰۱) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ہندیۃ ۱/۹۱ رشیدیۃ۔ الدر المختار الشامی ۱/۴۰۱ نعمانیۃ۔

(۲) شامی: ۲/۲۴۶ زکریا۔ کذا فی تاتارخانیۃ ص: ۲/۴۷۲ زکریا۔

حرم مکی میں جماعت ہو جانے کے بعد تنہا حرم میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر میں جماعت سے؟

سوال (۱۶۰): ایک شخص مسجد حرام میں پہونچا نماز ہو چکی تھی اس کے ساتھی ابھی کمرے میں تھے وہ یہ سوچ کر حرم پاک سے چلا آیا کہ کمرے میں جماعت سے نماز پڑھ لیں گے اس کے لئے حرم پاک سے نکلنا درست ہے یا نہیں یعنی اس کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے یا حرم میں تنہا نماز پڑھنا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حرم شریف میں تنہا نماز پڑھنا بھی افضل ہے لہٰذا طلبِ جماعت کے لئے مسجد حرام سے نکلنا نہیں چاہئے۔

ولو فاتته ندب طلبها فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوه الدر المختار (۱) ج ۲ ص ۲۷۳ کذا فی شرح المنیۃ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص۳۶۷ ج:۲، باب الامامة، المکتبة الأشرفية.

(۲) إن فاتته الجماعة في مسجد حية فإن أتى مسجد آخر يدركها فيه فهو أفضل إلا في المسجد الحرام ومسجد النبي عليه الصلاة والسلام كذا في مختصر البحر.

(حلبی کبیری ص: ۶۱۳، سہیل اکیڈمی)۔

ندب لهم الخروج ليصلوا جماعة خارج المسجد إلا المسجد الثلاثة (المسجد الحرام ومسجد المدينة والمسجد الأقصى) فيصلون فيها فرادى إن دخلوها، لأن الصلاة المنفردة فيها أفضل من جماعة غيرها. (الفقه الإسلامي وأدلته ۱۱۸۳ ج:۲، دار الفكر المعاصر).

مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات کیسے پوری کرے؟

سوال (۱۶۱): زید کو ظہر کی نماز کی صرف ایک رکعت ملی وہ تین رکعت کس طرح ادا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس رکعت کو وہ اولاً ادا کر رہا ہے اس میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اس کے بعد قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اس کے بعد تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔

لو أدرك ركعة من الرباعية فعليه ان يقضي ركعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ويقضي ركعة أخرى كذٰلك ولا يتشهد وفي الثالثة بالخيار والقرأة أفضل هكذا في الخلاصة. (کذا فی ردمختار: ۱/۴۰۱، (۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۱) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۴۰۱/ ج: ۱ نعمانیہ۔

(۲) ولو أدرك ركعة من الرباعية فعليه أن يقضي ركعةً يقرء فيها الفاتحة والسورة ويتشهد وليقض ركعة أخرى كذالك ولا يشتهد والثالثة بالخيار والقراءة أفضل. (الفتاوىٰ الهندية ص: ۹۱ ج: ۱ رشيدية).

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۱۹۶/ ج: ۲ زکریا۔

دوسرے مسبوق کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کرنے کا حکم

سوال (۱۶۲): زید وعمر دونوں مسبوق تھے ایک ہی ساتھ جماعت میں شریک ہوئے تھے زید کو فائتہ رکعتوں کی تعداد یاد تھی عمر کو نہیں۔ عمر نے اپنی تعداد زید کو دیکھ کر پوری کی عمر کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

عمر کی نماز صحیح ہوگئی۔ لو نسي أحد المسبوقين فقضى ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح. (الدر (۱) المختار: ۱/۱۰۴، ہکذا فی الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۹۲) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص: ۴۰۱/ ج: ۱ نعمانیہ۔

(۲) (الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۹۲ ج: ۳ رشیدیۃ)۔

لو نسي أحد المسبوقين المُتَسَاوِيَيْنِ كمية ما عليه فقضى ملاحظاً للآخر صح.

(البحر الرائق ص: ۳۸۰ ج: ۱. سعيد).

هكذا في غمز عيون البصائر في شر (الأشباه والنظائر للحموي ص: ۲۱ ج: ۲. (في القاعدة القامتة عشرة ذكر بعضه مالا ينجزء كذكر كلّه).

مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑا ہوگیا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۲): ایک شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھ کر امام کے سلام پھیرنے سے قبل وہ کھڑا ہوگیا تو اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز درست ہوگئی البتہ بلا عذر شرعی ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ومنها انه اى المسبوق لا يقوم قبل السلام بعد قدر التشهد الا في مواضع......ولو قام في غيرها بعد قدر التشهد صح ويكره تحريمًا كذا في فتح القدير والبحر الرائق. (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۱)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۹۱ ر ج: ۱۔ رشیدیۃ۔

وإذا سلم الإمام فقام المسبوق إلى قضاء فاسق.... ويقعد معه مقدار التشهد ثم إذا أعاد إلى قضاء مَاسبق قبل التقييد بالسجدة يعيد القيام والركوع. لأن قيامه وركوعه قبل سجود الإمام للسهو. (الفتاوىٰ التاتارخانيه ص: ۲۲۷ ج: ۲) زكريا.

ويسجد المسبوق مع إمامه ثم يقوم لقضاء ماسبق به بقدر ما يعلم أنه لا سهو عليه وذلك بتسليم الإمام الثانية على الأصح. أو بعدها بشيئٍ قليلٍ بناءً على ما صحة في الهداية. (حاشية الطحطاوى على المراقى ص: ۴۶۴ دار الكتاب باب سجود السهو).

فتاویٰ محمودیہ ص: ۵۶۴ ر ج: ۶، ڈابھیل۔

مسبوق ثنا پڑھے گا یا نہیں؟

سوال (۱۶۴): زید مسبوق ہے تو کیا قبل القرآن ثنا بھی پڑھے گا؟ جواب باصواب سے نوازیں ممنون ومشکور ہونگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسبوق شخص قرأت کے ساتھ ساتھ اتمام صلوۃ کے وقت ثناء بھی پڑھے گا، فاذا قام الى قضاء ما سبق يأتى بالثناء ويتعوذ للقرأة. كذا فى فتاوى قاضى خان. والخلاصة والظهيريه

(فتاوی ہندیہ ج ۱ ص ۹۱، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۹۱ ر ج: ۱۔ رشیدیۃ۔

والمسبوق من سبق الإمام بها حتى يتعوذ ويقرء ونحته فى الشامية: فيأتى بالثناء والتعوذ لأنه للقراءة. ولأنه يقضى أول صلاته فى حق القراءة كما يأتى. (شامى ص: ۴۰۱ ج: ۱۔ نعمانيه).

قال فى النهر: المسبوق فيما يقضى له جهتان جهة الانفراد حقيقة حتى يثنى ويتعوذ ويقرء. وجهة الاقتداء حتى لا يؤتم به. (منحه الخالق على البحر الرائق ص: ۴۷۷ ج: ۲) سعيد.

النہر الفائق ص: ۲۶۴ ر ج: ۱۔ زکریا۔

باب ادراک الفریضه

مسبوق کے تکبیر تحریمہ سے پہلے امام سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۵): اگر مسبوق مقتدی کے تکبیر تحریمہ کے وقت قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو اس صورت میں شرکت فی الجماعت کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟ بصورت شق ثانی پھر مقتدی کیا کرے، اسی نیت پر بناء کرے یا استیناف کرے پھر سے نیت باندھے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ کے جواب سے پہلے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(۱) امام کے السّلام کہہ دینے سے ہی اقتداء کا وقت ختم ہو جاتا ہے قال فی التجنیس الامام اذا فرغ عن صلوٰته فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلا فی صلوٰة لان هذا سلام (شامی ج ۱ ص ۳۱۴)(۱)

اقتداء کے فاسد ہونے کے بعد شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہیں اور جب شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہیں، تو از سر نو تحریمہ ضروری ہے، متی فسد الاقتداء لا یصح شروعه فی صلوٰة نفسه علی المذهب لانه قصد المشارکة وهی غیر صلوٰة الانفراد. سکب الانهر (ج ۱ ص ۹۳)(۲)

لہٰذا اگر مقتدی مسبوق نے امام کے سلام اول کے لفظ السّلام کہنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لیا تو شروع فی الصلوٰۃ صحیح ہے اور اقتداء صحیح ہے اور اگر السّلام کے بعد علیکم سے پہلے اقتداء کی تو یہ اقتداء صحیح نہیں لہٰذا از سر نو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) شامی: ۱/ ۴۸۶۔ أشرفیہ۔

لو اقتدی به انسان بعد قوله السلام لا یکون داخلاً فی صلاة لأنه اقتداء بغیر محلٍّ۔ (منحۃ الخالق علی البحر: ۱/ ۳۳۲ سعید)

فلو دخل رجل فی صلاته بعده لا یصیر داخلاً فیها قدمناه فی صفة الصلاة۔ (شامی: ۱/ ۴۸۶ أشرفیہ)

(۲) سکب الأنہر۔ص: ۱۳۹ج: ۱۔فقیہ الأمت۔

رکوع کی حالت میں تکبیر تحریمہ کا حکم

سوال (۱۶۶): ایک شخص مسجد میں پہونچا امام رکوع میں تھا آنے والے نے جھک کر تکبیر کہی اور رکوع میں شریک ہو گیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر اس نے گھٹنوں تک ہاتھ کے پہنچنے سے پہلے تکبیر کہی ہے تو نماز ہو گئی اور اگر گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔

"فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان کان الی القیام اقرب بأن لا تنال یداه رکبتیه صحت ولغت نية تکبیرة الرکوع" (الدر المختار مع (۱) رد المحتار: ۱/ ۳۲۳، کذا فی الطحطاوی علی المراقی: ۱/ ۱۴۸)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۳۲۳ج: ۱۔نعمانیہ۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۱۸۔ دار الکتاب۔

إنما يصير شارعاً في التكبير في حال القيام أو قيماً هو أقرب إليه من الركوع. (مجمع الأنہر ص ۱۳۷ ج:۱ فقیہ الأمت)

ولو أدرك الإمام راكعاً فكبر منحنياً جاز إن كان إلى القيام أقرب. (الدر المختار علی الجمع ص:۱۳۸ ج:۱)

كبر حازفاً أي: كبر قائماً حاذفاً بأن لا يمد الهمزة من لفظ الجلالة. (ملتقی الأبحر مع التعلیق ص ۷۶ ج:۱ مؤسسۃ الرسالۃ)

قال في الدراية: ولا يصح الافتتاح إلا في حالة القيام حتى لو كبر قاعداً ثم قام لا يصير شارعاً. ولو جاء إلى الإمام محني ثم كبر فإن كان إلى القيام أقرب يصح وإلا فلا. (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ص:۱۰۹ ج:۱۔ إمدادیۃ)

قومہ چھوٹ جانے پر نماز کا حکم

سوال (۱۶۷): رکوع کے بعد سر ذرا سا اٹھایا اور پھر سجدے میں چلا گیا قومہ کی تکمیل نہ کی تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر مذکورہ بالا دونوں سوالوں کا مرتکب امام ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قومہ میں تعدیل کی حیثیت مختلف فیہ ہے بعض فقہاء حنفیہ وجوب کے قائل ہیں اور بعض سنیت کے ابن ہمام صاحب فتح القدیر وجوب کے ہی قائل ہیں اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج نے اسی کو صواب قرار دیا ہے اس کے برخلاف امام کرخیؒ نے سنت کے قول کو مختار قرار دیا ہے۔ اس لئے احوط یہ ہے کہ قومہ ترک نہ کیا جائے لیکن کبھی اگر کسی سے سہواً قومہ ترک ہو گیا تو اختلاف کی وجہ سے نماز کو صحیح قرار دینے کی اس سے گنجائش ملتی ہے: "القومة والجلسة والرفع من الركوع الامر به في حديث المسيئ محقق ومقتضى الدليل وجوب الاطمينان وللمواظبة على ذلك كله وإليه ذهب المحقق بن

الهمام وتلميذه ابن أمير حاج وقال أنه الصواب" (مراقی الفلاح ۱۳۶ (۱)) "واختار الكرخي أن التعديل في القومة والجلسة سنة على قولهما الخ" (طحطاوی (۲) علی المراقی ۱۳۶، وہکذا فی مجمع الانہر: ۱/ ۸۸) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المراقی علی نور الایضاح ص: ۲۵۰۔ دار الکتاب۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۵۰۔ دار الکتاب۔

(۳) أما الاطمينان في القومة والجلسة مسنة على تخريجها جميعاً كما في أكثر الكتب. (مجمع الانهر ص۱۳۲ ج:۱ فقيه الامة).

تعديل الأركان..... وكذا في الرفع منها على ما اختاده الكمال. وتحته في الشامية: يجب التعديل أيضاً في القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين.

(الدر المختار مع الشامی ص ۴۶۴ ج:۱ کراچی)

البحر الرائق ص: ۲۹۹ ج:۱ سعید۔

مسبوق کے قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا شرکت فی الجماعت کا حکم ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۶۷): اگر مسبوق مقتدی کے تکبیر تحریمہ کے وقت قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو اس صورت میں شرکت فی الجماعت کا حکم لگا یا جائے گا یا نہیں؟ بصورت شق ثانی پھر مقتدی کیا کرے؟ اسی نیت پر بنا کرے یا استیناف کرے پھر سے نیت باندھے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ کے جواب سے پہلے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱- امام کے السلام کہہ دینے سے ہی اقتداء کا وقت ختم ہوجاتا ہے "قال فی التجنیس الامام اذا فرغ عن صلوته فلما قال "السلام" جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلًا فی صلوته لان هذا سلام" (شامی: ۱/ ۳۱۴) (۱)

۲- اقتداء کے فاسد ہونے کے بعد شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہیں، اور جب شروع فی الصلوۃ صحیح نہیں تو ازسرنو تحریمہ ضروری ہے "متی فسد الاقتداء لایصح شروعه فی صلوة نفسه علی المذهب لانه قصد المشارکة وهی غیر صلوة الانفراد" (سکب الانہر: ۱/ ۹۳) (۲)

پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لیا تو شروع فی الصلوۃ صحیح ہے، اور اقتداء صحیح ہے، اور اگر السلام علیکم کے بعد اقتداء کی تو یہ اقتداء صحیح نہیں ہے، لہٰذا ازسرنو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص ۱۹۹ ج: ۲۔ اشرفیہ۔

(وفی التاتارخانیہ ص: ۱۹۲ ج: ۲) زکریا۔ (وفی الولوالجیّۃ: ص: ۱۱۱/ ج: ۱) زکریا۔

(وفی البحرالرائق ص: ۳۳۲/ ج: ۱) سعید۔ (وفی حلبی کبیری ص: ۳۳۷) سہیل اکیڈمی لاہور۔

(شامی ص: ۳۹۷ ج: ۲) اشرفیہ (وفی الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۸۸) دارالکتاب دیوبند۔

(۲) وفی سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر ص: ۱۳۹/ ج: ۱) مکتبہ فقیہ الامت۔

✪✪✪✪

باب الدعاء

نماز کے بعد دعا جہراً مانگے یا سراً

سوال (۱۶۹): اگر امام ربنا آتنا فی الدنیا الخ دعا کو بجائے زور سے مانگنے کے دل میں مانگے تو کیسا ہے دعا جہراً مانگنا افضل ہے یا سراً؟ اور جہراً دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں مقتدیوں کی خواہش ہے کہ امام کچھ دعا جہراً مانگے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دعا بالسر افضل ہے بہ نسبت دعا بالجہر کے کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ (۱) وفی الطحطاوی علی المراقی ص ۱۸۹ (۲) ومن الادب فی الدعا ان یدعوَ بخشوع وتذلل وخفض صوتٍ ای بان یکون بین المخافة والجهر کما فی الاذکار عن الاحیاء یکون اقرب الی الاجابة اور جناب مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ العالی نے اپنی کتاب فتاویٰ رحیمیہ میں (۳) مسلک السادات الی سبیل الدعوات کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے الدعا سرًّا افضل من الجهر لقوله تعالی اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لانه اقرب الی الاخلاص ویکره رفع الصوت به فی الصلوٰۃ وغیرها ان عبارتوں سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ دعا بالسر دعا بالجہر سے افضل واولیٰ ہے لہٰذا مقتدیوں کا دعا بالجہر پر اصرار کرنا غلط ہے البتہ کبھی کبھار جہراً دعا کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں، جائز ہے مگر اس پر مداومت کرلینا مکروہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح — بندہ عبد الحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) أدعوا ربّکم تضرّعاً وخفیة الخ۔ (سورۃ الاعراف: ۵۵)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۱۷) دارالکتاب۔

والسّنه أن یخفی صوته بالدعاء۔ (هندیه ص ۲۵۳ ج:۱) زکریا

و کذا فی الفقه علی المذاهب الأربعة ص ۵۱۱ ج:۱) سلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

اعلم انّ الاخفاء معتبر فی الدعاء ویدلّ علیه وجوه الأوّل هذه الآیة ادعوا ربّکم تضرعاً وخفیة.... والحجة الثانیه أنّه تعالیٰ أثنی علی زکریا فقال إذا نادی ربّه نداء خفیا أی اخفاه عن العباد وغیره..) (تفسیر کبیر للامام الفخر الرازی ص ۱۳۰ /ج:۱، دار إحیاء التراث العربی)۔

(۳) وکذا فی الفتاویٰ الرحیمیة: ص ۷۰ ج: ۶، دارالاشاعت کراچی۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

سوال (۱۷۰): دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کیا پسلی سے کہنی متصل رکھنا خلاف سنت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نمازوں کے بعد اور عمومی حالات میں دعاء کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مونڈھے تک یا اس سے تھوڑا سا نیچے ہوں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو۔ الذی فی شرح الحصن الحصین وشرحه ان یرفعهما حذاء منکبیه باسطًا کفیه نحو السماء لأنها قبلة الدعاء وعن ابن عباس رضؓ قال المسألة ان ترفع یدیك حذو منکبیك أو دونهما. (ابوداؤد شریف، طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۳)(۱)

دعا میں اتنا ہاتھ اٹھانا کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جائے یہ استسقاء کی دعاء کا طریقہ ہے اور کبھی کبھار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیانِ جواز کے لئے عمومی حالات میں بھی اس طرح دعا کی ہے۔

واما ما روی انه کان یرفع یدیه حتی یری بیاض ابطیه فمحمول علی بیان الجواز او علی حالة الاستسقاء ونحوها من شدة البلاء والمبالغة فی الدعاء. (طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۱۷) دارالکتاب۔

الأصل فی الدعاء أن یبسط کفّیه ویکون بینهما فرجة وإن قلّت.... والمستحب أن یرفع یدیه عند الدعاء بحذاء صدره۔ (ہندیہ ص ۳۶۷ /ج: ۵) زکریا جدید۔

وأمّا عند الصفا والمروة وعرفات فیرفعهما کالدعاء والرفع فیه وفی الاستسقاء مستحبٌ فیبسط یدیه حذاء صدره نحو السماء لأنّها قبلة الدعاء ویکون بینهما فرجة۔ (شامی ص ۵۰۷ ج:۱) کراچی۔

وکذا فی النہر الفائق ص: ۱۹۲ /ج:۱) زکریا۔

وکذا فی أحسن الفتاویٰ ص ۱۵۱ /ج: ۳) زکریا۔

تدفین کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کا حکم

سوال (۱۷۱): میت کو دفن کرنے کے بعد جب دعاء مغفرت کرتے ہیں تو اس میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کتب فقہ وفتاویٰ کی عبارتیں اس بات میں ساکت ہیں رفع یدین وعدم رفع کا کوئی تذکرہ نہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: **والمعهود زیارتها والدعاء عندها قائمًا الخ.** (الدر المنتقی ج ۱ ص ۱۸۷) علی هامش مجمع الانهر (۱) اور یہی

علامہ شرنبلالی بھی لکھتے ہیں: والسنة زيارتها والدعاء عندها قائمًا الخ مراقی الفلاح (۲) ص ۳۴۱ وھٰکذا قال العلامہ ابن عابدین الشامی قال فی الفتح والسنة زيارتها قائمًا والدعاء عندها قائمًا. (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۰۴) (۳)

اور بعض روایات واحادیث میں صرف یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ تدفین سے فارغ ہوکر قبر کے پاس کھڑے ہوجاتے اور حاضرین کو فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعاء استغفار کرو جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عثمانؓ کی روایت ہے وعنه قال كان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فانه الآن يُسأل (رواه (۵) ابوداوٗد، مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۲۶ باب (۴) اثبات عذاب القبر. بذل المجهود فی حل ابی داؤد ج ۴ ص ۱۹۰ باب (۶) الاستغفار عند القبر فی وقت الانصراف.

علامہ عبدالرؤف المناوی صاحب فیض القدیر ج ۵ ص ۱۵۱ شرح الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں وقف عليه ای علی قبره هو واصحابه صفوفًا اه فیض القدیر ج ۴ ص ۱۵۱۔ غرضیکہ اس روایت کے ضمن میں کسی نے بھی رفع یدین کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

اسی طرح طبرانی کی ایک روایت ہے جس میں مٹی ڈالنے کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر کچھ پڑھنے کا تذکرہ ہے "ورواية الطبرانی عن ابی امامةؓ قال امرنا رسول الله ﷺ فقال اذا مات احدٌ من اخوانكم فسويتم التراب على قبره فليقم احدكم على رأس قبره" الحديث. المنهل العذب المورود شرح ابی داؤد ج ۹ ص ۴۷۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "ثم انطلقت على اثره حتی جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مراتٍ ثم انحرف """ الحديث" (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۱۳)

قال الامام النووی فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه الخ (۱۰) اس سے صاف بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھی ہے، وفی

حديث ابن مسعود رضی الله عنه رأيت رسول الله ﷺ فی قبر عبد الله ابن ذی النجادين. الحدی وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعًا يديه أخرجه ابوعوانه فی صحيحه فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۹۵ باب الدعاء مستقبل القبلة. (۱۱)

"وعن ابن عباسؓ قال مات انسانٌ كان رسول الله ﷺ يعيدهٗ فمات بالليل فدفنوه ليلًا فلما اصبح اخبروه الحديث. وفی فتح الباری لابن حجر العسقلانی فاخبر والنبی ﷺ حين اصبح فجاء حتی وقف على قبره فصف الناس معهٗ ثم رفع يديه فقال اللّٰهم الق طلحة يضحك اليك وتضحك إليه"۔ (باب الاذن بالجنازة ج ۳ ص ۳۶۱)

ان روایات کو روایات مسکوت عنہا کے لئے بیان مان لینے کی صورت میں تمام روایات ایک درجہ کی ہوجائیں گی، حاصل کلام یہ ہے کہ قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اگر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تب بھی کوئی حرج نہیں، اپنے اکابرین کے یہاں دونوں طریقہ پر عمل دیکھا گیا ہے، بعض ہاتھ اٹھاتے ہیں بعض نہیں اٹھاتے لیکن رفع یدین کی صورت میں اس بات کا خیال رہے کہ ایسی ہیئت نہ پیدا ہو جس سے دیکھنے والوں کو یہ شبہہ پیدا ہوا کہ اہل قبر سے حاجت طلب کر رہا ہے۔

هٰذا ما ظهر لی بعد إمعان النظر وتتبع كثير ولعل الأحسن من ذٰلك عند غيری. والله تعالیٰ أعلم بالصواب

دعا میں ہاتھ کا اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے لیکن قبروں سے مراد مانگنے والوں سے تشبہ کی وجہ سے اس کا ترک ہی مناسب معلوم ہوتا ہے یا قبر کی طرف سے رُخ پھیر کر مستقبل قبلہ ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے۔ ہٰذا ما عندی بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المنتقی علی ہامش مجمع الأنہر ص ۱۷۷ ج:۱ فقیہ الامت۔
(۲) طحطاوی علی المراقی ص ۶۲۰ دار الکتاب۔
(۳) رد المحتار ص ۶۰۴ ج:۱ نعمانیہ۔
(۵) مشکاۃ المصابیح ص ۲۶ ج:۱ مکتبہ ملت۔
(۴) اَبوداوَد ص: ۴۵۹ مکتبۃ بلال۔
(۶) بذل المجہود ص ۲۱۰ ج:۴ رشیدیۃ۔
(۸) المنہل العذب الورود ص ۷۴ ج:۹ بیروت۔
(۹) الصحیح لمسلمٍ ص ۳۱۳ ج:۱ دار الاشاعت۔
(۱۰) المنہاج للنوی علی ہامش مسلمٍ ص ۳۱۳ دار الاشاعت۔
(۱۱) فتح الباری ص ۴۳۰ ج:۱۲ دار الفکر۔
(۷) فیض القدیر ص ۱۵۱ ج:۴ بیروت۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

سوال (۱۷۲): ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ دعاء کے وقت اتنا ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کا بغل مبارک نظر آتا تھا یعنی کھل جاتا تھا۔

لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے اگر پسلی سے کہنی متصل رہے، تو کیا یہ خلافِ سنت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نمازوں کے بعد اور عمومی حالت میں دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مونڈھے تک یا اس سے تھوڑا سا نیچے ہوں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو: "الذی فی شرح الحصن الحصین وشرحہ ان یرفعھما حذاء منکبیہ باسطًا کفیہ

نحو السماء لانها قبلة الدعاء وعن ابن عباس قال المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك أو دونهما "(ابوداوَد، طحطاوی: ۱۷۳)

دعاء میں ہاتھ اٹھانا کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جائے یہ استسقاء کی دعاء کا طریقہ ہے اور کبھی کبھار حضور نے بیان جواز کے لئے عمومی حالت میں بھی اس طرح دعا کی ہے: "أما ما روی انه كان يرفع يديه حتى يرى بياض ابطيه فمحمول على بيان الجواز وعلى حالة الاستسقاء ونحوها من شدة البلاء والمبالغة فى الدعاء اه" (طحطاوی علی المراقی: ۱۷۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۱۷ دار الکتاب۔

عن سلمان رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: إن ربكم حي كريم ليستحي من عبده

فثبت أن الدعا مستحب بعد كل صلاة مكتوبة برفع اليدين كما هو شائع.

(إعلاء السنن ص ۱۰۷ ج: ۳۔ کراچی)

الدعاء أربعة دعاء رغبة. وعاد رهبةٍ دعاء تضرع ودعاء خفيةٍ ففي دعاء الرغبة يجعل بطون كفيه إلى السماء وفى دعاء الرهبة يجعل ظهورها إلى وجهه كلمستغيب من الشئ وفى دعاء التضرع يعقد الخنصر والبنصر ويلحق الإبهام والوسطى ويشير بالسيابة وفى دعاء الخفية، يفعل ما يفعل المرء فى سنه. (البحر الرائق ص: ۲۰۷ ج: ۸۔ کتاب الكراهية مکتبه سعيد).

دعاء میں امام کی اقتداء کا حکم

سوال ۱۷۳: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعاء مانگ کر اپنے مصلی سے اٹھ جاتے ہیں جبکہ مقتدی دعاء مانگتے رہتے ہیں۔ کیا دعاء میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک دعاء مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعاء میں شریک ہو سکتے ہیں لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر تو دعاء مانگتے ہیں کیا دعا مانگے یا تسبیح پڑھ کر الگ دعاء کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لئے اب اقتداء ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کر کے دعاء مانگ سکتا ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو زاد الإمام سجدة أو قام بعد القعود الأخير ساهيا لا يتبعه المؤتم فيما ليس من صلاته. تحته في حاشية الطحطاوي: أشار به إلى العلة في عدم الاتباع وهي أن الذي أتى به الإمام ليس من الصلاة أي ليس من أصل الصلاة. (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۳۱۰ ج:۴) دار الكتاب.

عن أبي أمامة قال: قيل يا رسول الله. صلى الله عليه وسلم. أي الدعاء أسمع أقال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات. تحته في تحفة الأحوذي: أي أوفق إلى السماء أو اقرب إلى الإجابة. (تحفة الأحوذي ص:۲۱۲ ج:۴) شركة القدس قاهرة.

أما بيان ما يستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول إذا فرغ

الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنة أو كانت صلاة تصلى بعدها سنة فإن كانت صلاة لا تصلى بعدها كالفجر والعصر فإن شاء الإمام قام وإن شاء قعد في مكانه يشتغل بالدعاء إلى اخره. بدائع الصنائع ص:۳۰۳ ج:۱ زکریا۔ جدید۔

وليس له أن يتابعه في البدعة والمنسوخ ومالا تعلق له بالصلاة فلا يتابعه لو زاد سجدة..... أو قام إلى الخامسة ساهياً. (شامی ص:۲۰۳ ج:۲) أشرفيه.

دعا کی ابتداء وانتہاء کے لئے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۴): بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ فرض نماز کے بعد امام کی دعاء کے ابتداء پر مؤذن صاحب اللھم آمین اور ختم پر برحمتك يا ارحم الراحمين کہہ دیا کریں تاکہ مقتدی حضرات کو امام کے دعا کی ابتداء وانتہاء کا علم ہوسکے تو مؤذن صاحب کا ان اوقات میں مندرجہ بالا الفاظ کہنا کیسا ہے کوئی حرج تو نہیں پانچوں نمازوں میں اگر یہ الفاظ کہہ دیں تو کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صراحۃً کوئی جزئیہ باوجود تتبع کثیر کے نہیں مل سکا، البتہ تعلیلاتِ فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس کا بھی مقصد اعلام حاضرین ہے اور تکبیر اور تکبرات انتقالیہ کی تبلیغ جو مامور بہ ہے اس کی بھی علت یہی ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن الذكر بعد الصلاة كان يختم بالتكبير ويرفع به الصوت شيئًا ليقف الناس على أن الإمام قد فرغ من توابع الصلاة فيذهبوا إلى حوائجهم. كما أن

الجهر بالتسليم، لكى يعرف القوم أنّ الصلاة بأصلها قد تمّت، وإن بقيت لو بعها من الدعاء والذكر. (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب فى بعض آداب الدعاء ص۲۱۳ ج:۳) دار الكتاب العلميه بيروت.

وفی فتاویٰ محمودیہ ص: ۶۹۲ /ج: ۵ مکتبہ شیخ الاسلام۔

فرائض کے بعد دعا جہراً افضل ہے یا سراً؟

سوال (۱۷۵): صلوۃ مکتوبہ کے بعد دعا جہرا مانگنا افضل ہے یا سراً؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سراً افضل ہے لقولہ تعالیٰ ”اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً“ (۱) لیکن اگر دعاء کی تعلیم مقصود ہو تو آواز سے بھی دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ دوسرے نمازیوں کو خلل نہ ہو، اور چونکہ عام طور پر کچھ نمازی مسبوق ضرور ہوتے ہیں اس لئے سراً ہی دعا کرنا انسب ہے (و ہکذا فی فتاوی محمودیہ: ۱/۷۳) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ادعو ربّكم تضرّعاً وخفية. (سورة الاعراف: ۵۵)

عن النبی صلی اللہ علیه وسلم أنّه قال: (خير الدعاء الخفیّ) وعن انس رضی الله عنه مرفوعاً. دعوة فى السرّ تعدل سبعين دعوة فى العلانية. (اعلاء السنن ابواب الوتر ص:۶۳ ج:۶) ادارة القرآن.

أمّا الأدعية والأذكار فبالخفية أولى. (شامی ص:۵۰۷ ج:۳) اشرفیه.

(۲) فتاویٰ محمودیہ ص: ۶۹۲ /ج: ۵ مکتبہ شیخ الاسلام۔

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

- حبیب الفتاویٰ اول
- حبیب الفتاویٰ دوم
- حبیب الفتاویٰ سوم
- حبیب الفتاویٰ چہارم
- حبیب الفتاویٰ پنجم
- حبیب الفتاویٰ ششم
- حبیب الفتاویٰ ہفتم
- حبیب الفتاویٰ ہشتم
- تحقیقات فقہیہ جلد اول
- رسائل حبیب جلد اول
- رسائل حبیب جلد دوم
- صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلد اول
- احب الکلام فی مسئلۃ السلام
- مبادیات حدیث
- نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین
- التوسل بسید الرسل
- المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ
- احکام یوم الشک
- جذب القلوب
- تحفۃ السالکین
- نوٹ کی شرعی حیثیت
- والدین کا پیغام زوجین کے نام
- تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت
- حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن
- حبیب العلوم شرح سلم العلوم
- حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک
- قدوۃ السالکین
- درود وسلام کا مقبول وظیفہ
- التوضیح الضروری شرح القدوری
- خطبات حبیب
- مقالات حبیب
- برکات قرآن
- علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت
- مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں
- جمع الفوائد شرح شرح عقائد
- جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلادیا

قرآنی نشریات میں ایک اور عظیم الشان اضافہ

المعجم المفہرس لالفاظ القرآن

تالیف: الشیخ محمد فواد عبد الباقی

یہ عظیم الشان کتاب قرآن کریم کا انڈیکس ہے جو ہندوستان میں منظر عام پر آنے والی اس موضوع پر اس انداز کی اولین پیش کش ہے جس کے ذریعہ آپ کسی بھی لفظ، آیت یا مضمون کا سراغ بسہولت لگا سکتے ہیں مثلاً فلاں آیت قرآنِ کریم میں کہاں آئی ہے نیز فلاں لفظ کتنی آیتوں میں آیا ہے اور وہ کس کس مقام پر ہے بقول حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری (شیخ الحدیث وقف دارالعلوم دیوبند) یہ کتاب ''اپنی مناسبتِ ترتیب، برجستہ نظم ونسق کے اعتبار سے معرکۃ الآراء ہے۔ کمال یہ کیا کہ لفظوں کے ماخذ کے اعتبار سے آیات یکجا کر دی گئی ہیں۔

یہ نادر ونایاب علمی خزانہ، اپنے موضوع پر ایک عظیم الشان کارنامہ اور علم ومعلومات کا بیش بہا وگراں قدر تحفہ، علماء، مفسرین، مقررین، خطباء، حفاظ اور واعظین کے لئے یکساں اور نہایت مفید کتاب ایک قرآنی سمندر ہے جس سے اہل علم شائقین کو بھرپور استفادہ کرنا چاہئے یہ کتاب آپ کی لائبریری کے وقار میں ایک اہم اضافہ کرے گی انشاء اللہ۔

دلکش اور خوبصورت طباعت۔ دیدہ زیب۔ مضبوط اور حسین جلد نیز عمدہ کاغذ سے آراستہ وپیراستہ۔

مکتبہ طیبہ دیوبند

Pin: 247554

کتابی دنیا میں ایک اور عظیم الشان اضافہ

''ایک نئی دُنیا کی تلاش''

محترم حضرات کسی بھی مذہب کے لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلم یا عیسائی بدھ یا سکھ جب تک اس کتاب کا اچھی طرح مطالعہ نہیں کریں گے، اپنے مذہب کا مقام کہاں ہے یہ پتہ نہیں چلے گا اور اپنے مذہب کی حقانیت کا سو فیصد یقین اس کو حاصل نہیں ہوگا۔

اس دنیا میں 65-60 مسلم ممالک اور عالم کی ایک چوتھائی آبادی مسلمانوں کی ہے لیکن آج پورا عالم مسلمانوں کے لئے اتنا تنگ ہے کہ ایک مسلمان کو سانس لینے کے لئے بھی جگہ نہیں، یہ کیوں ہوا؟ اس کی تفصیلی وجہ بھی اس کتاب میں موجود ہے۔

بدھ ایسا مذہب ہے کہ جس کے قانون میں کسی جانور کو مارنا، تا نا دور کی بات کسی پیڑ پودے یا اس کی شاخ تک کاٹنا بھی منع ہے لیکن یہ لوگ بھی آج مسلم مرد عورت، شیر خوار بچوں کو بھی ایسے بے رحمی سے مارتے ہیں کہ عالم کے درندے بھی اسے دیکھ کر رونے لگتے ہیں اس ظالمانہ حرکت پر ان کو کس نے آمادہ کیا اس کی بھی وجہ اس کتاب میں موجود ہے۔

کسی بھی محقق عالم یا طالب علم کو دس بارہ سال میں ہزاروں کتابوں کو ٹٹول کر جو علم حاصل ہوگا وہ صرف ایک ہفتہ میں اس کتاب کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور کسی بھی مذہب باطلہ کو مناظرہ میں آسانی سے لا جواب کرنے کے لئے یہ کتاب ایک انمول تحفہ ہے۔ نٹ قیمت:- 200

مکتبہ طیبہ دیوبند